تحقیقی مقالہ برائے ایم-ایس اردو

صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریسِ اردو: نصاب، درسی کتب اور امتحانی طریقہ کار کا تجزیاتی مطالعہ

محقق

رابعہ بدر

185-FLL/MSURDU/F16

نگران

ڈاکٹر سائرہ بتول

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبۂ اردو

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

۲۰۱۹ء

Accession No [illegible]

MS
491.439
رص

اردو زبان - درسی کتب

تجرباتی مطالعہ -

بسم الله الرحمن الرحيم

ACCEPTANCE BY THE VIVA VOCE COMMITTEE

Name of the Student: **Rabia Badar**

Title of the Thesis: صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریس اردو: نصاب، درسی کتب اور امتحانی طریقہ کار کا تجزیاتی مطالعہ

Registration No: 185-FLL/MSURDU/F16

Accepted by the Department of Urdu, Faculty of Languages & Literature, International Islamic University, Islamabad, in partial fulfillment of the requirements for the Master of Philosophy degree in Urdu.

VIVA VOCE COMMITTEE

Chairperson Viva Committee:

Dr. Najeeba Arif
Chairperson Department Of Urdu Female IIUI

External Examiner:

Dr. Fehmeeda Tabbasum
Assistant Professor
Federal Urdu University, Islamabad

Internal Examiner:

Dr. Ghulam Fareeda
Assistant Professor, Department Of Urdu
Female IUII

Supervisor:

Dr. Saira Batool
Assistant Professor, Department Of Urdu
Female IIUI

A645463

Rupees 30 — ۳۰ روپیہ

﴿بیان حلفی﴾

منکہ مسماۃ رابعہ بدر دختر بدر سلطان رجسٹریشن نمبر 185-FLL/MSURDU/F16 حلفاً اقرار کرتی ہوں کہ میرا مقالہ بعنوان "صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریسِ اردو: نصاب، درسی کتب اور امتحانی طریقہ کار کا تجزیاتی مطالعہ" سرقے سے پاک ہے اور اس مقالے میں مکمل اور اصل حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا بیان میرے بہترین علم و یقین کے مطابق درست ہے اور کوئی امر مخفی ہرگز نہ رکھا گیا ہے۔

مقالہ نگار

رابعہ بدر دختر بدر سلطان

رجسٹریشن نمبر: 185-FLL/MSURDU/F16

شناختی کارڈ نمبر: 37405-7026815-4

ATTESTED
ADVOCATE HIGH COURT
M. IMRAN
Oath Commissioner
RAWALPINDI

الجامعة الاسلامية العالمية

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

شعبہ اُردو (خواتین)

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ رابعہ بدر رجسٹریشن نمبر 185-FLL/MSURDU/F16 نے ایم۔ایس اردو کی ڈگری کی تکمیل کے لیے تحقیقی مقالہ بعنوان "صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریسِ اردو: نصاب، درسی کتب اور امتحانی طریقۂ کار کا تجزیاتی مطالعہ "رقم کیا ہے۔ میں تصدیق کرتی ہوں کہ اس موضوع پر اس سے پہلے کہیں کام نہیں ہوا اور یہ کام سرقے سے پاک ہے۔

نگران: ڈاکٹر سائرہ بتول

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

پیش لفظ

زبان کی آموزش اور ترسیل کا عمل عہدِ طفولیت سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ مادری زبان سیکھنے کے لیے کسی قواعد اور کسی تربیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بچہ قدرت کے فطری اصول کے تحت اپنے اردگرد کے ماحول سے اپنی زبان سیکھتا ہے لیکن جذبۂ قومیت کے پیشِ نظر اور ملی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے قومی زبان سیکھنا، پڑھنا، بولنا اور لکھنا بے حد ضروری ہے۔ بانیِ پاکستان نے واضح طور پر اُردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا ہے۔ پاکستان کے تینوں دساتیر میں اردو کو بطور قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن عملی طور پر اس کے نفاذ میں ہمیشہ پس و پیش ہوتی رہی۔ قومی زبان ہماری عملی زندگی میں داخل نہیں ہو سکی اور نظریۂ پاکستان سے انحراف کرتے ہوئے، اردو زبان بھی سرد مہری کا شکار ہو گئی۔ قطرے سے گہر بننے تک کا سفر ہم ابھی تک طے نہیں کر سکے۔ قومی زبان کو نافذ العمل بنانے کے لیے قومی نصاب، ذریعۂ تعلیم و تدریس اور نظامِ امتحانات کو مکمل طور پر قومی زبان کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے تاکہ طلبا اس زبان کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔ زیرِ بحث موضوع ''صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریسِ اردو: نصاب، درسی کتب اور امتحانی طریقہ کار کا تجزیاتی مطالعہ'' دراصل پورے تعلیمی نظام کا جائزہ ہے، زیرِ بحث موضوع میں اسی مسئلے کو اُجاگر کیا گیا ہے کہ آیا قومی نصاب برائے اردو لازمی ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۶ء کے مطابق درسی کتب (۱۸۔۲۰۱۷ء) کو ترتیب دیا گیا ہے اور کیا یہ کتب اور امتحانی طریقہ کار، تدریسِ اردو کے مقاصد پورا کرنے میں معاون ثابت ہو رہی ہیں نیز اُن وجوہات کا ذکر بھی اس مقالے میں کیا گیا ہے جس کے تحت طلبا سولہ سالہ تعلیم کے بعد بھی اُردو زبان کی تحریر و تقریر میں وہ صلاحیت نہیں حاصل کر سکے جس کا تقاضا اردو بطور قومی زبان کرتی ہے۔ نصاب، درسی کتاب اور امتحانی طریقہ کار کی کامیاب مثلث ہی اردو کی ترویج کی ضامن ہے۔

باب اوّل میں اُردو کی قومی و بین الاقوامی اہمیت کو مختصراً بیان کیا گیا ہے اور بتدریج مقالے کے اصل موضوع کی طرف بڑھتے ہوئے نصاب کے مختلف مفاہیم بیان کیے گئے ہیں۔ نصابی مقاصد کے حصول کے لیے بنجمن۔ ایس۔ بلوم کے نظریہ بلومز ٹیکسانومی کے مختلف میدانوں کے بیان کے ساتھ درسی کتب میں سوالات سازی پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اسی باب میں قومی نصاب اُردو لازمی ۲۰۰۲ء کے عمومی و خصوصی مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔

باب دوم میں تدریس اردو کے مختلف طریقِ کار بیان کیے گئے ہیں۔ مروج طریقہ ہائے تدریس کے تین معروف طریقے قواعدی ترجمہ طریق کار، ڈائریکٹ طریقِ کار اور سمعی لسانی طریق کار کا تفصیلاً ذکر کیا گیا ہے۔ روایتی طریق کار اور عملی طریقِ تدریس کے واضح فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ طلبا سے قواعد اور املا میں کئی اغلاط سرزد ہوتی ہیں لیکن بہترین طریقہ تدریس اور اُستاد کی محنت شاقہ سے طلبا کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔ اگر ابتدائی سطح سے اعلیٰ ثانوی سطح تک طلبا کو املا و قواعد کی

مشق کروائی جائے تو اُردو لکھنے میں آسان ہو گی۔ اس باب میں مطالعہ کی اہمیت کو بھی اُجاگر کیا گیا ہے۔ مباحثی طریق مطالعہ، اکتشافی طریقہ اور خود مطالعاتی طریقے اس ضمن میں معاون ہیں۔ انگریزی نظامِ تعلیم کے اُردو زبان پر منفی اثرات بیان کر کے قومی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانے کی سفارش کی گئی ہے۔ اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ نظامِ تعلیم میں انگریزی زبان کی بے جا شمولیت نہ صرف نظریۂ پاکستان کے منافی ہے بلکہ بحیثیت قومی زبان اردو کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ غیر ملکی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانا قومیت کی شان کے خلاف ہے۔

باب سوم میں صوبہ پنجاب کی اعلیٰ ثانوی سطح کی اُردو لازمی کی کتب کا موازنہ قومی نصاب ۲۰۰۲ء سے کیا گیا ہے۔ خصوصی طور پر کتاب کے مندرجات اور مشقوں کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ نیز نصاب کی بروقت تبدیلی اور درسی کتب پر اس کے موزوں اطلاق کی اہمیت کو اُجاگر کرنے کے لیے صوبہ پنجاب کے ابتدائی جماعت کے قاعدوں اور جماعت اوّل، جماعت پنجم، جماعت ہشتم اور جماعت نہم و دہم کی کتب کا جائزہ بمطابق قومی نصاب ۲۰۰۶ء لیا گیا ہے۔ نصاب کی پنجسالہ تبدیلی اور درسی کتب پر اس کا بروقت اطلاق تدریسِ اردو کے لیے ایک معاون آلہ کار ہے۔ صوبہ پنجاب کے ساتھ ساتھ، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور صوبہ خیبر پختونخوا اور فیڈرل بورڈ اسلام آباد کی اعلیٰ ثانوی سطح کی کتب کا جائزہ بمطابق نصاب ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۶ء بھی لیا گیا ہے تاکہ اس بات کی اہمیت کو اُجاگر کیا جاسکے کہ نصاب کی تبدیلی جدید تقاضوں کے مطابق نہ صرف ضروری ہے بلکہ درسی کتب پر بھی اس کا اطلاق تدریسِ اردو کے مقاصد کے حصول میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

باب چہارم میں صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر منعقدہ امتحانی پرچہ جات کے طریقہ کار کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ صوبہ پنجاب ۲۰۱۸ء، صوبہ سندھ ۲۰۱۸ء، صوبہ بلوچستان ۲۰۱۸ء، صوبہ خیبر پختونخوا ۲۰۱۸ء اور فیڈرل بورڈ اسلام آباد ۲۰۱۸ء کے اردو لازمی کے پرچہ جات کا خصوصی طور پر تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ ان تمام پرچہ جات میں معروضی و موضوعی دونوں طرز کا امتحان لیا جاتا ہے۔ معروضی طرز کا پرچہ زبان کی تدریس میں معاون ثابت نہیں ہوتا۔ خاص طور پر کثیر الانتخابی سوالات اُردو زبان کی تدریس میں کسی حد تک رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ معروضی طرز کی بجائے موضوعی طرز کا پرچہ تدریسِ اردو کے مقاصد کے حصول کے لیے بہتر ثابت ہو سکتا ہے۔ اس بات کو ثابت کیا گیا ہے کہ امتحانی پرچہ جات، نصاب سے مماثلت نہیں رکھتے اور درسی کتب کی مشقوں کا بیشتر حصہ بھی ان پرچہ جات میں شامل نہیں ہوتا۔ ہر بورڈ اپنی حکمتِ عملی کے تحت پرچہ جات ترتیب دے رہا ہے۔ اس باب میں قومی زبان اردو کے لیے ایک ہی نصاب، ایک ہی درسی کتاب اور ایک ہی طرز کے پرچہ جات کو ملک بھر میں رائج کرنے کی سفارش کی گئی ہے تاکہ تدریسِ اردو کے مقاصد کا حصول ممکن بنایا جاسکے۔ ہر چند نصاب، درسی کتاب اور طریقہ امتحان سے علیحدہ علیحدہ بحث کی گئی ہے مگر اس کے عقب میں ایک ہی مقصد

پوشیدہ ہے کہ ہماری قومی زبان صرف اور صرف اردو ہے اور عملی طور پر اس کے نفاذ میں ہی ہماری بقا پوشیدہ ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ یہ مقالہ نصاب مرتب کنند گان، اساتذہ و طلبا کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔

میں صدر شعبۂ اردو محترمہ ڈاکٹر نجیبہ عارف کی ممنون ہوں کہ جنھوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ روایتی موضوعات سے ہٹ کر ایسے موضوع کے چناؤ میں میری رہنمائی کی جو جدید تقاضوں کے مطابق ہے اور نظامِ تعلیم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں ڈاکٹر سائرہ بتول، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو کی تہِ دل سے شکر گزار ہوں جن کی رہنمائی میں میرا مقالہ تکمیل تک پہنچا۔ مقالے کا ایک ایک لفظ اُن کی باریک بین نگاہوں سے گزرا۔ املا کی اصلاح اور جملوں کی ترتیب میں ڈاکٹر صاحبہ نے انتہائی متحمل انداز سے تصحیح کی اور ہر قدم پر میری حوصلہ افزائی کی۔ خدا اُن کو سدا شاد و آباد رکھے۔ ابتدائی جماعت سے لے کر ایم۔ ایس کی سطح تک کئی محسنین اور معاونین میرے دوش بدوش رہے۔ دورانِ تدریس ہمیشہ اوّل پوزیشن حاصل کرنا، پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں بطور لیکچرار اور اسسٹنٹ پروفیسر ترقی کی منازل طے کرنے سے لے کر ایم۔ ایس کی سطح تک کے کامیاب سفر کے لیے میں اپنے والدین، اپنے ننھیال و ددھیال، اپنے اساتذہ کرام، سسرال والوں اور خاص طور پر اپنے بڑے بھائی صابر سلطان جو ایک ماں کی طرح ہمدرد اور باپ کی طرح شفیق ہیں اُن کو خراجِ عقیدت پیش کرتی ہوں۔ جناب محمد انور صاحب، سپرنٹنڈنٹ، کلیہ شریعہ اینڈ لاء کی مشکور ہوں جن کی بھرپور معاونت دورانِ ایم ایس میرے ساتھ رہی اور سب سے بڑھ کر اپنے شریکِ حیات سلیم اقبال، جن کی خواہش پر ایم۔ ایس میں داخلہ لیا اُن کی محبتوں کی احسان مند ہوں کہ ان کی بھرپور معاونت سے میرا مقالہ تکمیل سے ہمکنار ہوا۔ میرے بچے عائشہ علی، محمد عبداللہ اور عبدالرافع جو بلاشبہ میری پیشہ ورانہ زندگی اور تعلیم کی وجہ سے نظر انداز ہوئے میں ان کے صبر و حوصلہ اور ننھی مُنی دُعاؤں کی شکر گزار ہوں۔ آج سب اس مقالے کی تکمیل پر شاداں ہیں۔ خدا ان سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

رابعہ بدر

فہرستِ موضوعات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	پہلا باب: نصاب	۱
	۱۔اردو زبان کی قومی و بین الاقوامی اہمیت	
	۲۔نصاب کی تعریف و مفاہیم	
	۳۔نصاب سازی	
	۴۔نصابی جائزے کا ماڈل: بلومز ٹیکسانومی	
	۵۔تدریس اردو کے عمومی و خصوصی مقاصد بحوالہ نصاب اردو لازمی ۲۰۰۲ء	
	٭حوالہ جات	
	دوسرا باب: تدریس اردو	۳۱
	۱۔طریقہ ہائے تدریس	
	۱۔قواعدی ترجمہ طریق کار GTM	
	۲۔ڈائریکٹ طریق کار DM	
	۳۔سمعی لسانی طریق کار ALM	
	۲۔ترکیبی اور تحلیلی طریقِ کار	
	۱۔ابجدی طریقہ	
	۲۔جے۔ایچ۔پستالوزی طریقہ	
	۳۔مانٹیسوری طریقہ	
	۴۔پڑھو اور لکھو طریقہ	
	۳۔مطالعہ کی اہمیت	
	۱۔مباحثی طریق تدریس	

۲۔۔اکتشافی طریقہ
۳۔خود مطالعاتی طریقے
۴۔تدریسی معاونات
۵۔انگریزی نظامِ تعلیم اور اردو زبان
* حوالہ جات
تیسرا باب: اعلیٰ ثانوی سطح پر درسی کتب اور قومی نصاب (اردو لازمی) کا تقابلی جائزہ ۵۵
۱۔صوبہ پنجاب میں ابتدائی سطح کے قاعدے کا جائزہ
۲۔صوبہ پنجاب میں پہلی جماعت کی اردو کی کتاب کا تنقیدی جائزہ
۳۔صوبہ پنجاب میں جماعت پنجم کی اردو لازمی کی کتاب کا تنقیدی جائزہ
۴۔صوبہ پنجاب میں جماعت ہشتم کی اردو لازمی کی کتاب کا تنقیدی جائزہ
۵۔صوبہ پنجاب میں جماعت نہم و دہم کی اردو لازمی کی کتب کا تنقیدی جائزہ
۶۔پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کی اعلیٰ ثانوی سطح کی سرمایۂ اردو کا تنقیدی جائزہ
۷۔خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور اعلیٰ ثانوی سطح کی کتب اردو لازمی کا تنقیدی جائزہ
۸۔قومی نصاب ۲۰۰۶ء عنوانات کے لیے مآخذ کی تفصیل (گیارہویں جماعت)
۹۔قومی نصاب ۲۰۰۶ء عنوانات کے لیے مآخذ (بارھویں جماعت)
۱۰۔سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ ''گلزارِ اُردو'' (لازمی) کا تنقیدی جائزہ
۱۱۔بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ اردو لازمی کا تنقیدی جائزہ
۱۲۔وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ اسلام آباد ''سرمایۂ اُردو'' (لازمی) کا تنقیدی جائزہ
چوتھا باب: صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح کے امتحانی طریق کار کا جائزہ ۱۳۴
۱۔اعلیٰ ثانوی سطح پر نصابی مقاصد کی جانچ کے طریقے
۱۔ماہانہ ٹیسٹ
۲۔داخلہ ٹیسٹ
۳۔پری بورڈ ٹیسٹ

۲۔ داخلہ ٹیسٹ
۳۔ پری بورڈ ٹیسٹ
۲۔ امتحانی پرچہ جات
ا۔ راولپنڈی بورڈ سالِ اوّل اور سالِ دوم (اردو لازمی) معروضی و موضوعی پرچہ (۲۰۱۸ء)
۲۔ پشاور بورڈ سالِ اول اور سالِ دوم (اردو لازمی) معروضی و موضوعی پرچہ (۲۰۱۸ء)
۳۔ فیڈرل بورڈ اسلام آباد سالِ اول اور سالِ دوم (اردو لازمی) معروضی و موضوعی پرچہ (۲۰۱۸ء)
ماحصل، نتائج و سفارشات ۱۷۲
ا۔ ماحصل
۲۔ نتائج و سفارشات
* کتابیات
* ضمائم
ا۔ سوالنامے کا نمونہ
۲۔ سوالنامہ پُر کرنے والے اساتذہ کے کوائف
۳۔ پُر کردہ سوالنامہ جات

پہلا باب

نصاب

اردو زبان کی قومی و بین الاقوامی اہمیت:

قومی زبان، قومی تشخص کی مظہر ہوتی ہے۔ وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں جو اپنی زبان کی قدر نہیں کرتیں۔ مذہب کے بعد قوموں کی یکجہتی اور وحدت کو زبان ہی عیاں کرتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ وہ قومیں آج دنیا کی بہترین ترقی یافتہ قومیں ہیں جو اپنی زبان کی طاقت سے دُنیا کی بڑی طاقت بن چکی ہیں۔ اقبال کے نظریۂ تعلیم اور عصری صورتِ حال پر بحث کرتے ہوئے وحید قریشی کہتے ہیں کہ زبان کے بارے میں علامہ کا موقف بہت واضح تھا فرماتے ہیں:

> ''زبان کو میں ایک بُت تصور نہیں کرتا جس کی پرستش کی جائے، بلکہ اظہارِ مطالب کا ایک ذریعہ خیال کرتا ہوں، زندہ زبان انسانی خیالات کے انقلاب کے ساتھ بدلتی رہتی ہے اور جب اس میں انقلاب کی صلاحیت نہیں رہتی تو مردہ ہو جاتی ہے۔''[1]

قومیں زبان کی زندگی اور موت کا سبب بنتی ہیں جو قومیں متحرک اور باعمل ہوتی ہیں اور وقت کے تقاضوں کو ساتھ لے کر چلتی ہیں تو اُن کی زبان بھی زندہ اور متحرک ہوتی ہے ورنہ قوم کے ساتھ ساتھ زبان بھی جمود اور ابدی موت کا شکار ہو جاتی ہے۔ جغرافیائی وحدت کے بعد صرف قومی زبان، قوم کو جوڑے رکھتی ہے۔

زبانیں اچانک وجود میں نہیں آجاتیں بلکہ ایک زبان کئی آگ کے دریا پار کر کے زندہ زبان کا درجہ حاصل کرتی ہے۔ زبان، ایک قوم کی تاریخ و تمدن کی سرگزشت سناتی ہے۔ پاکستان ایک کثیر اللسان ملک ہے۔ اردو، پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، پوٹھوہاری، سرائیکی، ہندکو کئی زبانیں پاکستان میں بولی جاتی ہیں مگر اردو پاکستان کی نہ صرف قومی زبان ہے بلکہ تحریکِ پاکستان کی پوری داستان اس میں مضمر ہے۔ یہ ہماری تہذیب و ثقافت کی ترجمان ہے۔ اردو پاکستان کے چاروں صوبوں میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ پورے ملک میں یہ واحد رابطے کی زبان ہے۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق نے ایک ملک گیر اور قومی زبان کے لیے چند شرائط لازم قرار دی ہیں:

۱۔ وہ زبان دیسی ہو، بدیسی نہ ہو۔

۲۔ کسی فرقے یا رقبے تک محدود نہ ہو۔

۳۔ ملک کے بہت بڑے حصے میں سمجھی اور بولی جاتی ہو۔

۴۔ ہر قسم کے خیالات اور جذبات کے ادا کرنے پر قادر ہو۔

۵۔ادنیٰ سے اعلیٰ درجہ تک ذریعۂ تعلیم ہو سکتی ہو۔

۶۔زمانے کا ساتھ دے سکے اور حالات کے مطابق ڈھل سکے۔[۲]

اردو زبان میں مندرجہ بالا تمام خصوصیات بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ پاکستان کی ترقی، خوش حالی اور بقا کا راز، اردو زبان کی بقا میں پوشیدہ ہے۔ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور ہمارے بزرگوں نے اسلام کی بقا اور اردو کے نفاذ کے لیے اپنی جانوں کو قربان دیا۔ ایک اسلام اور دوسرا اردو نظریۂ پاکستان کی بنیاد ہے۔

دکنی دور سے لے کر دورِ حاضر تک اردو کا سفر جاری ہے۔ ادبی و علمی لحاظ سے بھی اور عوامی رابطے کی زبان کے لحاظ سے بھی اردو کی حیثیت مستحکم ہے۔ قائدِ اعظم نے کئی بار اردو کی مستحکم حیثیت کے بارے میں اپنی رائے پیش کی۔ قائدِ اعظم نے ڈھاکہ میں ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> ”میں آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی اور صرف اردو اور اردو کے سوا اور کوئی زبان نہیں جو کوئی آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے، وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی کام کر سکتی ہے —— پس جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے وہ اردو ہوگی۔“[۳]

اردو ایک بڑی سطح پر پاکستان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے ہر شعبۂ زندگی پر حاوی ہے اطلاعات و نشریات، علم و ادب، اخبارات و رسائل، دفتر و عدالت اور عام دوکان داروں کی روزمرہ معاملات کی زبان بھی اردو ہے۔ جب ایک کثیر طبقہ اردو زبان بولتا ہے تو ضرورت اس امر کی ہے کہ اردو زبان کو ذریعۂ تعلیم بنایا جائے۔

پاکستان کے تینوں دساتیر میں اردو کو بطور قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں آرٹیکل ۲۱۴، ۱۹۶۲ء کے آئین میں آرٹیکل ۲۱۵ اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں آرٹیکل ۲۵۱ کے مطابق اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ اردو کو پاکستان کی سرکاری زبان بنایا جائے گا۔[۴]

قومی سطح پر مقبولِ عام زبان کا درجہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر بھی اردو کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے اور اردو اس ولیج میں زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس زبان نے سنگاپور سے مراکش تک اپنی ساکھ بٹھائی ہے۔

یورپ، امریکا، چین، جاپان اور عرب ممالک میں بھی اس کی تدریس جاری ہے۔ تاریخ اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ ولندیزیوں اور انگریزوں نے مسلمانوں کو تسخیر کرنے کے لیے اس زبان کے لیے مواد تیار کیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو

جاتی ہے کہ کسی قوم کو مفتوح و مغلوب کرنے کے لیے اُس کی زبان کو سیکھنا، از حد ضروری ہے۔ دورِ حاضر میں انگریزی زبان کے اثرات نے ہی انگریزی تہذیب کو پروان چڑھایا ہے۔

ہندوستان کی زبان سیکھنا انگریزوں کی بنیادی ضرورت تھی۔ چنانچہ انھوں نے جو زبان ہندوستان میں سب سے زیادہ آسان اور بہتر پائی اسی کی تحصیل کا آغاز کر دیا۔ اس زبان کو ہندی، ہندوستانی اور اردو کا نام دیا اور اپنے ذاتی مفاد کی خاطر اردو زبان کی ترویج کے لیے کوشاں رہے۔ انیسویں صدی میں مشنری پادریوں نے مذہبی کتابیں اردو میں لکھیں۔ انگریزوں نے اپنے ملازمین کے لیے اردو سیکھنا اور پھر اس میں امتحان پاس کرنا لازم کر دیا۔ ۱۸۳۲ء/۱۲۴۸ھ میں اردو کو سرکاری زبان قرار دے دیا گیا۔ انگریز حکام اور اہلِ علم نے اردو میں تصنیف و تالیف کا آغاز بھی کر دیا۔ عدالتی زبان اردو ہوتے ہی کاروائیاں اور فیصلے اردو میں لکھے جانے لگے۔ اردو میں قانون کی کتابیں بھی عام ہو گئیں۔ اس وقت انگریزی کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔ اس لیے اردو مصنفین کی حوصلہ افزائی بھی ہونے لگی۔

عطیہ غنی نے اپنے مقالے کے پہلے باب ''اردو بحیثیت ثانوی زبان: عالمی جائزہ'' میں اردو کی بین الاقوامی حیثیت پر سیر حاصل بحث کی ہے اور کم و بیش ۲۳ ممالک میں اردو کی تدریس اور عام بول چال کے استعمال کو ٹھوس حوالہ جات سے بیان کیا ہے جو اُن کے مقالے میں صفحہ نمبر ۹ سے ۴۲ تک موجود ہیں۔ برطانیہ، اٹلی، جرمنی، فرانس کے علاوہ کئی یورپی ممالک میں تدریسِ اردو کا کام جاری ہے۔ چین کی بیجنگ یونی ورسٹی، ترکی کی انقرہ، سلجوق اور استنبول یونی ورسٹی میں اردو شاملِ تدریس ہے۔ مصر میں بھی ابو سعید عربی نے ''جہانِ اسلامی'' کے نام سے ایک مجلّہ شائع کیا جو تین زبانوں یعنی عربی، ترکی اور اردو میں نکلتا ہے۔ نیپال میں تری بھون یونی ورسٹی میں شعبہ اُردو موجود ہے۔ [۵]

ہمسایہ ممالک میں بھارت سرفہرست ہے۔ ہندی رسم الخط، اردو سے مختلف ہے مگر روزمرہ استعمال کی زبان وہی اردو سے مماثل ہندی ہے جو پاکستان میں مستعمل ہے۔ بھارتی چینلز پر اگرچہ ہندی زبان کا غلبہ ہے مگر سرحدوں کے اختلاف، مذاہب کے امتیاز اور رنگ و نسل کے تفاوت کے باوجود ایک اردو زبان ہے جو یکساں پاکستان اور بھارت میں بولی جاتی ہے۔ شرف الدین اصلاحی اپنی کتاب ''اردو زبان بھارت میں'' میں لکھتے ہیں:

> ''بھارت ہی میں اردو کا ہیولیٰ تیار ہوا۔ یہیں اردو پروان چڑھی اور ایک وقت ایسا آیا کہ کسی مصنوعی عمل کے سہارے نہیں بلکہ قانونِ ارتقا کے تحت، اپنی فکری صلاحیتوں کی بدولت، برصغیر کی لنگوافرینکا کا کردار ادا کرنے لگی۔ پانی اور ہوا کی طرح یہ برصغیر میں بسنے والی کل آبادی کی ضرورت بن گئی۔ یہ آپ سے آپ ہوا۔ اس کے پیچھے نہ کوئی تحریک تھی نہ سیاسی قوت۔'' [۶]

افغانستان، کشمیر، بنگال، ایران اور سری لنکا میں بھی اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ سعودی عرب میں جدہ، ریاض، طائف اور الخبر میں پاکستانی اسکول ہیں۔ خلیجی ریاستوں میں بھی اردو بطور لازمی مضمون پڑھائی جاتی ہے۔ بہت سے ایرانی اور عرب افراد رواں اردو بولتے ہیں۔ اردو جاننے والے دُنیا میں جہاں بھی موجود ہیں، اردو بھی اپنی شان کے ساتھ وہاں موجود ہے۔ چین، کوریا اور جاپان سے طلبا پاکستانی یونی ورسٹیوں میں اردو سیکھنے کے لیے آتے ہیں کیوں کہ ایک اردو زبان سیکھنے سے وہ جنوبی ایشیا کی کئی زبانوں جیسے عربی، فارسی اور ہندی سے بھی آشنا ہو سکتے ہیں۔

کئی مستشرقین نے اردو زبان میں تحقیق کا آغاز کیا جن میں گلکرائسٹ، گریرسن، گارساں دتاسی جیسے عظیم نام شامل ہیں۔ بیسویں صدی میں تقسیم ہندوستان سے قبل اور بعد میں اردو نے ترقی کی منازل طے کیں۔ انیسویں صدی میں غدر سے قبل اور مابعد تحریکِ پاکستان کے دوش بدوش حتیٰ کہ تقسیم ہندوستان اور حصولِ پاکستان کے بعد بہترین اردو ادب وجود میں آیا اور یہی اردو کے زرّیں ادوار کہلائے۔ ایک مشترکہ قوت و اتحاد نے اردو کو ترقی کی راہوں پر گامزن کیا۔ ۲۴ نومبر ۱۸۰۰ء میں فورٹ ولیم کے باقاعدہ آغاز کے ساتھ انگریز کے تسلط اور حکمرانی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اردو زبان مضبوط ہوتی گئی مگر مسلم حکومت کمزور ہوتی گئی۔ تاریخ واضح کرتی ہے کہ پروان چڑھنے کے لیے زبانوں کا عروج و زوال، وقت اور بیرونی اختیار کا محتاج نہیں ہوتا۔ اس کے بولنے، پڑھنے اور لکھنے والے ہی اسے عروج بخشتے ہیں۔ انگریز حکومت کے زیرِ تسلط، اردو کا بہترین ادب تخلیق ہوا۔

قیامِ پاکستان کے بعد تینوں دساتیر میں اردو کو بطور قومی زبان تسلیم کیا گیا ہے۔ ۱۹۵۶ء کے آئین میں آرٹیکل ۲۱۴، ۱۹۶۲ء کے آئین میں آرٹیکل ۲۱۵ اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں آرٹیکل ۲۵۱ کے مطابق اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ اردو کو پاکستان کی سرکاری زبان بنایا جائے گا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں اردو کی حیثیت کے بارے میں رؤف پاریکھ کہتے ہیں کہ یہ آئین ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے پیش کیا تھا، لیکن یہ متفقہ آئین ہے اور اس پر اُس وقت کی تمام سیاسی جماعتوں نے اسمبلی میں بحث و مباحثے کے بعد اتفاقِ رائے سے دستخط کیے تھے۔ اس آئین کی شق دو سو اکیاون (۲۵۱) قومی زبان سے متعلق ہے اور اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

(1) The national language of Pakistan is Urdu, and arrangement shall be made for its being used for official and other purpose within fifteen years from the commencing day.

(2) Subject to clause (1); the English language may be used for official purpose until arrangements are made for its replacement by Urdu.

(3) Without prejudice to the status of national language, a provincial assembly may by law prescribe measures for the teaching promotion and use of a provincial language in addition to the national language.[7]

رؤف پاریکھ لکھتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کے لیے کیبنٹ ڈویژن کے ماتحت ایک ادارہ مقتدرہ قومی زبان یعنی National Language Authority قائم کیا گیا۔ مقتدرہ کے قیام کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ یہ ادارہ اردو کو بطور سرکاری اور دفتری زبان رائج کرنے کے لیے اقدامات کرے اور حکومت کو تجاویز دے۔ مقتدرہ کو یہ ذمہ داری بھی تفویض کی گئی کہ وہ صوبائی اور وفاقی پبلک سروس کمیشن کے امتحانات میں اردو کو امتحانات کی زبان کے طور پر اپنانے میں آسانیاں پیدا کرے اور لغات، اصطلاحات اور دیگر فنی و تکنیکی امور کے ضمن میں مطالعاتی مواد تیار کرے اور سرکاری ملازمین کی تربیت بھی اس طرح کرے کہ انھیں اردو کو بطور سرکاری اور دفتری زبان استعمال کرنے میں آسانی ہو۔ مقتدرہ ۱۹۷۹ء میں قائم ہوا اور اس نے اپنے کام کا آغاز کیا۔ اس کے سربراہان میں ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی، پروفیسر فتح محمد ملک، افتخار عارف اور ڈاکٹر انور احمد وغیرہ شامل ہیں۔ مقتدرہ کے مختلف شعبوں مثلاً دارالتصنیف، دارالترجمہ، دارالاشاعت، اردو اطلاعیات (یعنی انفارمیٹکس) نے نہایت جاں فشانی سے کام کیا۔ رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

> ”سرکاری دستاویزات کے تقریباً پچپن ہزار صفحات کا اردو میں ترجمہ کیا گیا جس میں سرکاری قواعد و ضوابط کا متن بھی شامل تھا۔ مقتدرہ نے تقریباً آٹھ سو (۸۰۰) کتابیں شائع کیں جن میں تقریباً اسّی (۸۰) لغات اور فرہنگیں، دفتری اصطلاحات اور فقروں کی فرہنگیں، تکنیکی و فنی الفاظ کی اصطلاحات کی لغات، سائنسی اصطلاحات کی فرہنگیں نیز سرکاری خط و کتابت کے راہ نما اصول اور نمونے، غیر ملکی زبانوں میں لکھی گئی عظیم کتابوں کے تراجم اور تقریباً ایک سو (۱۰۰) نصابی کتب بھی شائع کیں۔“[۸]

دیگر کئی اداروں نے بھی اس ضمن میں اپنی خدمات پیش کیں۔ انجمن ترقیِ اردو (کراچی)، اردو لغت بورڈ (کراچی)، اردو سائنس بورڈ (لاہور)، مجلس ترقی ادب (لاہور)، شعبۂ تصنیف و تالیف (جامعہ کراچی)، سائنٹیفک سوسائٹی (کراچی)، زرعی یونی ورسٹی (فیصل آباد)، پاکستان زرعی تحقیقاتی کونسل (اسلام آباد)، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی

(لاہور)، پنجاب یونی ورسٹی دائرہ معارفِ اسلامیہ (لاہور)، شعبۂ ترجمہ پنجاب اسمبلی (لاہور)، آل پاکستانی ایجوکیشنل کانفرنس (کراچی)، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی (اسلام آباد)، نیشنل بک فاؤنڈیشن (اسلام آباد) کے کارناموں کی وجہ سے اردو سرکاری زبان بنائے جانے کے لیے تیار ہوگئی۔ آج ۱۹۷۳ء کے آئین کو ۴۵ برس کا عرصہ گزر گیا تاحال اردو زبان کی حیثیت سرکاری طور پر مستحکم نہیں ہوسکی۔ اس سلسلے میں حکومت کو عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔

۱۹۷۳ء کے آئین کی شق ۲۵۱ کے نفاذ کے لیے عدالتِ عظمیٰ پاکستان نے قومی زبان کو سرکاری زبان کے طور پر رائج کرنے کے سلسلے میں واضح ہدایات پیش کی ہیں جو افتخار عارف نے ''قومی زبانِ اردو'' کے عنوان سے ادارہ فروغِ قومی زبان کے زیرِ اہتمام قومی مذاکرہ میں پیش کیں۔ درج ذیل میں اُن کی تفصیل ہے:

۱۔ وفاق کے زیرِ اہتمام کام کرنے والے تمام ادارے (سرکاری و نیم سرکاری اپنی پالیسیوں کا تین ماہ کے اندر اردو ترجمہ شائع کریں۔

۲۔ وفاق کے زیرِ انتظام کام کرنے والے ادارے (سرکاری و نیم سرکاری) تمام قوانین کا اردو ترجمہ تین ماہ میں شائع کریں۔

۳۔ وفاقی حکومت کی زیرِ انتظام کام کرنے والے تمام ادارے (سرکاری و نیم سرکاری) ہر طرح کے فارم تین ماہ میں انگریزی کے ساتھ اردو میں بھی فراہم کریں۔

۴۔ تمام عوامی اہمیت کی جگہوں مثلاً عدالتوں، تھانوں، ہسپتالوں، پارکوں، تعلیمی اداروں، بینکوں وغیرہ میں راہ نمائی کے لیے انگریزی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی بورڈ تین ماہ کے اندر آویزاں کیے جائیں گے۔

۵۔ پاسپورٹ آفس، محکمہ انکم ٹیکس، اے جی پی آر، آڈیٹر جنرل آف پاکستان، واپڈا، سوئی گیس، الیکشن کمیشن آف پاکستان، ڈرائیونگ لائسنس اور یوٹیلٹی بلوں سمیت تمام دستاویزات تین ماہ میں اردو میں فراہم کریں۔ پاسپورٹ کے تمام اندراجات انگریزی کے ساتھ اردو میں بھی منتقل کیے جائیں۔

۶۔ وفاقی حکومت کے زیرِ انتظام کام کرنے والے تمام ادارے (سرکاری و نیم سرکاری) اپنی ویب سائٹ تین ماہ کے اندر اردو میں منتقل کریں۔

۷۔ پورے ملک میں چھوٹی بڑی شاہراہوں کے کناروں پر راہ نمائی کی غرض سے نصب سائن بورڈ تین ماہ کے اندر انگریزی کے ساتھ اردو میں بھی نصب کیے جائیں۔

۸۔ تمام سرکاری تقریبات/استقبالیوں کی کاروائی مرحلہ وار تین ماہ کے اندر اردو میں شروع کی جائے۔

۹۔ صدر مملکت، وزیر اعظم اور تمام وفاقی سرکاری نمائندے اور افسر ملک کے اندر اور باہر اردو میں تقاریر کریں اور اس کام کا مرحلہ وار تین ماہ کے اندر آغاز کر دیا جائے۔

۱۰۔ اردو کے نفاذ و ترویج کے سلسلے میں ادارہ فروغِ قومی زبان کو مرکزی حیثیت دی جائے تاکہ اس قومی مقصد کی بجاآوری کے راستے کی رکاوٹوں کو مؤثر طریقے سے جلداز جلد دُور کیا جائے۔[۹]

کسی بھی زبان کو قومی سطح پر لاگو کرنے کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُسے ہر سطح پر درس وتدریس کا ذریعہ بنایا جائے۔ یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ انگریزی حکومت چلے جانے کے باوجود انگریزی زبان و تہذیب کے جال میں ہم بُری طرح پھنسے ہوئے ہیں۔ ابتدائی سطح پر درس وتدریس میں اُردو زبان کو لاگو کیا جائے پرائمری وثانوی سطح، اعلیٰ ثانوی سطح اور اعلیٰ تعلیمی درجوں میں بھی اُردو ہی کو نافذ کیا جائے۔ افسوس ناک بات تو یہ ہے کہ اعلیٰ ثانوی سطح تک تو اردو بطور لازمی مضمون پڑھائی جارہی ہے مگر اس کے بعد اردو مضمون اختیاری حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور انگریزی کی حیثیت بطور لازمی مضمون بی۔اے کی سطح پر جُوں کی تُوں برقرار ہے۔ یہ لمحۂ فکریہ ہے کہ اعلیٰ سطحوں پر پنجاب میں اردو بطور لازمی مضمون نہیں تو چاہے تمام دساتیر میں اُردو کو نافذ کرنے کی شق موجود ہو اور چاہے حکومت اور عدالتِ عظمیٰ بار بار قرار دادیں پاس کرے جب تک عملی طور پر اردو کا نفاذ ممکن نہیں بنایا جائے گا تب تک اردو کا وجود اور سالمیت خطرے میں رہے گی بقول ڈاکٹر وحید قریشی:

> ”صوبائی سطح پر علاقائی زبانوں کو پوری طرح نشو ونما کا حق ہے......ابتدائی درجوں میں آج بھی مضامین کی تدریس عملاً علاقائی زبانوں ہی میں ہو رہی ہے لیکن تعلیم کے اعلیٰ درجوں میں بعض مضامین میں اردو ذریعہ تعلیم ہے، بعض میں انگریزی، انگریزی اور اردو کی یہ دو عملی، تعلیمی نظام کے لیے بڑی تشویشناک ہے۔ اس کے نتائج خاصے تباہ کن ثابت ہو رہے ہیں۔ ملکی سالمیت کی خاطر یہ فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ مستقبل میں کون سی زبان قومی ہو گی۔“[۱۰]

نصاب کی تعریف ومفاہیم:

عملی طور پر اردو کے نفاذ کے لیے سب سے پہلی کاوش نصاب کو اعلیٰ بنیادوں پر استوار کرنا ہے۔ ۲۰۱۷ء میں صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو لازمی کی کتاب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ یعنی سولہ سال پُرانا نصاب پڑھایا جارہا ہے۔ دورِ حاضر جب کہ دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے ہر لحظہ نیا طور اور نئی برقِ تجلّی ہے اور نئی نسل، ایک پُرانا نصاب پڑھ رہی ہے۔ اس نصاب کا جائزہ لینا اس مقالے کا اہم مقصد ہے۔ اردو نصاب کا جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ عطش درانی لکھتے ہیں:

> ”زبان کی تحریری اور تقریری صلاحیت سے بہرہ ور ہونے کے لیے قلیل مدتی اور مفید نصابِ تعلیم آج کی ضرورت ہے جو معلومات افزا ہونے کے ساتھ ساتھ نفسیاتی اور ذہنی سطح پر قابل قبول ہو۔“[۱۱]

میر و غالب کی غزلیات یا قصہ و کہانیاں پڑھا کر ہم طالب علم کو مطالعۂ ادب کے قابل تو بنا سکتے ہیں۔ مگر ہمارا موجودہ کورس طالب علم کو روز مرہ معاملات میں اردو کے استعمال کی صلاحیت عطا نہیں کرتا سولہ سال پڑھنے کے باوجود ایک طالب علم نہ تو داخلہ فارم پُر کر سکتا ہے اور نہ ہی چھٹی کی درخواست لکھ سکتا ہے۔

بقول عطش درانی:

"اردو کا موجودہ نصاب محض روایتی ہے اور تدریسِ زبان کے جدید امور سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نصاب سازی ابھی تک جدید تحقیق سے دُور اور ادب پسند اور روایت پسند افراد کی مرہونِ منت ہے۔ ویسے بھی اردو کا نصاب عنوانات پر مشتمل (Thematic) ہوتا ہے جبکہ اسے لسانی تدریج پر مبنی ہونا چاہیے۔"[۱۲]

وزارتِ تعلیم کے لیے قومی شعبۂ نصابیات نے ۲۰۰۶ء میں نصاب تبدیل کیا جو پرائمری اور ثانوی سطح پر نافذ کیا گیا مگر اعلیٰ ثانوی سطح پر تاحال ۲۰۰۲ء کا نصاب پڑھایا جا رہا ہے اور مئی ۲۰۱۸ء میں ایک سرکاری مراسلہ کالجوں میں موصول ہوا کہ اعلیٰ ثانوی سطح پر مضامین کا نصاب تبدیل کیا جائے گا اور ۲۰۱۹ء میں لاگو کیا جائے گا۔ اوّل تو نصاب کو پنج سالہ بنیادوں پر بنانا چاہیے کہ ہر نصاب پانچ سال کے لیے پڑھایا جائے اور اُس کے بعد تبدیل کر دیا جائے مگر نصابات کی تبدیلی کا دورانیہ کبھی تو چار سال پر مشتمل ہوتا ہے اور کبھی دس، پندرہ سال گزرنے کے باوجود بھی نصاب تبدیل نہیں ہوتا۔ ہمارے حکمرانوں کو اس ضمن میں باعمل ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ اصلاحِ تعلیم کی تمام کوششیں بے سُود نظر آ رہی ہیں۔ ہمارا تعلیمی نظامِ تعلیم برائے تعلیم پر مبنی نظر آتا ہے۔ فہمیدہ عتیق لکھتی ہیں:

"تعلیم و تدریس اور عمرانیات کے تقاضوں اور اس علم (عمرانیات) کے اصولوں کو رہنما بنا لیا جائے تو تعلیم کا مقصد تعلیم برائے تعلیم نہیں بلکہ معاشرہ کے مادی اور روحانی نظام سے مطابقت رکھتے ہوئے ایسا نظام اور نصابِ تعلیم وضع کرنے میں آسانی پیدا ہوتی ہے جو معاشرے کا ساتھ دے اور اس کے تقاضوں سے نمٹنے کی صلاحیت بھی پیدا کرے۔"[۱۳]

مقالہ نگار کی سروے رپورٹ میں اساتذہ اور ماہرینِ مضمون میں سے اکثریت نے یہی رائے دی ہے کہ نصاب میں تبدیلی پنجسالہ ہونا ضروری ہے نیز وقت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ جدید ادب کی شمولیت کی بھی رائے دی گئی ہے۔ نصاب کی سُست رو تبدیلی کو اکثر اساتذہ نے تدریسِ اردو کے مقاصد کے حصول میں ایک بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے۔ اور واضح رائے دی ہے کہ نصاب کا نہ بدلنا یا جدید تقاضوں سے ہم آہنگ نہ ہونا اور درسی کتب پر اس کا اطلاق نہ ہونا بالکل درست نہیں۔ نصاب میں جدید لکھاریوں کو نظرانداز کر کے قدما تک محدود کر دینا اُردو زبان کی ترویج کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔

نصاب ۲۰۰۲ء کا جائزہ لینے سے قبل نصاب کے مفاہیم سے واقف ہونا از حد ضروری ہے۔ نصاب کا لفظ لاطینی کوریر (Currere) سے ماخوذ ہے جس کے معنی راستے کے ہیں اور اس راستے پر چل کر افراد اپنی منزلِ مقصود تک جا پہنچتے ہیں۔

ایس۔ ایم۔ شاہد نے مختلف ماہرینِ تعلیم کی نصاب سے متعلق تعریفوں کو یکجا کیا ہے۔ البرٹی اے اور البرٹی ای (Alberty A, Alberty E 1959) کے مطابق:

"نصاب ان تمام سرگرمیوں کی تنظیم اور پیش کش ہے جو سکول کی طرف سے طلبا کے لیے پیش کی جاتی ہے۔"

ایچ رابرٹ بیک اور ڈبلیو والٹر کوک (H. Robert Beck, W.Walter Cook) کے مطابق:

"طلبا کے ایسے تمام تعلیمی تجربات جو وہ سکول میں رہتے ہوئے حاصل کرتے ہیں نصاب کہلاتے ہیں۔"

(Blond's Encyclopedia of Education 1969) کے مطابق:

"نصاب کے دائرہ کار میں وہ تمام تجربات شامل ہیں جو بچہ سکول کے زیرِ رہنمائی حاصل کرتا ہے۔"

ایف۔ بوبٹ (F. Bobbit) اپنی کتاب (The Curriculum 1918) میں بیان کرتے ہیں کہ:

"نصاب ان تمام سرگرمیوں کی تنظیم اور پیش کش ہے جو سکول کی طرف سے طلبا کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔"

ایچ رابرٹ بیک اور ڈبلیو والٹر کوک (H. Robert Beck, W. Walter Cook) کے مطابق:

"طلبا کے ایسے تمام تعلیمی تجربات جو وہ سکول میں رہتے ہوئے حاصل کرتے ہیں نصاب کہلاتے ہیں۔"

Blond's Encyclopedia of Education 1969 کے مطابق:

"نصاب کے دائرہ کار میں وہ تمام تجربات شامل ہیں جو بچہ سکول کے زیرِ رہنمائی حاصل کرتا ہے۔"

ایف۔ بوبٹ (F. Bobbit) اپنی کتاب (The Curriculum 1918) میں بیان کرتے ہیں کہ:

"نصاب سے مراد مختلف سرگرمیوں اور افعال کا ایسا مجموعہ ہے جو بچے اور نوجوان اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرتے ہوئے تجربات کے ذریعے سے انجام دیتے ہیں اور معاشرے کے بالغ افراد کی طرح زندگی بسر کرنے کے قابل بننے کی کوشش کرتے ہیں۔"

ڈکشنری آف ایجوکیشن (1981) میں ڈیرک رونٹری 'Derek Rowntree' تحریر کرتے ہیں:

"تعلیمی ادارے کی ایسی تمام سرگرمیاں اور اس کا پورا نظام جو طلبا کی ضروریات، ان کی صلاحیتوں اور متعلقہ تعلیمی مقاصد کے حصول کو مدِ نظر رکھ کر ترتیب دیا جاتا ہے، نصاب کے دائرہ کار میں شامل ہے۔"

آر۔ڈال(R.Dall)اپنی تصنیف

"Curriculum Improvement: Decision Making" 1982

میں بیان کرتے ہیں کہ:

"نصاب سے مراد وہ تمام تجربات ہیں جو سکول کے زیرِ نگرانی وزیرِ رہنمائی طلبا کو فراہم کیے جاتے ہیں۔"

نصاب، دراصل ایک تجویز کردہ لائحہ عمل ہے جس میں تعلیم کے خواص، مضامین اور مقاصد کا تعین، تدریسی مواد کا انتخاب، اس مواد کی طلبا تک منتقلی اور نصابی مقاصد کے جائزے کا ایک طریقہ کار شامل ہے۔ گویا نصاب مرتب کنندگان سے لے کر امتحانی طریقہ کار تک کا سارا سفر ایک پورے نظام کا جائزہ ہے۔ اساتذہ و طلبا کے تجربات، باہم رابطے، سوال و جواب کی ترتیب و تنظیم، طلبا کی ذہنی و جسمانی صلاحیتیں، دراصل ایک پورے نظام کی ترتیب و تنظیم ہے اور آخر میں ایک جائزہ، جس سے اندازہ ہو سکے کہ نصابی مقاصد کس حد تک پورے ہوئے ہیں۔

تعلیمی نظام کی کامیابی میں نصاب ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ نصاب کو فلسفہ، نفسیات اور عمرانیات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ وہی نصاب مثالی اور کامیاب کہلائے گا جس میں علم کی نوعیت کو بھی مدِ نظر رکھا جائے، طالب علم کی نفسیات بھی پیشِ نظر ہوں نیز وہ معاشرے کی ضروریات کو مدِ نظر رکھ کر مرتب کیا جائے۔ ایس۔ ایم شاہد نے نصاب کے مختلف مفاہیم گلیٹ ہارن(Glathorn)کے مطابق یوں بیان کیے:

۱۔ مثالی نصاب(The Ideal Curriculum) یہ وہ نصاب ہے جو ماہرین پیش کریں اسی لیے اس کو تجویز کردہ نصاب(Recommended Curriculum) بھی کہتے ہیں اور یہ سب سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔

۲۔ موضوعاتی نصاب(The Entitlement Curriculum): یہ وہ نصاب ہے جو معاشرہ اپنے افراد کے لیے تجویز کرتا ہے یا معاشرہ جس کی طلب یا تقاضا کرتا ہے۔

۳۔ تحریری نصاب (The Intended or Written Curriculum): یہ وہ نصاب ہے جو ادارے اپنے طلبا کے لیے وضع کرتے ہیں۔ اس نصاب کو ادارے عام طور پر سلیبس(Syllabus)کہتے ہیں۔

۴۔ تائیدی نصاب (The Available or Supported Curriculum): ایسا نصاب جو انسانی اور مادی وسائل کے تابع اور ان کی تائید کے لیے بنایا جائے اور وسائل کی بہم رسائی(Provision) کے ساتھ پڑھایا جائے۔

۵۔ نافذ العمل نصاب (The Implemented Curriculum): یہ وہ نصاب ہے جو اصلاً کمرہ جماعت میں لاگو ہو۔

۶۔ ماحاصل یا فائز المرام نصاب (The Achieved Curriculum): اس سے مراد وہ نصاب ہے جو طلبا نافذ العمل نصاب کے ذرائع اور اپنے اساتذہ سے باہم اختلاط کے بعد حاصل کرتے ہیں یا سیکھ لیتے ہیں۔

۷۔ درجاتی نصاب (The Attained Curriculum): تحریری نصاب پڑھانے کے بعد طلبا کے تعلّم کی بذریعہ امتحانات پیمائش کی جاتی ہے۔ اس کے نتائج سے طلبا کی تعلیم کا درجہ اور معیار پرکھا جاتا ہے۔ اس حوالہ سے طلبا نے جس درجے کا مواد ازبر کیا ہوتا ہے اس کو درجاتی نصاب کہتے ہیں۔"[۱۵]

مندرجہ بالا بیان کیے گئے مفاہیم و درجات سے دراصل نصاب کے مکمل دائروی تسلسل کا ایک ماڈل بن جاتا ہے۔ عمومی و خصوصی مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے، ماہرین کی رائے و سفارشات سے بننے والا نصاب، جس کی طلب معاشرہ بھی کرتا ہے اور ادارہ بھی۔ پھر وہ کمرۂ جماعت میں لاگو ہوتا ہے جس میں وسائل و معاونات کے ذریعے طلبا کو پڑھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد امتحانات کے ذریعے اس بات کا اندازہ لگایا جاتا ہے کہ نصاب کے مقاصد کس حد تک پورے ہوئے ہیں یہ ماڈل یوں بنے گا:

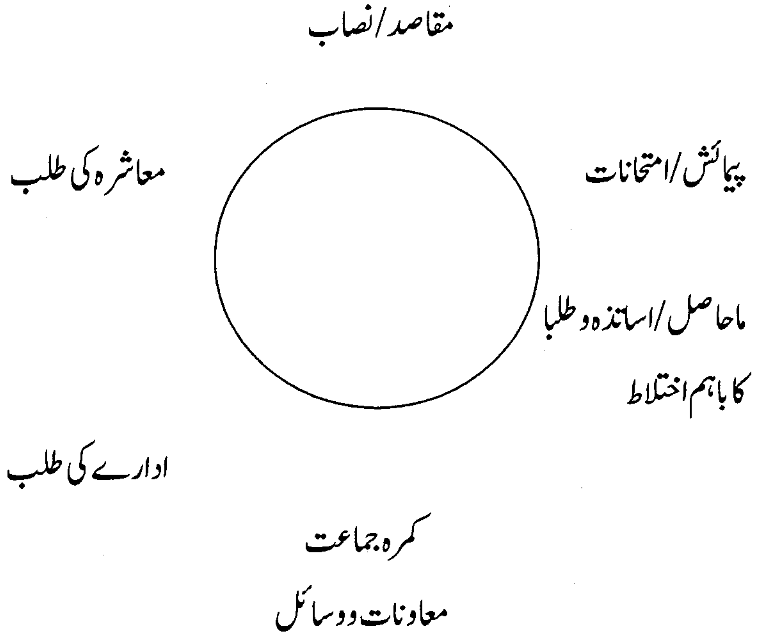

نصاب سازی:

نصاب کی ترتیب و تشکیل اور تدوین و تنظیم میں کئی نکات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ صوبائی ٹیکسٹ بک بورڈ وزارتِ تعلیم کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ بورڈ کے چیئرمین نصابی کمیٹیاں تشکیل دیتے ہیں جبکہ نصابی پالیسی حکومت کی

جانب سے تشکیل دی جاتی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات قابل غور ہے کہ نصابی کمیٹی کے ارکان میں صوبے کے تمام ضلعوں کے تعلیمی اداروں سے ایک ایک سینئر پروفیسر، لیکچرر کی شمولیت ضروری کر دی جائے۔ ۲۰۰۲ء کے قومی نصابی کمیٹی کے اراکین کی تعداد ۱۲ ہے۔ اگر نصابی کمیٹی میں اساتذہ کی تعداد بڑھا دی جائے کیونکہ اساتذہ کا تعلق تدریس و تعلیم سے ہے۔ طلبا کی تدریس سے متعلق مسائل اور نصاب کے منتخب مواد کے اطلاق اور نتائج کا اندازہ ایک اُستاد سے بڑھ کر کوئی نہیں کر سکتا۔

اکیسویں صدی کے آغاز میں ہی نصابی اصلاحات کا منصوبہ بنایا گیا تاکہ نصاب کو جدید تقاضوں کے مطابق ڈھالا جا سکے۔ اس سلسلے میں حکومت پنجاب نے ۱۳۶ اور حکومت سرحد نے ۱۹ مسودات نصاب برائے لسانیات، سماجی/معاشرتی علوم وغیرہ جماعت اوّل تا دوازدہم وزارتِ تعلیم کو ارسال کیے جبکہ حکومت سندھ اور بلوچستان کے رائج قومی نصاب پر اپنے اپنے تبصرے اور تجاویز وزارتِ تعلیم کو بھیجیں۔

تجدیدِ نصاب کے نمایاں پہلو جو نصاب اردو لازمی برائے جماعت یازدہم ودوازدہم (۲۰۰۲ء) میں موجود ہیں۔ وہ نصاب کے پیش لفظ میں یوں درج ہیں:

۱۔ مقاصد میں تکرار ختم کیا گیا۔

۲۔ دونوں جماعتوں (اعلیٰ ثانوی سطح) کے لیے الگ الگ لوازمہ نصاب اور امتحانی پرچوں کی تقسیم کی گئی۔

۳۔ دونوں جماعتوں (اعلیٰ ثانوی سطح) کے لیے الگ الگ کتب ہوں گی۔

۴۔ ادبا و شعرا کی تعداد میں اضافہ کیا گیا۔

۵۔ اردو زبان کو زیادہ سے زیادہ فنکشنل بنانے پر زور دیا گیا۔ [۱۶]

نصابی جائزے کا ماڈل:

نصاب کا جائزہ کئی نکات کے تحت لیا جا سکتا ہے۔ نصاب میں ایک متن پیش کیا جاتا ہے وہ متن سبقی مواد کہلاتا ہے۔ اس مواد کو چند عمومی و خصوصی مقاصد کے تحت ترتیب دیا جاتا ہے۔ نصاب صرف مواد پر ہی مشتمل نہیں بلکہ یہ ایک منظم سرگرمی ہے جو تعلیمی مقاصد کے حصول کے لیے مرتب کی جاتی ہے۔ نصاب نہ صرف ثقافتی اقدار کا فروغ ہے بلکہ یہ ہمارے اقدار کی حفاظت بھی کرتا ہے۔ نصاب ہمارے اجداد کے تہذیبی ورثے کا محافظ بھی ہے اور اس کی منتقلی کا ذریعہ بھی۔ اردو زبان کا تحفظ اور نفاذ ہماری قومی اقدار میں اوّلین حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ہمارا قومی فریضہ ہے۔ اردو نصاب میں موجود مقاصد کا حصول ہی دراصل اردو زبان کا تحفظ ہے۔ اگر ہم تعلیمی سفر کے دوران نصاب کے مقاصد کے حصول میں کامیاب ہو جائیں تو اصل میں ہم اردو زبان کے فروغ اور ترویج میں کامیاب ہو جائیں گے۔ نصاب ہمارے لیے ایک تجربہ

ہے اور تعلیمی درسگاہیں، اس تجربے کے لیے عملی فضا میسر کرتی ہیں اور امتحانات اس تجربے کے نتائج پر مبنی ہیں۔ نصاب معاشرتی فلاح و بہبود کا ایک مکمل منصوبہ ہے۔ کوئی شعبہ ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتا جب تک اُس کے مقاصد ایک دستاویز کی شکل میں متعین نہ کر دیے جائیں۔ ہر فرد کی کامیابی نصاب سے جُڑی ہے، ہر ادارے کی کامیابی نصاب سے جڑی ہے بلکہ نصاب وہ پہلی اینٹ ہے جو زمین کی گہرائیوں میں نصب کی جاتی ہے جس پر قوم کے نوجوانوں کا مستقبل تعمیر ہوتا ہے۔ اگر یہ اینٹ، صحیح طریقے سے گاڑی جائے تو اس پر ملت کے نوجوانوں کا مستقبل ایک متناسب و متوازن عمارت کی صورت میں تعمیر ہو گا۔ نصاب، دراصل ایک پورے معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ ہے اور نصاب میں مقاصد اور مواد اس طرح ترتیب دینے چاہییں جو اردو زبان سکھانے میں مدد و معاون ثابت ہوں۔ نصاب کا جائزہ بھی انہی نکات کے تحت لیا جانا چاہیے کہ آیا نصاب عملی زندگی میں کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ نصاب کے مقاصد کا حصول بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان مقاصد کا حصول کس طرح ممکن بنایا جا سکتا ہے؟ مقاصد کے حصول کا ماڈل امریکا کا ایجاد کردہ ہے اس ماڈل کا بانی آر۔ ٹیلر (Ralph Tyler) کو گردانا جاتا ہے۔ جب کہ اس کو ٹھوس شکل دینے میں بنجمن ایس بلوم (Benjamon S. Bloom) نے اپنا کردار ادا کیا۔ ایس ایم شاہد کہتے ہیں:

"تدوینِ متن کے عمل میں پروگرامی تدریس اور خود تعلیمی (self learning) کے لیے تکنیکی لحاظ سے اس ماڈل نے دُنیا بھر میں بہت شہرت حاصل کی۔"[۱۷]

تعلیمی مقاصد کی نشاندہی اور حصول دراصل مکمل طور پر نصاب کا احاطہ کرتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ نصاب، درسی کتاب و امتحانی نظام نیز اردو کی تدریس میں تعلیمی مقاصد ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ مقاصد کے بغیر نصاب یا درسی کتاب کی بات کرنا بے سُود ہے۔ بلوم اور اس کے رفقائے کار کی متعین کردہ تعلیمی مقاصد کی درجہ بندی (Bloom's Taxonomy of Educational Objectives) کو تین (۳) میدانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے جو تعلیمی مقاصد کی نشاندہی اور تدوین میں ایک کارآمد ذریعہ ہیں۔ اردو لازمی کے گیارھویں اور بارھویں جماعت کے نصاب میں عمومی سفارشات میں شق نمبر ۴ بلوم ٹیکسانومی سے متعلق ہے جو درج ذیل ہے:

"درسی کتب کی مشقوں میں کم از کم ۲۰ فیصد معروضی انداز کے سوالات شامل کیے جائیں، نیز ان سوالات کی تیاری میں بلوم ٹیکسانومی کے ہر درجے کا خیال رکھا جائے۔"[۱۸]

بلومز ٹیکسانومی کے میدانوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ وقوفی میدان (Cognitive Domain)

اس میدان کا تعلق سوچنے، جاننے اور مسائل کے حل کرنے سے ہوتا ہے۔

۲۔حسیاتی میدان(Effective Domain)

اس میدان میں ایسے مقاصد شامل ہیں جن کا تعلق رویوں، اقدار، دلچسپیوں، خواہشات اور معاشرتی و جذباتی ہم آہنگی سے ہوتا ہے۔

۳۔ نفسی حرکی میدان(The Psychomotor Domain)

اس میدان میں شامل مقاصد کا تعلق حرکی مہارتوں مثلاً ایسی سرگرمیوں کی انجام دہی سے ہے جن میں جسم کے مختلف حصوں کو استعمال کیا جاتا ہو۔[۱۹]

یہ درجہ بندیاں نہ صرف مقاصد کو مخصوص کرتی ہیں بلکہ اساتذہ اور نصاب مرتب کرنے والے افراد کی رہنمائی کرتی ہیں کہ وہ کس طرح اسباق یا ٹیسٹ کی تشکیل کریں۔ امتحانات میں بھی یہ رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ ان تینوں میدانوں کی تفصیل یوں ہے:

ا۔ وقوفی میدان:

اس کی درجہ بندی کا تعلق معلومات کے یاد رکھنے اور ذہنی قابلیتوں اور مہارتوں کی ترقی سے ہے۔ یہ درجے ذہنی قابلیتیوں کی مرحلہ وار ترتیب پیش کرتے ہیں۔ یہ آسان سے پیچیدہ وقوفی عوامل کی جانب بڑھتی ہے گویا تدریج کے اصول پر مبنی ہیں۔ یہ درجات ایس۔ ایم۔ شاہد نے ایک میزان کی شکل میں یوں بیان کیے:

تجربہ۔
- جائزہ لینا
- پیمائش کرنا
- موازنہ کرنا
- انتخاب کرنا
- اندازہ لگانا وغیرہ

ترکیب
- مقابلہ کرنا
- بیان کرنا
- ڈیزائن بنانا
- ترتیب دینا
- یکجا کرنا
- اکٹھا کرنا
- ساخت کرنا
- سیٹ کرنا
- تنظیم کرنا
- تیار کرنا

تحلیل۔
- تمیز کرنا
- تجزیہ کرنا
- فرق بیان کرنا
- حساب لگانا
- آزمانا
- موازنہ کرنا
- تنقید کرنا
- حل کرنا

اطلاق۔
- ترجمہ کرنا
- مفہوم بیان کرنا
- اطلاق کرنا
- استعمال کرنا
- مظاہرہ کرنا
- شکل بنانا
- خاکہ بنانا

تفہیم۔
- دوبارہ بیان کرنا
- بیان کرنا
- وضاحت کرنا
- شناخت کرنا
- رپورٹ کرنا
- ریویو کرنا
- بنانا

علم۔
- تعریف کرنا
- دہرانا
- اندراج کرنا
- فہرست بنانا
- نام لینا[۲۰]

بلوم کے وقوفی میدان کی اقسام کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(i) علم (Knowledge)

یہ وقوفی میدان کے سب سے نچلے درجے کے مقاصد ہیں جن کا تعلق حقائق و معلومات کو یاد کرنے سے ہے۔ یہ علم کی پیداوار کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ یہ سطح ہر قسم کے فہم سے پاک ہوتی ہے اور معلوماتی عناصر کو محض یاد کرنے سے تعلق رکھتی ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویے میں یاد کرنا، بیان کرنا، شناخت کرنا، فہرست بنانا اور بتانا وغیرہ شامل ہیں۔

مثال کے طور پر بارھویں جماعت کے سبق "محنت پسند خرد مند" کے مشکل الفاظ کی فہرست بنائیں اور اُن کے معنی تلاش کریں یا حفیظ تائب کی نعت کے مشکل الفاظ کی فہرست بنائیں اور معنی لکھیں۔

(ii) تفہیم/ادراک (Comprehension)

یہ پہلے درجے سے زیادہ پیچیدہ ہے۔ اس میں یاد کردہ اور دماغ میں ذخیرہ شدہ معلومات کی وضاحت اور توضیح شامل ہے اور پیش گوئی کا انحصار پہلے یاد کردہ مواد پر ہوتا ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں نثر نگاری، خلاصہ بیان کرنا، توضیح کرنا، تحریف کرنا، تخفیف کرنا اور توثیق کرنا وغیرہ شامل ہے۔

مثال کے طور پر بارھویں جماعت میں شامل بیگم اختر ریاض الدین کے سبق "ہوائی" کے اقتباس کی تشریح کریں

یا

گیارہویں جماعت کے سبق 'ادیب کی عزت' کا خلاصہ بیان کرنا۔

(iii) اطلاق (Application)

یہ گزشتہ یاد کردہ مواد، تصورات، قوانین، اصول اور نظریات کو نئی صورتِ حال میں استعمال کر کے نئے مسئلے کو حل کرنے کی صلاحیت ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں حل کرنا، تجدید کرنا، اطلاق کرنا، شمار کرنا، مظاہرہ کرنا، تعمیر کرنا، ادا کرنا شامل ہے۔

(iv) تحلیل (Analysis)

اس کا تعلق کُل کو اس کے اجزاء میں تقسیم کرنے، ان کے باہمی تعلقات معلوم کرنے، یکساں عوامل کو ان کے مختلف اجزاء سے علیحدہ کرنے اور زیرِ نظر شامل نظریے کی شناخت کرنے سے ہے۔ یہ اپنی اعلیٰ ترین صورتِ حال میں اسباب معلوم کرنے کا عمل ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں علیحدہ کرنا، تفریق کرنا، تفاوت بیان کرنا، تجزیہ کرنا اور اقسام بندی کرنا شامل ہے۔

(v)ترکیب(Synthesis)

یہ مختلف جداگانہ اجزاء کو ملا کر ایک نئے اور مکمل کل میں اکٹھا کرنے کی صلاحیت ہے۔ یہ شناخت اور دوبارہ منظم کرنے، تدوین کر کے ایک بالکل نئی اور تازہ شکل دینے کا عمل ہے۔ یہ ایک قسم کی تخلیقی سرگرمی ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں نمونہ بندی کرنا، تخلیق کرنا، ترکیب، تشکیل کرنا، نتیجہ اخذ کرنا، تعمیم کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

(vi)تجزیہ(Evaluation)

یہ دیئے گئے معیار کے مطابق پرکھ/جانچ کرنے کی صلاحیت ہے۔ جانچ/پرکھ میں اعلیٰ سطح کا تفکر شامل ہے۔ یہ وقوفی میدان کا سب سے بلند درجہ ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں تنقید کرنا، مساوات کرنا، نتیجہ اخذ کرنا، جائزہ لینا، دفاع کرنا، موازنہ کرنا، تفاوت کرنا، جانچ کرنا شامل ہیں۔[۲۱]

مثلاً اعلیٰ ثانوی سطح کے اردو نصاب اور درسی کتاب کا بلوم ٹیکسانومی کے تحت جائزہ لینا۔

گویا یہ میدان طلبا کی ذہنی کارکردگی کا احاطہ کرتا ہے یعنی طلبا کا سبق یاد کرنا، دہرانا، معلومات کا ترجمہ کر کے اپنے الفاظ میں پیش کرنا، مسائل کے حل کے لیے نئی مہارتوں کا اطلاق، کسی واقعے کی جزئیات کو علیحدہ بیان کرنا اور آخر میں اپنی رائے پیش کرنا اسی درجہ بندی کے زمرے میں آتے ہیں اسی طریق تدریس پر طلبا کے ذہن وسوچ کو متحرک کیا جاسکتا ہے۔

۲۔حسیاتی میدان(Affective Domain)

حیاتیات کی زبان میں یہ میدان اخراجِ توانائی(Energy Releases) کے زمرے میں آتی ہے۔اس سطح پر حاصل کردہ معلومات طالب علم کی ذات کا حصہ بن جاتی ہیں۔بنیادی طور پر اس کی پانچ اقسام ہیں۔

(i)وصول کرنا(Receiving)

یہ ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ یہ پیش کیے جانے والے مواد کے بارے میں متعلم کی توجہ یا آگاہی کے بارے میں ہوتا ہے۔ یہ بیان کرتا ہے کہ ابلاغ پر توجہ دی جائے گی۔ طالب علم کے متعلقہ رویوں میں سننا، توجہ دینا، بیان کرنا، شناخت کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

مثال کے طور پر مومن خان کی غزل:

؎ اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا
رنج راحت فزا نہیں ہوتا

جو گیارہویں جماعت کی اُردو لازمی درسی کتاب میں موجود ہے اُس کو سُن کر طلبا دلچسپی کا مظاہرہ کریں۔

(ii)ردِّ عمل کرنا(Responding)

یہ قسم آگاہی سے آگے تک جاتی ہے اور طالب علم کے کسی قسم کے ردِّ عمل کا باعث بنتی ہے جس میں اطمینان / تسلی کے احساسات شامل ہیں۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں جواب دینا، پڑھنا، تسلیمات کرنا، ادا کرنا، عمل درآمد کرنا، پیروی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

(iii)قدر شناسی(Valuing)

یہ درجہ طالب علم کی وابستگی اور کسی خاص شے، مواد یا رویے کے بارے میں اس کی افادیت / قدر کو ظاہر کرنا ہے۔ کسی طالب علم کی اقدار مختلف ہو سکتی ہیں لیکن ان کی دریافت ناممکن نہیں ہوتی۔ کسی کی افادیت / قدر شناسی کا اندازہ اس کے رویے سے لگایا جا سکتا ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں مدعو کرنا، انصاف کرنا، دلالت کرنا، تبلیغ کرنا شامل ہیں۔

مثال کے طور پر بارھویں جماعت کی ''سرمایۂ اردو'' میں مولوی نذیر احمد کے سبق ''اکبری کی حماقتیں'' کی مشق کا ایک سوال ہے کہ

س: بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ مولوی نذیر احمد اپنے ناپسندیدہ کرداروں کے عیب بیان کرتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں اکبری کی حماقتیں معاشرتی نوعیت کی ہیں یا انھیں بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے؟

اب طالب علم اپنی ذہنی و حسیاتی توانائی کو استعمال میں لا کر مولوی نذیر احمد کے کرداروں کا معاشرتی تجزیہ بھی کرے گا اور اپنی رائے کی بھی تبلیغ کرے گا اور دلائل سے نقطۂ نظر کی حمایت یا مخالفت کرے گا۔

(iv)تنظیم(Organization)

اس میں اقدار کی تصور سازی، ان کے باہمی تعلقات کی توضیح اور ایک قدری نظام کی تنظیم ہے۔ اس میں مختلف اقدار کو اکٹھا کرنا شامل ہے اور ایک مماثل قدری نظام کو قائم کرنا ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں نعم البدل کو یکجا کرنا، تعیم کرنا، تشکیل کرنا اور تنظیم کرنا شامل ہے۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ وہی نصاب کامیاب کہلائے گا جو اسلام کے تقاضوں کے مطابق ہو اور اسلامی اقدار کی روح اُس میں جاری و ساری ہو۔ یعنی حسیاتی میدان میں اقدار کی تصور سازی اور ایک قدری نظام کی تنظیم یہی ہے کہ ہمارے نصاب میں ایک مکمل اسلامی اقدار کے نظام کو ترتیب دینے کی صلاحیت موجود ہو۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں: ''نصابِ تعلیم میں اسلام کو بنیادی اکائی ہونا چاہیے۔''[۲۲]

گیارھویں جماعت کی اردو لازمی کی کتاب کا پہلا مضمون "اسوۂ حسنہ" ہے اور منظومات میں بھی حمد اور نعت کو شامل کیا گیا ہے جبکہ بارھویں جماعت کی اردو لازمی کی کتاب میں پہلا مضمون "مناقبِ عمر بن عبدالعزیز" اور منظومات میں حمد و نعت کو شامل کیا گیا ہے۔

(v) اقدامی نظام کی کردار سازی/تعین قدر (Characterization of a Value Complex)

یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے جس میں طرزِ زندگی کا تعین کرنا شامل ہے جو ایک دوسرے سے ہم آہنگ سرگرمیوں کے وسیع تر حلقے کا احاطہ کرتا ہے اس درجے کا حصول صرف بالغ زندگی میں ممکن ہے اور یہ کسی فرد کے فلسفہ حیات کا عکاس ہوتا ہے۔ یہ اس کے عقائد، رجحانات اور خیالات کو ایک کُل میں یکجا کرتا ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں ادا کرنا، یقین رکھنا، تعلیم یافتہ ہونا، سوالات کرنا، متاثر کرنا وغیرہ شامل ہے۔

مثال کے طور پر بارہویں جماعت کی "سرمایۂ اردو" میں شامل مضمون "دہشت گردی" کے حوالے سے طلبا کا دہشت گردی کی مخالفت کرنا۔

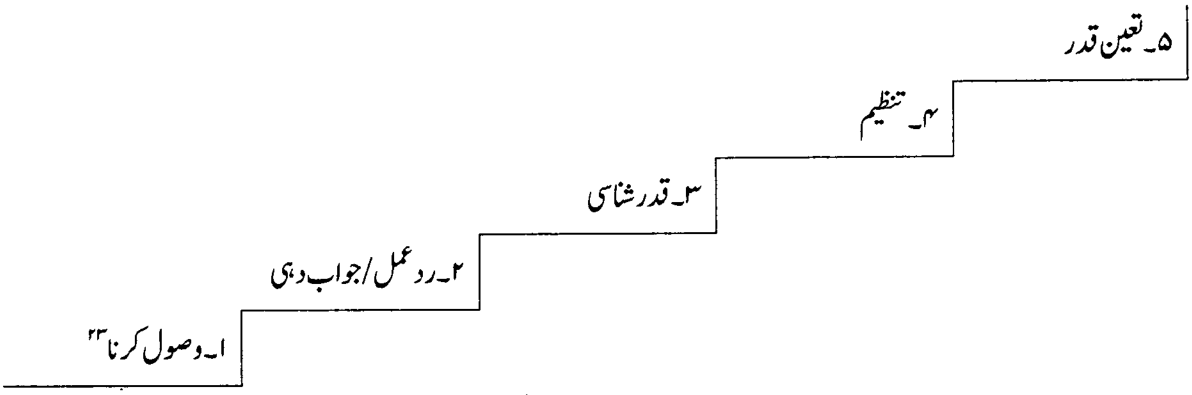

گویا حسیاتی میدان، وقوفی میدان سے اگلا قدم ہے۔ اس سطح پر طالب علم مختلف موضوعات جو استاد پیش کرتا ہے اُس کی طرف متوجہ ہو کر نہ صرف سوالات کے جوابات دیتا ہے بلکہ ہدایات کی پیروی کرتا ہوا ردِ عمل کا اظہار کرتا ہے اور اقدار کے تعین کے بعد کسی ایک نقطۂ نظر کی پیروی کرتا ہوا اپنی رائے قائم کرتا ہے اور ایک خاص طرزِ زندگی کو متعین کرتا ہے یا اپنے لیے ایک لائحہ عمل چُن کر اُس پر اپنی منزلِ مقصود کی جانب چل پڑتا ہے۔

اعلیٰ ثانوی سطح پر طالب علم اپنے مستقبل کے لیے کسی ایک پیشے کا چناؤ کر کے اس سے متعلقہ مضامین کا انتخاب کرتے ہیں جیسے پری میڈیکل، پری انجینئرنگ، آئی۔ سی۔ ایس۔ جنرل سائنس، آئی کام، اور آرٹس کے صدہا شعبے اور ہر گروپ میں اردو بطور لازمی مضمون پڑھائی جاتی ہے۔

(ج) نفسِ حرکی(The Psychomotor Domain):

اس میدان کا تعلق طبعی حرکات سے ہے۔ان سے طالب علم میں اشیاء کو استعمال کرنے اور عمومی طور پر اعضاء کے استعمال کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ بلوم (Bloom) کے نزدیک ثانوی مدارس یا کالجوں میں نفسی حرکی صلاحیتوں کا شاذ ونادر ہی جائزہ لیا جاتا ہے تاہم لیبارٹری میں، تحریری یا زبانی امتحانات کا بھی ایک حد تک نفسِ حرکی خاصیتوں پر انحصار ہے۔ چنانچہ جب بچہ لکھنے کی مشق کرتا ہے۔ کوئی الفاظ یا جملے مخصوص لہجے میں بولنے کی کوشش کرتا ہے یا لیبارٹری میں کوئی تجربہ کرتا ہے وہ نفسِ حرکی قابلیتوں کو بروئے کار لاتا ہے۔

نفسِ حرکی کے استعمال میں وقوفی اور حسیاتی قابلیتوں کا بھی استعمال ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح ذہن و عمل لفظ و معانی کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح درس وتدریس میں وقوفی، حسیاتی اور نفسِ حرکی صلاحیتوں کا آپس میں مدغم ہونا ہی بہترین نصابی مقاصد کی تشکیل و تکمیل کے لیے ضروری ہے۔

انیتا ہیرو(Anita Harrow)نے حسی وحرکی سرگرمیوں کی متعلقہ درجہ بندی(۱۹۷۲) میں کی۔اس میں سادہ سے پیچیدہ حرکی سرگرمیوں کی چھ اقسام شامل ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(i)غیر ارادی حرکات(Reflex Movements)

یہ کسی محرک رد عمل کے طور پر کی جانے والی غیر ارادی حرکات ہوتی ہیں۔ یہ بنیادی طور پر فعلی ہوتی ہیں اور تاحیات فروغ پاتی رہتی ہیں۔اس میں سکڑنا، سخت ہونا، آرام کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

(ii)بنیادی حرکات(Fundamental Movement)

یہ جسمانی حرکت کے نمونوں کو بیان کرتی ہیں۔ مثلاً چلنا، دوڑنا، اُچھلنا، دھکیلنا، اُٹھانا یا کھینچنا اور اشیاء کو سلیقے سے برتنا وغیرہ۔

(iii)ادراکی صلاحیتیں(Preceptual Abilities)

اس میں حس حرکتِ عضلہ، تفریق کرنا، نظری/ظاہری تفریق جنسی تفاوت، آنکھوں اور ہاتھ کی ہم آہنگی، آنکھ اور پاؤں کی ہم آہنگی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ متعلم کو محرک کی ترجمانی کرنے میں معاونت کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے ماحول میں مطابقت حاصل کر سکے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں جھکنا، اُچھلنا، لکھنا، کھانا وغیرہ شامل ہیں۔

(iv)جسمانی صلاحیتیں(Physicial Abilities)

یہ کسی فرد کی جسمانی قوت سے تعلق رکھتی ہیں اور ان میں قوتِ برداشت، لچک، مستعدی اور ہنر مندی وغیرہ شامل ہیں۔

(v)مہارتی حرکت(Skilled Movement)

یہ مستعدی سے کی جانے والی پیچیدہ حرکات کو بیان کرتی ہے جیسا کہ کھیلوں، ڈانس اور آرٹس وغیرہ میں کی جاتی ہے۔ طلبا کے متعلقہ رویوں میں ٹائپنگ، سکٹنگ، طلاکاری، شعبدہ بازی، کھیل اور موسیقی کے آلات بجانا وغیرہ شامل ہیں۔

صُوبہ پنجاب کے سرکاری کالجوں میں سپورٹس کو ایک علیحدہ حیثیت دی گئی ہے۔ سائنس اور آرٹس کا کوئی بھی طالب علم اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ بیڈمنٹن، کرکٹ، باسکٹ بال، ہائی جمپ وغیرہ کو ٹائم ٹیبل میں شامل کرنے کی ہدایات بھی حکومت کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ ٹائپنگ کا رُجحان عام طلبا میں ناقابل یقین حد تک کم ہے۔ حتیٰ کہ کمپیوٹر کا طالب علم بھی مستعدی سے ٹائپنگ نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اردو کو روز مرہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے تو عملی طور پر طلبا کے اندر کمپیوٹر سیکھنے سکھانے کا شوق پیدا کرنا بے حد ضروری ہے۔

(vi)غیر مذاکراتی ابلاغ/غیر استدلالی ابلاغ (Non-Discuss)

یہ ان رویوں کو بیان کرتا ہے جس میں حرکی ابلاغ شامل ہے، مثلاً سادہ اور نفیس ابلاغ کے لیے چہرے کے تاثرات سے کام لینا، اس میں وجوہ کی بجائے وجدان کا دخل زیادہ ہوتا ہے۔ اس درجے میں مقاصد کا تعلق کنایات، اشارات، چہرے کے تاثرات اور تخلیقی تاثرات کے ذریعے بیاناتی حرکات سے ہے۔[۲۴]

بلومز کے بیان کردہ مقاصد کی درجہ بندیوں سے ایک متعلم، طالب علم کے کردار و عمل میں کئی مثبت تبدیلیاں لا سکتا ہے اور یہ تینوں وقوفی، حسیاتی اور نفسِ حرکی میدان درس وتدریس میں فکر و عمل کو تقویت بخشتے ہیں تاکہ اُستاد اور شاگرد دونوں ایک لائحۂ عمل کے تحت سلسلۂ تدریس کو جاری رکھ سکیں۔ نصاب کی مقاصد متعین کرنے میں یہ درجہ بندیاں نصاب مرتب کرنے والے ممبران و اساتذہ کرام کے لیے رہنما ثابت ہوتی ہیں نیز دورانِ تدریس ٹیسٹ کی تشکیل اور جائزے کا آلہ کار ہیں۔

تدریسِ اردو کے عمومی و خصوصی مقاصد بحوالہ نصاب اردو لازمی (۲۰۰۲ء)

وزارتِ تعلیم، قومی شعبۂ نصابیات کے نصابِ اردو (لازمی) جو ۲۰۰۲ء میں گیارہویں اور بارہویں جماعت کے لیے پیش کیا گیا اُس میں اردو تدریس کا عمومی/قومی مقصد طالب علم میں یہ احساس وشعور پیدا کرنا ہے کہ:

الف: اردو تحریکِ پاکستان کے اہم عوامل میں شامل ہے۔

ب: اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور ملک کے ہر حصے کے لیے ذریعۂ اظہار اور وسیلۂ اتحاد ہے۔

ج: اردو پاکستان اور متعدد دیگر ممالک میں بولی، سمجھی اور پڑھی جاتی ہے۔

د: اردو تمام علوم فنون اور جدید تقاضوں کے لیے موزوں ہے۔

ہ: اردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ و تراکیب کو اپنانے کی صلاحیت موجود ہے۔

و: اردو ابلاغِ عامہ کی مؤثر زبان ہے۔

ز: طالب علم سائنس اور ٹیکنالوجی کی جدید ترقیات سے آگاہی حاصل کرے۔

ح: اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کے متعلق ضروری معلومات و تصورات حاصل کرے۔

ط: اردو ادب کی کتابوں سے حسبِ استعداد استفادہ کرے۔[۲۵]

اگر اردو لازمی کی گیارہویں اور بارہویں جماعت کے مشمولات کا جائزہ مندرجہ بالا عمومی مقاصد کے تحت لیا جائے تو اِن نو(۹) مقاصد میں سے تین یا چار مقاصد ہی کچھ حد تک پورے ہوتے نظر آتے ہیں۔ اِن مشمولات کا مکمل جائزہ درسی کتاب کے باب میں لیا جائے گا۔ اس مقالے کی ابتدا میں اردو کی قومی و بین الاقوامی اہمیت کے بارے میں عطیہ غنی کے مقالے سے اہم معلومات شامل کی گئی ہیں۔ اگر نصابی کمیٹی ایسی معلومات طلبا تک کتابی مواد کے ذریعے بہم پہنچائیں تو طلبا میں اردو پڑھنے کا شوق بڑی آسانی سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

درس و تدریس سے گزشتہ پندرہ برس سے منسلک ہوتے ہوئے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر اردو ادب کے مضمون کے چند موضوعات بھی اردو لازمی کی کتاب میں شامل کیے جائیں جو اردو زبان کے ارتقا سے متعلق ہوں اور قواعد کا حصہ بڑھا دیا جائے تو اساتذہ یقیناً طلبا میں اردو سے متعلق ذوق و شوق بڑھا سکتے ہیں۔ سال اوّل میں درخواست نویسی کو نصاب میں رسید کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ دونوں میں سے کوئی ایک امتحان میں آئے گا۔ درخواست نویسی اور رسید دونوں کو اگر لازمی کر دیا جائے تو طالب علم دونوں پر اپنی توجہ مرکوز کرے گا، مشکل ہونے کی وجہ سے اور عملی زندگی میں رسید کے عدم استعمال کی وجہ سے طلبا اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور درخواست بھی عملی زندگی میں انگریزی میں ہی لکھی جاتی ہے۔ اگر اردو کو ملک بھر میں عملی طور پر نافذ کیا جائے درخواست اور رسید ملک میں اردو میں لکھی جائیں تو طلبا شوق سے اس دس نمبر کے موضوع پر توجہ دے سکیں گے۔

مقالہ نگار کی سروے رپورٹ کے مطابق بیشتر اساتذہ اور ماہرینِ مضمون نے اس حق میں رائے دی ہے کہ اُردو زبان سکھانے کے لیے نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ بہت مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ قواعد کا اضافہ بھی ایک متوازن حد تک

کیا جائے بے جا اضافہ طلبا کے لیے ذہنی بوجھ کا باعث ہوگا۔ یہ حقیقت ہے کہ قواعد کسی بھی زبان کی بنیاد ہوتے ہیں جب تک بنیاد محفوظ نہ ہوگی، عمارت کیسے کھڑی ہو سکتی ہے۔ قواعد کا بہترین استعمال ضروری ہے تاکہ زبان مکمل صحت کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔

تدریسِ اردو کے آخری عمومی مقصد کے مطابق طالب علم کے اندر اردو ادب کی کتابوں سے استفادہ کرنے کا شوق پیدا کرنا ہے تو اردو لازمی کی کتاب میں شامل مواد کے لیے طالب علم رہنما/معاون کتب جیسے رہبر اردو، آئینہ اردو، تفہیم اردو کا تو شوق رکھتا ہے مگر تاریخ ادبِ اردو، نقدِ میر یا فکر اقبال جیسی مایۂ ناز کتابیں پڑھنے کا احساس و شعور ہر گز نہیں حاصل کر سکتا۔ درسی کتاب کا مواد تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ طلبا میں اردو زبان پڑھنے، لکھنے اور سیکھنے کا شوق پیدا ہو سکے۔

نصاب اور تدریسی مواد میں کافی حد تک تبدیلی کی گنجائش موجود ہے۔ طالب علم کے لیے اگر ایک طرف سائنس اور ٹیکنالوجی سے آگاہی حاصل کرنا ضروری ہے تو دوسری طرف اپنی ادبی تاریخ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ نصابی مواد اگر قدیم سے جدید اور آسان سے مشکل کی اور معلوم سے نامعلوم کی طرف چلتا جائے تو نہ صرف طلبا کی ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملے گی بلکہ وہ اپنے قدیم ادبی و تہذیبی ورثے سے آگاہی کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہوگا۔ فہمیدہ عتیق نے اپنی کتاب میں تیونس کے فلسفی ابنِ خلدون کی تعلیم و نصاب کے حوالے سے افکار کو یکجا کیا ہے کہتی ہیں کہ:

> ”ابنِ خلدون نے تعلیم کے بارے میں زبان، نصابِ تعلیم اور طریقہ تدریس کے ساتھ معلم پر بھی ذمہ داری ڈالی ہے کہ وہ بچوں کو بتدریج آسان سے مشکل کی طرف معلومات بہم پہنچائے خوشگوار ماحول میں سائنٹیفک طریقہ سے تدریس کا عمل جاری رکھے۔ سارا مواد ایک ساتھ نہ رٹوائے بلکہ معلوم سے نامعلوم کی طرف بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق تعلیم دے۔“[۲۶]

مقالہ نگار کی سروے رپورٹ میں اساتذہ اور ماہرینِ مضمون میں سے اکثریت نے نصاب میں اُستاد، شاگرد اور موضوع تینوں کو یکساں اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ قدیم اور روایتی تصورِ نصاب (Conventional Concept) میں مضامین کی بہتات تھی۔ کتاب اور اُستاد کی مرکزی حیثیت تھی۔ طالب علم کی دلچسپیوں اور نفسیاتی، معاشرتی اور معاشی تقاضوں کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ رٹنے، رٹانے اور جبر و تشدد کا طریقہ تھا۔ عملی زندگی سے نصاب کا کوئی ربط نہ تھا جبکہ جدید تصورِ نصاب طالب علم کو مرکزی حیثیت دی گئی اور طالب علم کی دلچسپیوں اور اُس کے نفسیاتی، معاشرتی و معاشی تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا گیا تجربہ اور عملی سرگرمیوں پر زور دیا گیا طریقۂ تدریس، گروہی طرز پر کرنا ضروری قرار دیا گیا اور ایسا نصاب مرتب کرنے کی کوشش کی گئی جس سے طالب علم کی شخصیت کو متوازن بنایا جا سکتا ہو۔

جے۔اے۔کامینوس (J.A. Comenius) (۱۵۹۲ء۔۱۶۷۰ء) پہلا ماہرِ تعلیم ہے جس نے یہ تصور دیا کہ تعلیم سے مراد انفرادی نشوونما ہے۔ تعلیم کوئی باہر کی چیز نہیں بلکہ یہ بچوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کے بروئے کار لانے کا نام ہے۔ یہ پورے انسان کی نشوونما کا نام ہے۔ کامینوس یہی کہتا ہے کہ:

"مردہ کتابوں کے اوراق اُلٹنے کی بجائے ہم فطرت کی زندہ کتاب کھول کر کیوں نہ پڑھیں۔ الفاظ کی بجائے ہم اشیاء سے رابطہ قائم کیوں نہ کریں۔ تعلیم کی ابتدا مشاہدے سے ہونی چاہیے نہ کہ لفظی بیان سے۔ صحیح اور واضح علم مشاہدے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔" [۲۷]

مثال کے طور پر اردو لازمی کے طالب علم کو اگر تشبیہ کی تعریف سمجھانی ہو تو روایتی طریقہ یہ ہے کہ اساتذہ پہلے کمرۂ جماعت میں تشبیہ کی تعریف بیان کرے گا پھر اس کی اقسام مشبہ، مشبہ بہ، وجہ شبہ اور حرفِ تشبیہ وغیرہ سمجھانے کے بعد آخر میں مثال پیش کرے گا۔ لیکن اگر تشبیہ سمجھانے کے لیے وہ الفاظ کی بجائے فطرت کی زندہ کتاب کی طرف توجہ دے۔ عملی زندگی میں تشبیہ کی کئی مثالیں زندہ جاوید موجود ہیں۔ اگر اُستاد پہلے ہی طالب علم کو کہے کہ:

"بچہ چاند کی طرح خوبصورت ہے" جیسے کہ چاند کا تصور بھی عملی زندگی کے تجربے سے طالب علم کے ذہن میں موجود ہے کہ وہ خوبصورتی کا منبع ہے۔ ظاہر ہے طالب علم کے ذہن میں یہ بات اُجاگر ہو گی اگر چاند خوب صورت ہے تو بچہ بھی خوب صورت ہے۔ پھر اُستاد سمجھائے گا کہ بچے کو چاند کی طرح قرار دینا دراصل قواعد کے لحاظ سے تشبیہ کہلاتا ہے۔ پھر طالب علم سے تشبیہ کا لفظی مطلب تلاش کرنے کے لیے لغت سے رابطہ کرنے کی ہدایت دی جائے۔ ہمارے کسی طالب علم کے پاس اردو لغت موجود نہیں ہوتی اگر اردو لغت ایک مختصر کتابی صورت میں انگریزی لغت کی طرح طبع کر دی جائے اور نصاب میں شامل کر دی جائے تو طالب علم استاد کی ہدایت پر اُسے اپنے پاس رکھ سکتا ہے جس طرح انگریزی لفظ کا مفہوم جاننے کے لیے طالب علم فوری طور پر پاکٹ سائز ڈکشنری کا استعمال کرتے ہیں اسی طرح اردو کی مختصر لغت بھی طلبا کے لیے لازمی کر دی جائے تو اردو الفاظ سے اُنسیت بھی پیدا ہو گی اور جو لفظ لغت سے تلاش کر کے اُس کا مفہوم لکھ دیا جائے وہ لازمی طور پر یادداشت کا حصہ بن جائے گا۔

عطیہ غنی اپنے مقالے میں قواعد اور رٹے کے روایتی طریقِ تدریس کے بارے میں لکھتی ہیں کہ یہ طریقِ تدریس منطقی اور استخراجی ہے اور اس طریق میں طلبا اور اُستاد دونوں کو مشقت نہیں کرنی پڑتی۔ اس میں رٹائی کا عمل زیادہ ہے لیکن مشق کے بعد اصطلاحات، ان کی تعریفیں اور ان کی مثالیں خوب از بر ہو جاتی ہیں جو مدتوں نہیں بھولتیں۔ اس طریق تدریس کی خامیاں بھی ہیں۔ جدید ماہرینِ تعلیم فنی امور میں منطقی سے زیادہ نفسیاتی پہلو پر زور دیتے ہیں کیونکہ روزمرہ زندگی سے حاصل کرنے والا علم کسی منطق کا پابند نہیں ہوتا مثلاً بچہ جب زبان سیکھنا شروع کرتا ہے تو وہ گرد و پیش میں بولی جانے

والی زبان کو ضرورت کے مطابق اخذ کرتا جاتا ہے۔ یوں نہیں کہ وہ پہلے اسمائے معرفہ و اسمائے نکرہ سیکھے پھر ان کی اقسام ترتیب دے اس کی ترجیحات، اس کی ضرورت اور اس کے ماحول سے منسلک ہیں استعمال پہلے ہے اور تجزیہ بعد میں۔

عطش درانی اس روایت کے برعکس جدید، عملی، فنکشنل اور ثقافتی طریقۂ تدریس کو اپنانے کی بات کرتے ہیں۔ ان نکات کا خلاصہ عطیہ غنی نے یُوں پیش کیا:

> ''جدید طریقے...... میں اصطلاحات کا تعارف کرانے کی بجائے روزمرہ استعمال ہونے والی زبان یا درسی سبق کی عبارت سے چند مثالیں طلبا کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور غور و فکر کے بعد کسی مطلوبہ قاعدے کی۔ پہچان اور اس کی تعریف بیان کرنے کی دعوت دی جاتی ہے جب طلبا یہ مرحلہ طے کر لیتے ہیں تو اُستاد انہیں مزید مثالیں تلاش کرنے کو کہتا ہے اور آخر میں حسبِ ضرورت اصطلاح بتا دیتا ہے اس کے بعد اسے ذہن نشین کرنے کی خاطر طلبا سے اس کا استعمال کراتا ہے۔''[۲۸]

عطش درانی بھی جے۔ اے کامینوس کی طرح عملی زندگی کے مشاہدے کے قائل ہیں۔ تعلیم سے کامینوس کی مراد انسان کی عقلی، اخلاقی اور الوہیتی فطرت کی صحیح نشو و نما ہے۔ اس تہرے مقصد کے حصول کا طریقہ یہ ہے کہ فطرت کی بے چون و چرا تقلید کی جائے۔ فطرت کی اس روش کو سامنے رکھ کر کامینوس نے تدریس کے اصول وضع کیے جو تفصیل سے اس کی کتاب گریٹ ڈائی ڈیکٹک (Great Didactic)۱۶۲۰ء کے سترھویں باب میں درج ہے:

۱. اگر ذہن اسے قبول کرتے کے لیے تیار ہو۔
۲. اگر وہ عام اصولوں کی مدد سے خاص واقعات کی توجیہہ کرے۔
۳. اگر وہ آسان باتوں سے مشکل مسائل کی طرف بڑھے۔
۴. اگر شاگرد پر بہت سے مضامین کا بار نہ ہو۔
۵. اگر ہر معاملے میں ترقی کی رفتار آہستہ ہو۔
۶. اگر ذہن کو کوئی ایسا کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے جسے وہ اپنی عمر کے لحاظ سے صحیح طریقہ سے کرنے کے لیے راغب نہ ہو۔
۷. اگر ہر بات کی تعلیم جواس کے ذریعے دی جائے۔
۸. اگر پڑھائی جانے والی ہر چیز کی افادیت کو برابر سامنے رکھا جائے۔
۹. اگر ہر مضمون کو ایک ہی طریقے سے پڑھایا جائے۔[۲۹]

کامینوس کہتا ہے کہ شاگرد پر بہت سے مضامین کا بار نہ ہو دوسری طرف مسلمان مفکر ابنِ خلدون نے بھی سات صدیاں قبل طلبا کی عملی کاوشوں پر زور دیا اور کتب کی تعداد میں کمی کے لیے آواز اُٹھائی بقول فہمیدہ عتیق:

> ''ایک اہم نصابی تبدیلی جو ابنِ خلدون نے تجویز کی یہ بھی تھی کہ ایک ہی موضوع پر کتابوں کی تعداد کم کر دی جائے اور صرف اہم مصنفین ہی کی کتابیں شاملِ نصاب ہوں۔''[۳۰]

ابنِ خلدون بھی روایتی طریقِ تدریس کے قائل نہیں ان کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ اگر طلبا کو خلاصے باآسانی ملتے رہیں گے تو وہ ان کو رٹتے رہیں گے مگر اُن کی ذہنی نشو و نما نہ ہو سکے گی اور علمی قابلیتیں صرف اعلیٰ اسناد حاصل کر لینے کے باوجود محدود رہے گی۔ یہی طریقہ معیارِ تعلیم کو پستی کی جانب لے جائے گا۔ ابنِ خلدون کی رائے کو دورِ حاضر پر منطبق کیا جا سکتا ہے کیوں کہ وہی رٹے بازی کا رجحان ہے نیز طلبا اور اساتذہ دونوں کی بھرپور توجہ صرف امتحان میں کامیابی اور اسناد کے حصول تک محدود ہے۔ اس لیے تعلیمی معیار کم ہوتا جا رہا ہے اور اسناد کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔

کامینوس بھی شاگرد نواز نصاب کا قائل ہے۔ نصاب مرتب بھی طلبا کے لیے کیا جاتا ہے۔ اساتذہ کا مقصد بھی طلبا کی درس و تدریس ہے بلکہ نظامِ تعلیم شاگرد کے گرد ہی گردش کرتا ہے۔ نصاب، درسی کتاب اور امتحانی نظام کا نقطۂ ارتکاز ایک شاگرد ہی ہے اس لیے جس نصاب میں شاگرد کو مرکزی حیثیت دی جائے وہی نصاب ایک معیاری نصاب کہلانے کا حقدار ہے۔ کامینوس کہتا ہے کہ:

> ''نصاب کی تدوین میں ان کی ضروریات، خواہشات اور دلچسپیوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ یہ بھی لازم ہے کہ تدریسی مواد ان کی عمر سے مطابقت رکھتا ہو اور اس کے انتخاب میں اصولِ تدریج کو ملحوظ رکھا گیا ہو بچوں کو پہلے اشیاء کا مشاہدہ کرایا جائے اور پھر انھیں الفاظ میں بیان کیا جائے، تاکہ کتابوں سے وہ خوف نہ کھائیں۔ علم سے انھیں نفرت پیدا نہ ہو۔''[۳۱]

کئی سو سال قبل ان عظیم مفکرین نے رائے دی جو دورِ حاضر میں لاگو کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اگر نصاب کو اپنی آرا کے مطابق ترتیب دیا جائے تو معیارِ تعلیم میں بہتری کا امکان ہے۔

نصاب اردو لازمی (۲۰۰۲ء) میں تدریس اردو کے خصوصی مقاصد یوں درج ہیں۔

۱۔ اردو زبان کی صلاحیت، حیثیت اور اہمیت کا شعور پیدا کرنا اور اس کے ذریعے سے علوم و فنون کی عصری ترقیات سے آگاہی حاصل کرنا۔

۲۔ اردو زبان کی ساخت سے واقفیت حاصل کرنا اور اس کے ذریعے سے دیگر پاکستانی زبانوں کے ادب کا مطالعہ کرنا۔

۳۔ نظم و نثر کو صحیح لہجے، درست تلفظ اور روانی سے پڑھنا اور ان کا مفہوم سمجھنا۔

۴۔ علم میں اضافے کے لیے درسی کتابوں کے علاوہ اردو زبان و ادب کی دیگر کتابوں کے مطالعے کا شوق پیدا کرنا۔

۵۔ لسانی سرگرمیوں کے ذریعے سے قوتِ مشاہدہ، فکر، حافظہ اور تخیل کی صلاحیتوں کو ترقی دینا اور تخلیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کا اہتمام کرنا۔

۶۔ سماعت کے ذریعے سے اردو زبان و ادب سے متعلق آگہی حاصل کرنا۔

۷۔ تقریر کے ذریعے سے سادہ، واضح اور تخلیقی اظہار کی صلاحیت پیدا کرنا۔

۸۔ تحریر کے ذریعے سے واضح اور تخلیقی اظہار کی صلاحیت پیدا کرنا۔

۹۔ وطن سے محبت، نظریہ پاکستان کی حفاظت، قومی اور ملکی مسائل سے آگاہی اور تحفظ کے جذبات پیدا کرنا۔

۱۰۔ اسلامی تہذیب کے لیے محبت، حفاظت اور احترام کے جذبات پیدا کرنا اور مشاہیرِ عالم کا احترام کرنا۔ [۳۲]

نصاب اردو لازمی (۲۰۰۲ء) کے اگلے صفحات میں خصوصی مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان پر بحث درسی کتاب کے باب میں کی جائے گی۔ یہ تمام مقاصد اگر عملی طور پر حاصل ہو جائیں تو اس بحث سے نجات مل جائے گی کہ طالب علم اردو کیوں نہیں سیکھ سکتا۔ اردو قواعد کے لحاظ سے کیوں نہیں لکھ سکتا۔ لسانی سرگرمیاں اگرچہ اردو لازمی کی گیارہویں/بارہویں دونوں کتب کی مشقوں میں موجود ہیں مگر وہ سوالات نصاب میں تو شامل ہیں مگر امتحانات سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے اگر اساتذہ اُن لسانی سرگرمیوں پر وقت صرف بھی کریں تو طلبا اُس کو یاد کرنے اور سمجھنے میں لاپرواہی برتتے ہیں کیونکہ طلبا کے نزدیک جو سوالات امتحانات میں شامل نہیں اُن کا یاد کرنا ذہنی صلاحیتوں کا بھی ضیاع ہے اور وقت کا بھی۔

یہ تمام مقاصد نصاب سے لے کر کمرۂ جماعت، اُستاد و معلم کے ربط اور امتحانات تک کا احاطہ کرتے ہیں مگر ان کا عملی نفاذ بہت کم صورتوں میں نظر آتا ہے جس کی وجہ سے نہ تو نصابی مقاصد حاصل ہوتے ہیں اور نہ طلبا کا معیارِ تعلیم بلند ہوتا ہے۔ اسلامی تہذیب کا تحفظ اور نظریہ پاکستان کی حفاظت طلبا کے ذہن سے محو ہو جاتی ہے اور امتحانات میں کامیابی اور ناکامی کی کشمکش طلبا کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ نصاب، درسی کتاب اور امتحانی نظام کے طریقہ کار کو بہتر بنانا اردو زبان کی ترقی و ترویج کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ یہ بات تو واضح ہو چکی کہ بہمنی و دکنی دور سے دورِ حاضر تک اُردو نے رفتہ رفتہ اپنی ترقی کی منازل طے کیں۔ اردو وہ سخت جاں زبان ہے جسے کبھی یہ خطرہ لاحق نہیں ہوا کہ وہ گوناگوں زبانوں کے ہجوم میں کھو

جائے گی۔ اردو نوخیز ہونے کے باوجود قدیم زبانوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئے آگے چلی گئی۔ اِس نے نہ صرف عربی وفارسی جیسی بھاری بھر کم زبانوں سے خوشہ چینی کی بلکہ اس کے راستے میں جو بھی گری پڑی زبان ملی اُردو نے اپنا دامن اُس سے بھر لیا۔ اردو انگریز حکمرانوں سے بھی مرعوب نہ ہوئی۔ انگریزی حکومت کے سو سالہ عہد میں اردو نے اپنے رسم الخط وادا و آداب سے مختلف انگریزی زبان کو بھی اپنے پلو سے باندھ لیا۔ پاکستان بننے کے بعد اردو مسجد و مندر، مینا و ساقی سے نکل کر وسیع میدانوں میں سیر و سیاحت کرنے لگی۔ کبھی یہ داستانوں سے نکل کر زبان بنی تو کبھی ناول نگاری، مضمون نگاری، انشائیہ نگاری وافسانہ نگاری میں جھلکنے لگی تو کبھی غزل، نظم وآزاد نظم کی ہیئت میں اپنا شباب دکھلانے لگی۔ اردو کی حیثیت مستحکم ہے یہ زبان، وقت کے عروج وزوال سے نکل کر زمان و مکان کی قیود سے آزاد رہی۔ انگریز اپنے دورِ حکومت میں نہ اس زبان کے بولنے والوں کو ختم کر سکا اور نہ اس زبان کو۔ آج جب کہ ہم آزاد فضا میں سانس لے رہے ہیں تو یہ آزاد ملک وملت ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو۔ اس تقاضے کو ایک لائحہ عمل کے تحت پورا کیا جاسکتا ہے۔ وہ لائحہ عمل، نصاب ہے جو عمرانیات ونفسیات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو قدیم سے جدید کی طرف سفر کرے۔ شاگرد نواز ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل سے آسان کا سفر بھی طے کرے۔ پھر اس نصاب کو تعلیمی اداروں میں ایک مناسب وخوشگوار فضا کے اندر لاگو کیا جائے نیز درسی کتاب، نصاب کا ہو بہو عکس ہو تاکہ طلبا اُس مواد سے فیض یاب ہو کر اردو زبان، قواعد کے مطابق پڑھ، بول اور لکھ سکیں۔ امتحانی طریقہ کار کا ربط بھی نصاب سے قائم ہو تو پھر تدریسِ اُردو کے مقاصد پورا ہونے میں کوئی مشکل نہیں ہو سکتی۔ ضرورت صرف نصاب، درسی کتاب اور امتحانی طریقہ کار کے از سرِ نو جائزے کی ہے تاکہ نظریۂ پاکستان کا تحفظ ہو سکے اور معمارِ قوم اردو زبان کی تحریر وتقریر میں مہارت بھی حاصل کر سکیں۔

حوالہ جات

۱۔ وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث۔(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،۱۹۹۸ء)، ص ۱۰۶۔

۲۔ عبدالستار ملک۔پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث۔(اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۱۔

۳۔ ایضاً۔ص ۲۰۔۲۱۔

۴۔ عبدالستار ملک۔پاکستان میں اردوزبان کی تدریس کے مسائل و مباحث۔ص ۲۱۔

۵۔ عطیہ غنی۔غیر ملکیوں کے لیے تدریسِ اُردو کے مسائل اور اُن کا حل۔(اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۸۔۱۹۔

۶۔ شرف الدین اصلاحی۔بھارت میں اردو۔ بحوالہ بیرونی ممالک میں اردو۔ مرتبہ انعام الحق جاوید۔(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۶ء)، ص ۱۱۷۔

۷۔ رؤف پاریکھ۔اردو بطور سرکاری زبان۔ مشمولہ ماہنامہ اخبارِ اردو، (اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان، مئی جون ۲۰۱۷ء)، ص ۵۔

۸۔ ایضاً، ص ۵۔

۹۔ افتخار عارف۔قومی زبان اردو۔ مشمولہ ماہنامہ اخبارِ اردو، (اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان، مئی، جون ۲۰۱۷ء)، ص ۳۔

۱۰۔ وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث ۔(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء)، ص ۴۷۔

۱۱۔ عطش درانی۔اُردو تدریسیات۔(لاہور: اُردو سائنس بورڈ، طبع اوّل، ۲۰۰۷ء)، ص ۱۷۔

۱۲۔ ایضاً۔ص ۵۴۔

۱۳۔ فہمیدہ عتیق۔ابن خلدون اور جدید تعلیمی نظریات۔(لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، جنوری ۱۹۹۹ء)، ص ۱۳۔

۱۴۔ ایس۔ایم شاہد۔نصاب و انسٹرکشن۔(لاہور: مجید بک ڈپو، اُردو بازار، ۲۰۰۵)، ص ۲۴۷۔۲۴۶۔

۱۵۔ ایضاً۔ص ۲۲۷۔۲۲۶۔

۱۶۔ نصاب اردو (لازمی) برائے جماعت یازدہم ودوازدہم، (اسلام آباد: قومی شعبہ نصابیات، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص iii۔

۱۷۔ ایس۔ایم شاہد۔نصاب و انسٹرکشن۔ص ۵۵۲۔

۱۸۔ نصاب اردو (لازمی) برائے جماعت یازدہم ودوازدہم، (اسلام آباد: شعبہ نصابیات، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص ۸۔

۱۹۔ ایس۔ایم شاہد۔نصاب سازی۔(لاہور: مجید بک ڈپو)، ص ۱۶۴۔

۲۰۔ ایضاً۔ ص ۱۸۱۔

۲۱۔ ایس۔ایم شاہد۔نصاب و انسٹرکشن۔ ص ۴۶۴۔

۲۲۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث۔ ص ۲۱۔

۲۳۔ ایس۔ایم شاہد۔نصاب و انسٹرکشن۔ ص ۴۶۹۔

۲۴۔ ایضاً۔ ص ۴۷۲۔

۲۵۔ نصاب اردو (لازمی) برائے جماعت یازدہم ودوازدہم۔(اسلام آباد: شعبۂ نصابیات، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص ا۔

۲۶۔ فہمیدہ عتیق۔ابنِ خلدون اور جدید تعلیمی نظریات۔ ص۔۱۳۵

۲۷۔ بختیار حسین صدیقی۔اقبال بحیثیت مفکرِ تعلیم۔(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۶۴

۲۸۔ عطیہ غنی۔غیر ملکیوں کے لیے تدریسِ اردو کے مسائل اور اُن کا حل۔ ص ۴۷۔

۲۹۔ بختیار حسین صدیقی۔اقبال بحیثیت مفکرِ تعلیم۔ ص ۱۶۷۔

۳۰۔ فہمیدہ عتیق۔ابنِ خلدون اور جدید تعلیمی نظریات۔ ص ۱۲۷۔

۳۱۔ بختیار حسین صدیقی۔اقبال بحیثیت مفکر تعلیم۔ ص ۱۶۷۔

۳۲۔ نصاب اردو (لازمی)۔ برائے جماعت یازدہم ودوازدہم۔ ص ۲۔

دوسرا باب

تدریسِ اردو

تدریس ایک فن ہے، ایک سائنس ہے، ایک ایسی مہارت ہے جو آدمی کو انسانیت سکھاتی ہے۔ تدریس، بچے کی عمدہ نشوونما کر کے اُسے ملک وملت کے لیے فائدہ مند بناتی ہے۔ ایک طرف تعلیم ثقافتی، اخلاقی، علمی وادبی، سماجی نیز نفسیاتی ہر سطح پر طالب علم کی نشوونما کا ذریعہ ہے۔ انسان سازی وشخصیت سازی تعلیم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ طلبا کو تعلیم کی تمام قدروں سے آشنا کرنا بہترین تدریس کی بدولت ممکن ہے۔ تدریس کی ذمہ داری ایک اُستاد پر عائد ہوتی ہے۔ اُستاد کے لیے ماہر فن تدریس ہونا ضروری ہے۔ اُستاد کی علمی حیثیت مسلم ہے مگر اپنا علم اور تجربہ اپنے شاگردوں تک منتقل کرنا ہی مقصودِ تدریس ہے۔ طالب علم بولنا، لکھنا اور پڑھنا بتدریج سیکھتا جاتا ہے مگر بہترین بولنا، بہترین لکھنا اور بہترین پڑھنا اُستاد کے بغیر ممکن نہیں۔ مؤثر تدریس کے لیے اُستاد کی شخصیت کا متوازن ہونا بھی ضروری ہے۔ ایک کتاب کے تمام نکات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے اُستاد کی رہنمائی درکار ہوتی ہے۔ صرف کتاب کے ذریعے قومیں ترقی نہیں کر سکتیں جب تک اُس کتاب کا علم، کسی رہنما یا معلم کے ذریعے افرادِ قوم تک نہ پہنچ سکے۔ قرآنِ پاک جیسی مکمل وجامع کتاب کو انسان تک پہنچانے کے لیے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ذات اکمل کو معلم بنا کر بھیجا گیا۔ کتاب اور صاحبِ کتاب کا رشتہ اٹل حقیقت ہے۔ تربیت وتوازن کے ساتھ ساتھ تدریجی اصول بھی معلم کے لیے تدریس میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ کبھی تو معلم کتاب کے سہارے، نفسِ مضمون سے طلبا کو آگاہ کرتا ہے تو کبھی اپنے اکتسابی وشعوری علم کے ذریعے ایک طالب علم کو فکر کی اوج گاہوں میں لے جاتا ہے۔ کبھی وہ سوال کے ذریعے تدریس کا آغاز کرتا ہے تو کبھی مثال دینے کے بعد سوال کی طرف جاتا ہے۔ وہ اپنے مؤثر طریقِ تدریس سے طالب علم کی ذہنی تراش خراش کر کے اُسے قیمتی موتی کی شکل میں ڈھال دیتا ہے۔ تدریس کے دوران، طلبا کی دلچسپی کا عنصر ہر صورت برقرار رکھنا چاہیے۔ یکسانیت سے طلبا بہت جلد بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کسی بھی زبان کی تدریس میں اُستاد کو زبان کے اصول وقواعد سے آگاہی بے حد ضروری ہے۔ زبان کی تدریس میں اُستاد کو ایک طرف زبان سکھانی پڑتی ہے اور دوسری طرف درسی مواد یاد کروانا پڑتا ہے گویا اُستاد کو دُہری مشق کرنی پڑتی ہے۔ جہاں تک اُردو زبان کی تدریس کا تعلق ہے اُستاد اور شاگرد دونوں تذبذب کا شکار ہیں کہ قومی زبان کی حیثیت سے اس کی تدریس کی جائے، صرف ایک مضمون کی حیثیت سے اسے پڑھایا جائے یا پھر ثانوی زبان کی حیثیت سے اس کی تدریس کی جائے۔

یہ بات تو طے ہے کہ اردو پاکستان کی قومی زبان ہے اور جو قومیں اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتیں وہ ترقی نہیں پا سکتیں۔ اس زبان کی حفاظت کی ذمہ داری اربابِ اقتدار و اختیار، وزارتِ تعلیم، ماہرینِ مضمون کے ساتھ ساتھ ایک اُستاد بلکہ ملت کے ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ اس مجموعی کاوش سے ہی اردو زبان صحیح طور پر بولی، لکھی اور پڑھی جا سکے گی۔ ماں کی گود بچے کی اولین درس گاہ ہے جہاں سے بچہ اپنی مادری زبان سیکھتا ہے اور کسی حد تک اپنی قومی زبان سے بھی آشنا ہوتا ہے مگر بہتر طور پر اردو سیکھنے کا عمل تعلیمی درس گاہوں سے شروع ہوتا ہے۔ اگر تعلیمی اداروں سے اردو زبان سیکھنے کے لیے سازگار فضا میسر ہو تو تدریسِ اردو کے تمام مقاصد بہ آسانی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ عطش درانی لکھتے ہیں کہ تدریس اردو کے مقاصد متعین کرنے سے پہلے ملکی ضروریات کا جائزہ لینا از حد ضروری ہے کہ اردو زبان کہاں کہاں استعمال ہوتی ہے مثلاً گیت، نغمے، ڈرامے، خبریں، ریڈیو، ٹی وی، سیاسی جلسے، اعلانات، پوسٹر، اخبارات کا مطالعہ، رسائل کا مطالعہ، ڈائجسٹ، ادبی جریدے، شعر و ادب، رپورٹیں، پولیس، تھانے، کچہریوں کے کاغذات، پٹواریوں کی جمع بندی، سالانہ بجٹ، تقریریں اور معلوماتِ عامہ کے مضامین وغیرہ۔ چنانچہ درسی کتاب انہی چیزوں پر مشتمل ہو گی۔ انہی کے اسالیب اور ذخیرۂ الفاظ کا احاطہ کرے گی اور یہی کچھ سکھانے کے لیے جس بھی طریق تدریس کی ضرورت پڑے اسے استعمال میں لایا جائے گا۔[1]

''جس بھی طریقِ تدریس'' کی وضاحت میں کئی طریقِ تدریس زیرِ بحث لائے جا سکتے ہیں۔ قدیم یا روایتی طریقِ تدریس اور جدید طریقِ تدریس۔ دورِ حاضر میں اردو پڑھانے کے لیے روایتی طریقِ تدریس ہی رائج ہے۔ روایتی طریقِ تدریس رٹے پر مبنی ہے۔ درسی کتاب کا تیار شدہ مواد، اُستاد طالب علم کو رٹوا دیتا ہے اور پھر طالب علم امتحان میں اُسے لکھ کر کامیابی بھی حاصل کر لیتا ہے۔ ایک طویل عرصہ سے یہی طریقِ تدریس ہر تعلیمی درس گاہ میں رائج ہے۔ نہ اردو کو زبان کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے اور نہ ہی اردو کو ٹھیک طرح سے بولنے، پڑھنے اور لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے بلکہ ایک مختصر دورانیے میں، درسی کتاب کا امتحان سے متعلق مواد، طالب علم کو کسی بھی طرح سے یاد کروا دیا جاتا ہے۔ معاونات میں صرف گائیڈ بک کا سہارا لیا جاتا ہے۔ سوال کے بعد جواب اور علامت کے بعد مثال یاد کروا دی جاتی ہے اور یوں طالب علم، امتحان کی تیاری کرتا ہے۔

طریقہ ہائے تدریس:

ڈاکٹر نثار قریشی نے مروج طریقہ ہائے تدریس کے تین معروف طریقے بتائے ہیں:

۱۔ قواعدی ترجمہ طریق کار GTM

۲۔ ڈائریکٹ طریق کار DM

۳۔ سمعی لسانی طریق کار ALM[۲]

زبان کی تدریس میں سب سے اہم مسئلہ قواعد کی تدریس اور املا کی مشق کا ہے۔ نصاب میں جو بھی قواعد شامل کیے گئے ہیں درسی کتاب میں اُن سے متعلق مختصر تعریفیں اور چند مثالیں دی گئی ہیں جو امتحانی نقطۂ نظر سے ناکافی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے طلبا کو امدادی کتب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اردو کی لازمی کتاب کے ساتھ اگر ایک قواعد کی کتاب بھی ترتیب دے دی جائے تو طلبا اور اساتذہ دونوں کے لیے درس و تدریس میں آسانی ہو گی۔

روایتی طریقِ تدریس: منطقی یا استخراجی

روایتی طریقِ تدریس جس میں قواعد کو رٹے کے ذریعے پڑھایا جاتا ہے منطقی یا استخراجی کہلاتا ہے۔ اس طریقِ تدریس میں اُستاد اور طلبہ دونوں کو تیار مواد مل جاتا ہے۔ اس طریقے سے علمِ بیان و علمِ بدیع کی تمام اصطلاحات بہت اچھی طرح سے یاد ہو جاتی ہیں مگر طالب علم کے ذہن پر بوجھ ڈالنے کا سبب بھی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ صرف قواعد کو ازبر کر لیا جائے تو زبان پر عبور حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ مشق کے ذریعے مہارت حاصل کی جا سکتی ہے۔ روایتی طریقے سے طالب علم صرف چند تعریفوں تک محدود رہتا ہے۔ وہ نہ تو خود سے مثال دے سکتا ہے اور نہ ہی خود سے تعریف لکھ سکتا ہے۔ اس طریقِ تدریس کی ایک خامی یہ بھی ہے کہ ایک لفظ بھولنے سے طالب علم پورا جملہ یا پورا اقتباس بھول جاتا ہے۔ الفاظ، معنی سمجھنے اور املا درست لکھنے سے طالب علم بذاتِ خود مضامین بھی لکھ سکتا ہے۔ یہ طریقِ تدریس کئی خامیوں کے باوجود امتحانی نقطۂ نظر سے کامیاب ترین ہے۔ رٹا سسٹم سے طالب علم امتحان میں زبردست کامیابی حاصل کر سکتا ہے خاص طور پر معروضی طرز کا پرچہ حل کرنے کے لیے طالب علم اس روایتی طریقِ تدریس کا ہی سہارا لیتا ہے۔ اگر دوسری طرف اردو زبان سیکھنے کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ طریقِ تدریس اردو زبان مکمل طور پر سیکھنے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ جب تک زبان کے لیے عملی طریقِ تدریس نہیں اپنایا جائے گا اُس وقت تک زبان مکمل طور پر سیکھی نہیں جا سکتی۔ اس روایتی اور مروج طریقِ تدریس کے حوالے سے عطیہ غنی لکھتی ہیں:

> ''اس مروج طرزِ تدریس کے نتائج یہ ہیں کہ تلفظ اکثر غلط، زبان اکثر طلبہ کی ناقص، بولنے میں جھجک، قرأت معیوب، تلخیص و توضیح کی صلاحیت کم، مطالعے کا شوق کم، تحریری خط اکثر خراب، مضمون نگاری کی قابلیت کم، خیالات میں ناداری، ذخیرۂ الفاظ میں افلاس، سمجھنے کی قوت کم، ذہن ابہامات سے پُر، ان ہولناک نتائج کا سب سے بڑا سبب غلط طریقِ تدریس ہے۔[۳]''

ہماری تعلیمی اداروں میں اردو بحیثیت مضمون پڑھائی جاتی ہے، بحیثیت زبان نہیں پڑھی جاتی۔ قومی زبان ہونے کی وجہ سے زبان سے وہی سلوک کیا جاتا ہے جو اس مثال کے مصداق ہے کہ گھر کی مرغی دال برابر۔ انگریزی زبان میں سر

توڑ محنت کرنے کے باوجود بھی طالب علم مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر سکتا۔ اگر اسی طرح محنت اردو کے مضمون میں کی جائے تو طالب علم اُردو زبان اچھی طرح سے سیکھ سکتے ہیں۔ اردو زبان بھی اگر قومی زبان نہ ہوتی تو انگریزی کی طرح اہم ہوتی۔ انتظار حسین اپنے کالم ''قومی پھول'' میں لکھتے ہیں:

''اس دیس میں جو شے قومی بن جاتی ہے اُسے فراموش کر دیا جاتا ہے۔ سو، جو اردو کا حال قومی زبان بن کر ہوا، وہ وہ چنبیلی کا قومی پھول بن کر ہوا۔''

فنکشنل طریقِ تدریس: استقرائی یا امتزاجی:

صحیح طریقے سے اردو زبان سیکھنے کے لیے عملی طریقہ جسے عطش درانی نے جدید، عملی، فنکشنل اور ثقافتی طریقہ کہا ہے یہ طریقہ روایتی طریقۂ تدریس سے بالکل مختلف ہے بلکہ متضاد ہے۔ جدید طریقہ میں طالب علم کے سامنے درسی کتاب یا روزمرہ زندگی سے کوئی مثال رکھی جاتی ہے جیسے اردو لازمی (سالِ اوّل) کی کتاب میں حصہ نظم میں ''میدانِ کربلا میں صبح کا منظر'' شامل ہے۔ واقعہ کربلا کے تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے اُستاد یہ بتائے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے شیر کی طرح یزیدی لشکر کا مقابلہ کیا۔ یا پھر میر انیس کے مرثیے کا کوئی ایسا شعر پڑھے جس میں تشبیہہ واستعارہ موجود ہو مثال کے طور پر:

ے آئے حسین یُوں کہ عقاب آئے جس طرح
کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جس طرح

اس کے بعد شیر وعقاب دونوں کا حضرت امام حسینؑ سے مماثل ہونا سمجھائے کہ حضرت امام حسینؑ کی بہادری کی وجہ سے اُن کو شیر کی طرح کہا گیا ہے اور جس طرح عقاب اپنے شکار تیزی سے جھپٹتا ہے اسی تیزی و برّاقی سے حضرت امام حسینؑ لشکرِ یزید پر جھپٹتے ہیں۔ اس کے بعد قواعد کی رُو سے سمجھائے کہ اس طرح مشترکہ خوبیوں کی بنا پر ایک دوسرے جیسا قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے اور ساتھ ساتھ مشبہ، مشبہ بہ، طرفین تشبیہ اور حرفِ تشبیہ بھی سمجھا دے۔ قواعد کی دیگر اصطلاحات بھی اسی طرح سمجھائی جاسکتی ہیں۔

عملی طریقِ تدریس دلچسپ بن جاتا ہے کیوں کہ جو بھی طریقہ یا مثال روزمرہ زندگی سے اُٹھائی جائے وہ ایک طرف تو طالب علم کے لیے مانوس بھی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ درس وتدریس سے پھیکا پن بھی دُور ہو جاتا ہے۔ اس طریقِ کار میں طلبہ یقینی طور پر شرکت کرتے ہیں۔ رٹے کی بجائے اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں۔ یوں تفکر کے مراحل بھی بتدریج طے کرتے جاتے ہیں۔ اس طرح سمجھائی ہوئی مثال کو طلبہ عام زندگی میں بھی اپنے حلقۂ احباب میں

استعمال کرتے ہیں۔ عطش درانی کے نزدیک یہ طریقہ استقرائی و امتزاجی ہے جو نفسیاتی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ عطش درانی امتزاجی طریقِ تدریس کی سفارش کرتے ہیں جو استقرائی طرز سے شروع ہو کر استخراجی طریق پر ختم ہوگا۔ اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

''مثال.......اخذ نتیجہ.......اصطلاح.......تعریف.......مثال''

۲۔راست طریقہ(Direct Method):

اسے قدرتی طریقہ بھی کہتے ہیں یہ طریقہ GTM کے ردعمل کے طور پر وجود میں آیا۔ اس طریقے میں مادری زبان کو نظر انداز کر کے ثانوی زبان کو سکھانے پر زور دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ تدریس میں ساری تدریس مادری زبان کی بجائے قومی زبان میں کی جاتی ہے۔ ترجمہ کرنے کی اجازت طالب علم کو نہیں دی جاتی۔ یعنی ابتدائی زبان سیکھنے کے لیے دوسری زبانوں کا سہارا نہیں لیا جاتا۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر تو یہ ممکن ہے مگر ابتدائی سطح پر ابھی بچے کو درس وتدریس کی زبان سے مکمل آگاہی نہیں ہوتی۔ وہ مادری زبان بولتا اور سیکھتا ہے۔ اُسے اسکول میں زبردستی تدریسی زبان یا قومی زبان سکھائی جاتی ہے جو بچے کے نازک ذہن پر بوجھ ڈالتی ہے۔ مثال کے طور پر دورِ حاضر کے نجی آکسفورڈ سکولز جہاں ذریعۂ تعلیم انگریزی زبان ہے بچے کو اسکول میں مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ہر بات انگریزی میں کرے۔ اسکولوں میں انگریزی اور گھروں میں یا علاقے میں مادری زبان یا اردو زبان کا استعمال ہوتا ہے۔ بچے کا ذہن فوری طور پر اس تبدیلی کو قبول نہیں کر سکتا۔ ویسے بھی بچے کو فطری طور پر زبان سیکھنے کا ماحول فراہم کرنا چاہیے۔ جبراً کوئی بھی زبان سکھانا، تعلیمی اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔

(۳) سمعی لسانی طریقہ کار(Audiolingual Method):

اِس طریقے میں لکھے ہوئے کو بآوازِ بلند پڑھتے ہیں۔ اس طریقے میں طلبہ کو اردو سننے کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔ سوال جواب کیے جاتے ہیں اور ایک اقتباس پڑھ کر طلبہ کو سُنایا جاتا ہے پھر اُس کے متعلق سوالات کیے جاتے ہیں اور مختلف موضوعات پر طلبہ سے بات چیت کی جاتی ہے۔ گویا اس طریقہ کار میں سارا زور سماعت پر دیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ روایتی ہے لیکن جدید طریقہ کار میں سمعی وبصری آلات کا کمرۂ جماعت میں ہونا ضروری ہے جیسے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ ان کی مدد سے طلبہ کی گئی گفتگو کو ریکارڈ کر کے طلبہ کو سنوایا جاتا ہے جس سے نہ صرف طلبہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اپنے تلفظ کو اُستاد کی رہنمائی میں بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ امتزاجی طریقِ تدریس کے مطابق اُستاد کا طریقِ کار اس طرح کا ہوگا۔

بول چال، تحریر یا درسی کتاب سے مفید مثالیں منتخب کرنا۔

طلبہ کے سامنے چند مثالیں پیش کر کے انھیں مثالوں میں سے ایک مشترک نکتے کی طرف متوجہ کرنا۔
طلبہ کو خاص نکتے کی وضاحت کرنے کی دعوت دینا۔
طلبہ کی بیان کی ہوئی وضاحت کی جانچ پرکھ کر کے غیر متعلق اجزاء کو چھانٹنا۔
دوبارہ طلبہ کو نپے تُلے انداز میں نتیجہ بیان کرنے کی دعوت دینا۔
ضروری بحث کے بعد فنی انداز میں تعریف مرتب کرنا۔
قواعد کی اصطلاح بتانا۔
طلبہ سے اس اصطلاح کی تعریف کروانا۔
طلبہ سے اس اصطلاح کے حوالے سے مثالیں طلب کرنا۔"[۵]

بچہ سب سے پہلے اپنی مادری زبان سُنتا ہے پھر بولتا ہے۔ رفتہ رفتہ اُسے اپنی قومی و دیگر صوبائی و علاقائی زبانوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اُس کے لیے ہر زبان سے تعلق استوار کرنا ضروری ہے مگر اپنی قومی زبان کو بولنا، لکھنا اور پڑھنا اُس کی اوّلین ترجیح ہے۔ روزمرہ زندگی میں اردو کا استعمال ہونے کی وجہ سے طالب علم بحیثیت مضمون اس پر توجہ نہیں دیتا اور اسے آسان سمجھتے ہوئے اس کی تیاری کو بھی ملحوظ خاطر نہیں لاتا۔ طالب علم کی اس عدم دلچسپی کے باعث اردو زبان کم مائیگی کا شکار ہوتی جاتی ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے اس کی ذمہ داری اربابِ اقتدار و اختیار کے ساتھ ساتھ طالب علم اور سب سے بڑھ کر ایک اُستاد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اردو زبان سکھانے میں محنت سے کام لے تاکہ اُردو زبان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ملک و ملت کے اقدار کی حفاظت بھی ہو سکے۔

نصاب اور درسی کتاب کا مقصد یہی ہے کہ طلبا اردو زبان کی تحریر و تقریر میں مہارت حاصل کر لیں۔ لکھنا تدریس اردو کا سب سے اہم جزو ہے۔ طالب علم سے لکھتے ہوئے کئی اغلاط سرزد ہوتی ہیں۔ سب سے پہلے تو املا کا درست ہونا بہت ضروری ہے۔ طلبا اکثر نقطوں اور شوشوں کی غلطیاں کرتے ہیں بقول عطش درانی:

"پاکستان میں سین کے دندانوں کے ساتھ 'ت' کا دندانہ چھوڑنے 'صحیح' میں صاد کا زائد دندانہ رہ جائے، مصیبت میں 'ی' یا 'ب' کے دندانے رہ جانے کا ذکر کیا جب کہ 'رجحان' میں پہلے جیم کی بجائے 'ح' کے نیچے دے دیا جاتا ہے اور جیم کا نقطہ دوسرے حرف 'ح' کے نیچے آ جاتا ہے۔ لفظ 'محظوظ' میں 'ح' کے اوپر نقطہ دے دیا جاتا ہے اور اسی طرح لفظ 'ملاحظہ' میں 'ح' کے اوپر ایک نقطہ ڈال دیا جاتا ہے۔"[۶]

عطش درانی صاحب کے بیان کردہ ان الفاظ کے علاوہ غلط الفاظ کی ایک طویل فہرست ہے۔ 'بیٹھ' میں 'ی' کا دندانہ چھوڑنا، 'ٹیڑھے' کو 'ٹھیڑے' لکھنا یعنی دو چشمی 'ھ' کی جگہ بدل دینا، 'ہتھوڑے' کو 'ہتوڑے' لکھنا، 'الف'

سے شروع ہونے والے الفاظ 'ع' سے لکھنا جیسے عادی کو 'آدی'، 'عفت' کو 'افت' لکھنا۔ مذکر کو مؤنث لکھنااور مؤنث کو مذکر لکھنا۔ حقیقی اسما کی تذکیر وتانیث اور غیر حقیقی اسما کی تذکیر وتانیث میں طلبہ فرق نہیں کر سکتے۔ جو الفاظ کسی سہارے کے بغیر کھڑے ہو سکتے ہیں جیسے آج کل، کیوں کہ ، کے لیے، جس کی، ستم گر، اُس کا، اُس کی، چوں کہ ، یونی ورسٹی، ہم سفر وغیرہ۔ یہ سب الفاظ طالب علم جوڑ کر لکھتا ہے۔ ان الفاظ کو جوڑ کر لکھنا غلط ہے۔ 'ء' ہمزہ کے استعمال میں بھی طالب علم فراخ دلی سے کام لیتے ہیں جہاں 'ہمزہ' کا استعمال نہ بھی ہو اُدھر 'ہمزہ' لگا دیتے ہیں جیسے 'کے لیے' کی بجائے 'کیلئے'، 'دیے' کی بجائے 'دیئے'، 'لیے' کی بجائے 'لئے'، املا، ابتدا، انتہا کی بجائے املاء، ابتداء اور انتہاء کا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان الفاظ کے بعد 'ہمزہ' لگانا عربی زبان کا قاعدہ ہے۔

عطش درانی کہتے ہیں کہ :

> "صاف ستھرا لکھنا، لفظوں کے صحیح شوشے بنانا، دو لفظوں میں مناسب فاصلہ رکھنا سکھایا جاسکتا ہے اور دو لفظوں کو گڈمڈ کر دینے جیسی ناپسندیدہ عادت ختم کی جاسکتی ہے۔"[۷]

اس مشق کے لیے استاد کو محنت کی ضرورت ہے۔ ایسے الفاظ کی پہچان تختہ سیاہ پر کرائی جاسکتی ہے۔ تختہ سیاہ پر یا بار بار جماعت میں تحریری مشق کروا کر بھی املا درست کرائی جاسکتی ہے۔ اُستاد اردو درست تلفظ سے بولے کیوں کہ بولنے اور سننے سے بھی اردو زبان میں بہتری آسکتی ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر بھی اساتذہ املا کی مشق کروائے مگر ابتدائی سطح سے ہی املا کی طرف خصوصی توجہ دی جائے تو اعلیٰ سطح تک پہنچ کر طالب علم مشکل سے دوچار نہیں ہوگا۔ بچے کا ذہن ایک خالی تختی کی طرح ہوتا ہے اُس پر جس قلم اور روشنائی سے مشق کرائی جائے گی یعنی جس طریقے سے املا کروائی جائے گی بچہ تمام عمر اُسے طرز پر لکھتا رہے گا۔

ترکیبی و تحلیلی طریقہ کار:

معین الدین نے اپنی کتاب "ہم اردو کیسے پڑھائیں" میں درس وتدریس کے مختلف طریقے بیان کیے ہیں جس میں سب سے پہلے ترکیبی و تحلیلی طریقے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ترکیبی طریقے میں جُز سے کل کی جانب اور تحلیلی طریقے میں کل سے جُز کی جانب اقدام کرتے ہیں۔"[۸]

ترکیبی طریقے میں پہلے حروفِ تہجی سکھاتے ہیں اور پھر حروف کے ذریعے الفاظ بنائے سکھائے جاتے ہیں۔ آوازوں کے ذریعے بھی لفظ شناسی اسی طریقے کا حصہ ہے۔ اس کے برعکس تحلیلی طریقے میں کل سے جُز کی جانب پیش قدمی ہوتی ہے پہلے جُملہ ، پھر کلمہ اور کلمے سے لفظ تک پہنچتے ہیں۔ اس کے بعد حروف کی پہچان کرائی جاتی ہے۔ معین الدین نے لکھنے لکھانے کے لیے چار طریقے بیان کیے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ابجدی طریقہ:

یہ قدیم طریقہ ہے جس میں حروفِ تہجی سکھائے جاتے ہیں۔بچہ پہلے حروف کی شناخت کرتا ہے پھر اس پر اعراب لگوانا سکھائے جاتے ہیں۔ حروف کی آدھی اشکال بھی اسی وقت سکھائی جاتی ہیں۔ حروف جوڑنے سکھائے جاتے ہیں۔ دو حرفی، سہ حرفی اور چار حرفی الفاظ سکھائے جاتے ہیں۔ جیسے

تا+لا=تالا

با+با=بابا

جا+لا=جالا

تا+یا=تایا

تصویری قاعدے کے ذریعے الفاظ اور رنگوں کی پہچان کرائی جاتی ہے۔ شرارتی نو اور مصوّتوں سے بھی ابتدائی سطح پر تعارف ہوتا ہے۔اس طریقے سے بچے حروف کی شکلیں ذہن نشین کر لیتے ہیں۔ تلفظ اور املا میں بھی بہتری نظر آتی ہے۔ اس طریقے میں لفظ شناسی پر توجہ دی جاتی ہے اور مفہوم پر کم۔ لیکن یہ طریقہ اگر اختیار کیا جائے تو اعلیٰ ثانوی سطح تک پہنچنے کے بعد بھی املا کے جو مسائل نظر آتے ہیں اُس سے چھٹکارا ممکن ہے۔

(۲) جے۔ایچ۔پستالوزی طریقہ (J.H. Pestalozzi):

یہ طریقہ مغربی مفکر پستالوزی نے ایجاد کیا اُس کے خیال میں حروف لکھنے میں جس قسم کی مہارت درکار ہے وہ خطِ مستقیم اور خطِ منحنی کھینچنے کی مشق سے حاصل کی جاسکتی ہے۔اُس کے خیال میں خط کشی سے لکھنا سکھانا شروع کیا جائے۔ خط مستقیم (___)، خط منحنی، گول نقطے (٠) اور مربع نقطے اور پھر ان خطوں اور نقطوں کے ملانے سے حروف سکھائے جاسکتے ہیں۔ یہ طریقہ دلچسپ ہے۔ حرف سے سکھانے کی بجائے خطوط اور نقطوں سے سکھانا بجائے خود ایک دلچسپ سرگرمی ہے۔ عطش درانی نے پستالوزی طریقے کو ایک مشکل طریقہ کہا ہے۔اُن کے خیال میں یہ ایک نفسیاتی طریقہ ہے جو انگریزی میں تو ممکن ہے کیوں کہ انگریزی حروف کی شکل آپس میں ملتی ہے مگر اردو حروف میں بہت جلد ان کا ذخیرہ ختم ہو جاتا ہے اور بات پھر حروف تہجی پر جا پہنچتی ہے۔[۹]

اردو میں حروف کی مختلف شکلیں ہیں۔ ہر دوسرے حرف کے ساتھ مل کر، حروف شکلیں بدلتے جاتے ہیں۔ عطش درانی کے مطابق اردو نستعلیق رسم الخط میں صرف حرف "ب" کی ۵۳ شکلیں اور مقامات ہیں۔ مثال کے طور پر:

باقی، بغیر، بچت، بلا، بے چارہ، بس، بطخ وغیرہ اور اردو کے باقی حروف کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے اپنی کتاب "تدریس اردو" میں بھی تحلیلی طریقے کے انہی مسائل کا ذکر کیا ہے۔[۱۰]

(۳) مانٹیسوری کا طریقہ:

یہ طریقہ اٹلی کی ڈاکٹر ماریا مانٹیسوری کا ایجاد کردہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ حسیاتی طریقہ ہے اس میں لکڑی، گتے یا ریگ مال پر حروف کی شکلیں کاٹ لی جاتی ہیں۔ ان پر بچے انگلی پھیلاتے ہیں اور اس طرح حروف کی شکلیں بچوں کو ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ معین الدین کے نزدیک اردو سکھانے کے لیے یہ طریقہ زیادہ مفید نہیں۔

سرکاری سے زیادہ نجی اسکولوں میں یہ طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ آج کل کے نجی اسکولوں میں ابجدی، پستالوزی اور مانٹیسوری طریقوں کے امتزاج سے حروف لکھائے اور پڑھائے جاتے ہیں۔ درس وتدریس کی پہلی سیڑھی ہی حروف کی پہچان ہے۔ یہ طریقے اردو اور انگلش دونوں میں کامیاب ہیں۔ معین الدین، عطش درانی، عبدالستار اور فرمان فتح پوری کی رائے میں اردو میں یہ طریقے کامیاب نہیں مگر آج کے نجی اسکولوں میں انتہائی کامیابی سے انہی طریقوں سے ابتدائی درجوں پر لکھنا سکھایا جاتا ہے اور بچے بہتر نتائج لے کر سامنے آتے ہیں۔ آکسفرڈ یونی ورسٹی پریس کے ۲۰۱۶ء کے چھپے ہوئے 'اردو خوش خطی' کے قاعدے میں خطِ مستقیم، خطِ منحنی، نقطوں جوڑ کے دائرہ بنانے، ترچھا لکھنے اور دائیں سے بائیں لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ نقطے جوڑ کر حروف بنانے اور مختلف اشکال کی مدد سے حروف لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ پستالوزی اور مانٹیسوری طریقے سے امتزاج سے ابتدائی جماعتوں میں لکھنے کی مشق کرائی جاتی ہے جس میں انتہائی کامیابی سے بچے اردو کے حروف لکھنا سیکھ جاتے ہیں جیسے کشتی کی شکل بنا کر بچوں کو ب لکھنا سکھایا جاتا ہے۔

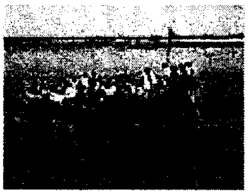

فوزیہ احسان فاروقی "اردو خوش خطی سلسلہ' کے ابتدائی قاعدے کے تعارف میں لکھتی ہیں:

"لسانی نشوونما کے چاروں مراحل سُننا، بولنا، پڑھنا اور لکھنا میں سے لکھنا سب سے پیچیدہ اور تکنیکی مہارت ہے۔ اس کے لیے نہ صرف پہلے تینوں مراحل سے واقفیت درکار ہے بلکہ دماغ سے ہاتھ کے عضلاتی ربط، اندازِ نشست اور بہت سے عوامل ضروری ہیں۔........... آسان سے مشکل کا اصول اپناتے ہوئے طلبا کو حروف سے الفاظ، الفاظ سے جملوں اور جملوں سے پیراگراف کی جانب لایا گیا ہے۔ صوتی طریقہ تدریس پر مبنی مصوتوں کے ساتھ الفاظ سازی کے علاوہ

منتخب ذخیرۂ الفاظ کی مشق کروائی جاتی ہے تاکہ طلبا جلد اور آسانی سے اپنی عبارات خود تحریر کرنے کے قابل ہو سکیں۔"[11]

فوزیہ احسان نے اپنے قاعدے میں ترکیبی طریقے کو اپنایا ہے۔اس قاعدے میں مفرد سے مرکب حروفِ تہجی کی طرف اقدام نظر آتا ہے۔ فوزیہ فاروقی کے ایک اور ابتدائی قاعدے "کلیاں" میں الفاظ کی پہچان کے ساتھ ساتھ عملی سرگرمی بھی شامل کی گئی ہے جیسے لفظ 'پ' کی پہچان کے لیے پھول، پتنگ اور پائپ کی تصاویر لگائی گئی ہیں اور عملی سرگرمی یوں ہے کہ:

"اپنے پیر اور پھر پیٹ کو ہاتھ لگائیے، پلکیں جھپکائیے، پلٹ کر دیکھیے۔"[12]

اس عملی سرگرمی میں بچہ 'پ' سے بننے والے مزید الفاظ، پیر، پیٹ، پلکیں اور پلٹ بھی سیکھ جائے گا۔

(۴) پڑھو اور لکھو طریقہ:

یہ طریقہ تحلیلی طریقوں میں استعمال ہوتا ہے یعنی لفظ پڑھو اور لکھو، جملہ پڑھو اور لکھو، قصہ پڑھو اور لکھو۔ اسے بین و گو (دیکھو اور بولو) طریقہ بھی کہتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالستار نے اس کے چار طریقے بتاتے ہیں:

۱۔ لفظ واری طریقہ

اس میں بچوں کے سامنے چھوٹے، بامعنی الفاظ پیش کیے جاتے ہیں۔ تصاویر اور الفاظ کو ایک دوسرے سے منسلک دکھایا جاتا ہے۔ الفاظ کی متواتر مشق کروائی جاتی ہے اور پھر ان الفاظ کی تحلیل کی جاتی ہے جیسے ایک لفظ 'تارا' اس کے ساتھ تارے کی تصویر بنائی جاتی ہے۔ بچوں کو بار بار لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی مشق کرائی جاتی ہے اور آخر میں لفظ کے حروف سکھائے یا بتائے جاتے ہیں مثال کے طور پر:

تارا = ت +ا+ر + ا

۲۔ جملہ واری طریقہ:

اس میں عام روزمرہ زندگی سے چھوٹے چھوٹے جملے بچوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں جیسے:

'بابا آیا'

'آم لایا'

ان جملوں کے مطابق تصاویر بنائی جاتی ہیں اور بہ آوازِ بلند عبارت خوانی کی مشق کرائی جاتی ہے اور جب الفاظ کی شکلیں، تلفظ اور بچوں کے ذہن میں بیٹھ جائیں تو پھر ان الفاظ کے اجزا بتائے جاتے ہیں جیسے:

با+با=بابا　　　　آ+یا=آیا

آ+م=آم　　　　لا+یا=لایا

اور مزید دو حرفی الفاظ کی تحلیل کی جاتی ہے:

ب+ ا =با　　　　ب+ا=با

آ+ی+ ا =آیا　　　　آ+م =آم

ل+ا+ی+ا=لایا

یعنی جملے سے حرف تک پہنچا جاتا ہے۔

۳۔ قصہ واری طریقہ:

اس میں بچوں کے سامنے مختصر تصویری کہانی پیش کی جاتی ہے۔ کہانی سُننا اوائلِ عمر سے ہی بچوں کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ نانیوں، دادیوں کی گود میں باپ کے پہلو میں بیٹھ کر بچے کہانیاں سُننا انتہائی پسند کرتے ہیں۔ جانوروں اور پرندوں کے قصے، پریوں کی کہانیاں، شہزادے، شہزادیوں کی داستانیں سب بچوں کو پسند ہوتی ہیں۔ جیسے 'کچھوے اور خرگوش' کی کہانی، 'لالچی کتے' اور 'پیاسے کوے کی کہانی'، 'چوہے اور شیر کہانی' یہ سب بچوں کو سنائی جاتی ہیں پھر ان میں سے ایک ایک جملہ لیا جاتا ہے۔ پھر الفاظ اور الفاظ کا توڑ کر کے حروف سکھائے جاتے ہیں۔[۱۳]

یہ طریقہ ترکیبی طریقے کے مقابلے میں مشکل ہے اور ابتدائی سطح پر طلبہ سے لفظ واری، جملہ واری اور قصہ واری طریقوں سے مشق کرانا دِقت طلب ہے۔ یہ بچے کے حافظے کا تو حصہ بن سکتے ہیں مگر الفاظ اور حروف کی پہچان میں ترکیبی طریقہ زیادہ بہتر ہے۔ اس کے برعکس عبدالستار صاحب انتخابی یا مخلوط طریقے کی سفارش کرتے ہیں جو ان تمام طریقوں کا امتزاج ہو اسے انتخابی طریقے کے ساتھ امتزاجی طریقہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ یہ امتزاجی طریقہ نجی اسکولوں میں ابتدائی سطح پر رائج ہے۔ عطش دُرّانی نے املا کے چار اصول بتائے ہیں:

۱۔ صحت، ۲۔ خوش خطی ۳۔ روانی ۴۔ صفائی[۱۴]

املا اور تلفظ کی مشق بے حد ضروری ہے۔ پستالوزی بھی مشق کے اصول کو تسلیم کرتا ہے اور یہ ذمہ داری اُستاد پر عائد ہوتی ہے۔ پستالوزی تدریس کو فنِ باغبانی قرار دیتا ہے اور معلم کو باغبان۔ یہ حقیقت ہے کہ باغباں بیج بوتا ہے اور اس کے لیے مناسب پانی، ہوا اور روشنی کا انتظام کرتا ہے۔ یہی کام معلم کا ہے کہ وہ بچے کی ذہنی نشو و نما و بالیدگی کے لیے مناسب طریقہ تدریس کا انتخاب کرتا ہے۔ پستالوزی کے نزدیک تعلیم اور نمو سے مراد جسمانی، ذہنی اور اخلاقی پرورش ہے جس میں

بہتر طریقہ وہی ہے جو دل، دماغ اور ہاتھ سب کو کام میں لائے۔ قدیم زمانے سے تختی پر املا کا رواج تھا جُوں جُوں تختی اور سلیٹ پر لکھنا ختم ہوتا گیا طالب علم کی املا خراب ہوتی گئی۔ خوش خطی کا رُجحان کم ہو گیا اور املا کی اغلاط سامنے آنے لگیں۔ دورِ حاضر حالانکہ اپنے ساتھ جدید طریقہ تدریس لے کر آیا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی طلبہ کو املا اور خوش خطی سے دُور لے کر چلی گئی ہے لیکن قدیم اساتذہ کے طریقے یعنی تختی لکھوانے سے بچوں کی املا درست ہو سکتی ہے۔ ہماری تعلیم کا مقصد یہی ہے ایک تو جدید طریقوں سے آگاہی اور دوسرا قدیم ورثے کو نئی نسل تک منتقل کرنا جو قدیم و جدید طریقوں کی آمیزش سے ہی پُورا ہو سکتا ہے۔ املا میں بہتری مطالعے کے ذریعے ہی آ سکتی ہے جو لفظ ہماری آنکھوں سے جتنی دفعہ گزرے گا اور جتنی دفعہ ہم ایک لفظ کو پڑھیں گے وہ نہ صرف ہماری یادداشت کا حصہ بنے گا بلکہ صحیح املا کے ساتھ ہمارے حافظے میں باقی رہے گا۔

مطالعہ کی اہمیت:

ایک طالب علم کی کامیابی کے لیے مطالعہ بے حد ضروری ہے۔ عطش درانی لکھتے ہیں:

> ''مطالعہ پڑھا لکھا ہونے کا بنیادی ہتھیار ہے ایک پڑھا لکھا شخص صرف اس شخص کو کہا جا سکتا ہے جو کم از کم تین سو صفحات روزانہ یا پانچ سو کتابیں سالانہ یا عمر بھر میں پندرہ ہزار کتابیں پڑھا ہو۔''[۱۵]

مطالعہ کسی بھی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ کتاب کی رفاقت بہت پرانی ہے۔ کتاب پڑھنے والا کبھی ناکام نہیں ہو سکتا اور مطالعے کے بغیر نصابی مقاصد کی تکمیل بھی ممکن نہیں چاہے نصاب مرتب کرنے والے اراکین ہوں یا درسی کتاب کے مؤلفین، چاہے اساتذہ کرام ہوں اور چاہے طالب علم، مطالعے کے بغیر نہ کوئی تدوین ہو سکتی ہے اور نہ کوئی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ ذہن انسانی نے جتنے بڑے بڑے معرکے سر کیے ہیں سب کے سب مطالعے کی بدولت ہیں۔ پہلے کتاب کے ذریعے مطالعہ کیا جاتا تھا اور اب کتاب کے ساتھ ساتھ کمپیوٹر کی سکرین پر مطالعہ ہونے لگا ہے۔

دورانِ تدریس اساتذہ کو چاہیے کہ وہ طالب علم کو مطالعہ کرنے کی ترغیب دے۔ کسی بھی مضمون میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ بے حد ضروری ہے مگر اردو میں مضمون و مکالمہ لکھنے، آپ بیتی اور روداد قلم بند کرنے، منتخب اقتباسات، منظومات اور غزلیات کی تشریح کے لیے اضافی مطالعے کی بے حد ضرورت ہے۔ اُستاد دوران جماعت، طلبہ کے لیے بذاتِ خود اضافی کتب سے مطالعہ کروا سکتا ہے یا پھر لائبریری میں جا کر متعلقہ کتب کے مطالعے کی ہدایت کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر علامہ اقبال، قائدِ اعظم، کسی بھی شاعر، تحریکِ پاکستان کے مشہور کارکن یا کسی اسلامی شخصیت کے حوالے سے مضمون لکھنے کے لیے طلبا لائبریری کی چند کتب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ ابتدا میں استاد، طالب علم کی رہنمائی چند

متعلقہ کتب کے نام بتا کر سکتا ہے پھر رفتہ رفتہ اس مشق سے طالب علم میں خود مطالعے کا شوق پیدا ہو جائے گا۔ آج کل اردو زبان کے حوالے سے طلبا کے اندر جو کمی نظر آتی ہے اور اتنے سال پڑھنے کے باوجود بھی بہت کم طلبہ ایسے ہیں جو اردو روانی سے بول سکیں۔ درست تلفظ کے ساتھ الفاظ پڑھ سکیں نیز قواعد کے لحاظ سے درست اردو لکھ سکیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آج کل طلبا میں مطالعے کا رجحان بہت کم ہے۔ کورس کی کتاب طالب علم مشکل سے پڑھتے ہیں۔ اس کی ذمہ داری سب سے پہلے اُستاد پر عائد ہوتی ہے اور پھر طالب علم پر۔ دورانِ تدریس اُستاد کا فرض ہے کہ وہ عبارت کی بلند خوانی کروائے اور آخر میں طالب علم سے الفاظ معانی، سبق کے خلاصے، مرکزی خیال کے حوالے سے سوالات کرے۔ ہر طالب علم کو اس مشق میں شامل کرے۔ لائق طالب علم سے زیادہ، پست ذہنی صلاحیت کا طالب علم اُستاد کی توجہ کا زیادہ مستحق ہے۔ پڑھانے کے دوران، دلچسپ معلومات سے طالب علم کو آگاہ کرے اپنے تدریسی طریقے کو بوریت سے بچائے مثال کے طور پر سالِ اول کی اردو لازمی کی کتاب میں شامل ڈرامے 'دستک' اور 'قرطبہ کے قاضی' کو دلچسپ بنانے کے لیے طلبا کو ڈرامے کے کردار بنا کر جماعت کے اندر عملی طور پر ڈرامہ پیش کیا جائے۔ اس طرح طالب علم اردو بولنے میں بھی مہارت حاصل کرے گا۔ مکالمہ نگاری سے بھی آگاہ ہو گا۔ ڈرامے کی صنف سے بھی واقفیت حاصل کرے گا اور یوں دلچسپی سے دیگر ہم جماعت بھی اس سرگرمی سے محظوظ ہوں گے۔ درس و تدریس سے منسلک ہونے کی وجہ سے یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس عملی طریقے سے طالب علم انتہائی دلچسپی سے اس عملی سرگرمی میں شامل ہوتے ہیں۔

نظم اور غزل پڑھاتے ہوئے طلبا سے اُن کے پسندیدہ شعراء کے حوالے سے پوچھا جائے اور اُن کے اشعار بھی سُنے جائیں۔ ہر طالب علم کو انفرادی طور پر جماعت میں شامل کیا جائے۔ ہر طالب علم کی ذات میں کوئی نہ کوئی خوبی پنہاں ہوتی ہے۔ کوئی اچھا لکھ سکتا ہے، کوئی اچھا بول سکتا ہے اور کوئی اچھا سامع بھی ہوتا ہے۔ منتظمین کی صلاحیتیں بھی طلبا میں موجود ہوتی ہیں۔ بزمِ ادب کا انتظام کسی ایک طالب علم کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ سٹیج کی سجاوٹ میں بھی طلبہ دلچسپی سے حصہ لے سکتے ہیں۔ طلبہ کے پسندیدہ موضوعات کے مطابق خوش رنگ چارٹ پیپرز کمرہ جماعت میں طلبا سے تیار کروا کے آویزاں کیے جا سکتے ہیں۔ صرف سبق پڑھانا، رٹوانا اور امتحان لے لینا ہی فن تدریس نہیں بلکہ اُستاد کی ہمہ جہت شخصیت، طالب علم کو کئی سرگرمیوں میں مصروف رکھ کر تدریس کو دلچسپ بنا سکتی ہے۔ ابنِ خلدون نے آزاد تعلیمی فضا میں تعلیم کے عمل کو جاری رکھنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے کہ اس طرح طالب علم میں بلند جذبات و خیالات پیدا ہوں گے۔[۱۶]

مباحثی طریق تدریس:

جہاں تک مطالعے کا تعلق ہے خصوصاً ثانوی واعلیٰ ثانوی سطح پر، مطالعے کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ اعلیٰ سطح پر مطالعے کی عملی تدریس کے لیے ایک طریقہ رابرٹ ہچنز (Robert Hutchins) نے تجویز کیا۔ اسے مباحثی طریقے کا نام دیا جس میں طلبہ کو مختصر گروہوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ اُستاد پر منحصر ہے کہ وہ پورا سبق طالب علم کو دے دے یا پھر نصابی شعرا کو ہر گروہ میں تقسیم کر کے کچھ دنوں بعد، ہفتے بعد یا پھر مہینے بعد اس سے متعلق سوالات کریں یا پھر زبانی امتحان لے لیں اور تحریری طور پر بھی طلبہ سے اس کا ٹیسٹ لیا جاسکتا ہے۔ اس مباحثے میں اُستاد کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے اور طلبہ گروہ کی صورت میں متعلقہ سبق، مضمون یا شاعر کے حوالے سے بحث کرتے ہیں یا پھر اپنی رائے کا اظہار آزادانہ کرتے ہیں۔ ہے مین (Hayman) لکھتا ہے کہ "علم یا تو پہلے سے انسان کے اندر ہوتا ہے جو ابدی روحِ مطلق (اللہ) کی طرف سے ودیعت ہوتا ہے (الہام یا وحی کی صورت میں) یا پھر انسان اسے اکتساب، کوشش اور سعی سے اپنے باطن سے اخذ کرتا ہے۔"[۱۷] سقراط سے آگسٹائن تک کے مفکرین یہی کہتے آئے ہیں۔ ڈیوی بھی اسی کی حمایت کرتا ہے۔ اس نظریے کے مخالف ہلڈا تابا (Tilda Taba) بھی یہی تسلیم کرتی ہیں کہ علم اُستاد سے شاگرد کو منتقل نہیں ہوتا۔ یہ دراصل بصیرت، عرفان اور تعلقی قوت ہے جس پر تدریس نشوونما پاتی ہے۔ طلبا خارجی ماخذوں سے زیادہ، اپنے باطن پر اور اپنی قوتِ فکر و عمل پر انحصار کرتے ہیں مگر اس خود انحصاری کے لیے طلبا کو مشق کی ضرورت ہے۔ مباحثی طریقے کا سب سے اہم مرحلہ تفکر ہے۔ جان ڈیوی نے اس کے پانچ مراحل بتائے ہیں۔

۱۔ یادآوری (Suggestion) جس میں ذہن ممکنہ حل کی طرف لپکتا ہے۔

۲۔ محسوس مسئلہ (Felt Problem) جس سے مشکل کا تفکر یعنی حل کے لیے سوال پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ فرضیہ (Hypothesis) ممکن ترین یادآوری یا حل جس سے مشاہدات اور اقدامات وجود میں آتے ہیں۔

۴۔ استدلال (Reasoning) نتیجے تک پہنچنے کے لیے خیالات کو پرکھنے کی ذہنی مشق۔

۵۔ جانچ (Testing) فرضیوں کو اس کے نتیجے میں آزمانا۔[۱۸]

اکتشافی طریقہ (Heuristic):

مطالعے کا یہ طریقہ، محققین کے مطابق سقراطی طریق سوال و جواب سے جا ملتا ہے۔ اسے متخیلہ (imagery) اور نفسیات سے بھی ملایا جاسکتا ہے۔ وقوفی (cognitive)، کرداریاتی اور انسانیاتی تقسیم بھی اسی کا حصہ ہے۔ یہ سائنسی طریقہ ہے جس میں پہلے مسئلہ زیرِ بحث لایا جاتا ہے پھر مطالعے کے بعد 'حل' تلاش کیا جاتا ہے۔

خود مطالعاتی طریقے:

از خود مطالعہ کتب کے کئی طریقے میں والٹر پاک نے پانچ طریقوں کا ذکر کیا ہے۔[19]

ا۔ تین آر (3R) مطالعہ، اندراج اور قرأت (Read, Record, Recite) ہمارے تعلیمی اداروں میں بھی یہی طریقہ رائج ہے۔ پہلے کتاب کا مطالعہ کیا جاتا ہے، بار بار پڑھا جاتا ہے، مشکل الفاظ کو خط کشیدہ کر کے اُن کے معانی لکھے جاتے ہیں۔ گھر میں طالب علم، سبق کو دُہراتا اور یاد کرتا ہے اور ان یادداشتوں کو کتاب کے ساتھ ملاتا ہے۔

۲۔ دوسرے طریقے میں ایس کیو تین آر (SQ3R): جائزہ، سوال، مطالعہ، قرأت، تبصرہ (Survey, Question, Read, Record, Recite) ہیں۔ اس میں پہلے عنوانات کا جائزہ لے کر از خود سوال ترتیب دیے جاتے ہیں۔ سوالات مطالعے کی ترغیب دلاتے ہیں۔ پھر عبارت کو پڑھ کر سوالات کے جواب تلاش کر کے اپنے لفظوں میں بیان کریں ساتھ ساتھ مشکل الفاظ کے معانی ضرور معلوم کریں۔

۳۔ تیسرے طریقے میں PQRST: پیش جائزہ، سوال، مطالعہ، خلاصہ کاری، امتحان

(Preview, Question, Read, Sumarise, Test)

۴۔ چوتھا طریقہ او کے پانچ آر نظام (OK5R System): سرسری جائزہ، کلیدی خیالات، مطالعہ، اندراج، قرأت، جائزہ، تفکر

(Overview, Key ideas, Read, Record, Recite, Review, Reflect)

۵۔ فوق چھ آر نظام (Super 6R System): قراولی، مطالعہ، قرأت، تحریر، جائزہ، تفکر (Reconnoiter, Read, Recite, Record, Review, Reflect)۔ قراولی سے مراد ابتدائی جائزہ لینا جسے آپ کوئی نام دے سکیں۔

خود مطالعاتی طریقہ کی بنیاد تفکر ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر کسی حد تک طلبا خود مطالعاتی طریقے کو اپنا سکتے ہیں مگر اس کا اطلاق یونی ورسٹی کی سطح پر زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکتا ہے کیوں کہ اعلیٰ ثانوی سطح کا طالب علم اتنی اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ بذاتِ خود کتاب اُٹھائے۔ اُس کے عنوانات پڑھنے کے بعد سوالات اُٹھائے اور مطالعے کے ساتھ ساتھ الفاظ کو خط کشیدہ کر کے لغت سے اُس کے معانی تلاش کریں اور از خود جانچ کے لیے تیارے کرے۔ اعلیٰ ثانوی سطح تک پہنچ کر طالب علم میں از خود مطالعے کی عادت پیدا ہونا بے حد ضروری ہے۔ مگر چند خامیوں اور کوتاہیوں کی بنا پر طالب علم از خود مطالعہ میں کمزور ثابت ہوتا ہے۔ یہ خامیاں تعلیمی نظام میں بھی موجود ہیں۔ اس کی ذمہ داری اُستاد پر بھی عائد ہوتی ہے اور طالب علم بھی سہل

پسندی کا شکار ہوتا ہے۔ طالب علم پکا پکایا مواد پڑھنے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ ابتدائی سطح سے اعلیٰ ثانوی سطح تک نہ تو طالب علم اضافی مواد کا از خود مطالعہ کرتا ہے اور نہ اُستاد اس کی ترغیب دلاتا ہے۔ اس کی ذمہ داری اربابِ اقتدار و اختیار پر بھی عائد ہوتی ہے کیوں کہ اُردو کا اُستاد نہ تو درسی مواد بدل سکتا ہے اور نہ سبقی ڈیزائن میں کوئی تبدیلی کر سکتا ہے۔ وہ تو پابند ہے کہ مختصر دورانیے میں کتاب یا مقررہ نصاب مکمل کروائے۔ آج کل سرکاری کالجوں میں (Monthly Test) کرز رجحان عام ہے اور اَن گنت غیر نصابی سرگرمیاں بھی از خود مطالعے میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ پہلے سال میں یومِ اقبال، یوم قائد اور یوم آزادی کے ساتھ یومِ قراردادِ پاکستان منایا جاتا تھا اب اس کے علاوہ درجنوں تقاریب تعلیمی اداروں میں داخل کر دی گئی ہیں۔ ڈینگی سیمینار، ہفتہ وار، Anti Corruption day, Anti Drug day یومِ سرسید احمد خان، Sport Activities بھی سالانہ کیلنڈر کا حصہ بن گئے ہیں۔ آئے دن تقریری مقابلے جو طالب علم اور اُستاد دونوں کے وقت کا ضیاع ہے۔ نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ غیر نصابی سرگرمیاں تعلیمی ادارے کی خوب صورتی ہیں مگر غیر نصابی سرگرمیوں میں بے جا اضافہ طالب علم کو اپنے اصل مقصدِ تعلیم سے دُور لے کر جا رہا ہے۔ ان سرگرمیوں کا انعقاد یونی ورسٹی کی سطح پر درست ہے کہ اُس سطح تک پہنچ کر طالب علم از خود مطالعے کا عادی ہو چکا ہوتا ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر طالب علم کو ہر لحظہ اُستاد کی رہنمائی درکار ہوتی ہے۔

تدریسی معاونات:

درس و تدریس کو کامیاب بنانے کے لیے روایتی طریقِ تدریس سے ہٹ کر اگر اساتذہ کرام عملی طور پر سلسلۂ تدریس کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ امدادی آلہ کار کا استعمال کریں تو مطلوبہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ دورِ حاضر سوشل میڈیا کی اندھا دھند تقلید و یلغار کا دور ہے۔ اگر طلبہ کو اُن کے پسندیدہ آلات کے ذریعے تدریس کروائی جائے تو اُن کے لیے دلچسپی پیدا ہو گی۔ آج کے طالب علم کو ۲۴ گھنٹے ٹی وی چلتا ہوا ملتا ہے، موبائل ہر وقت دستیاب ہے اور انٹرنیٹ کی سہولتیں نہایت ارزاں ہیں اس لیے درس و تدریس جدید ٹیکنالوجی کا استعمال ناگزیر ہو چکا ہے۔

تختی، قلم اور روشنائی سے لے کر چاک، تختہ سیاہ، تختہ سفید، تصاویر، چارٹ، ماڈل، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، کمپیوٹر اور پروجیکٹر تک کا سفر درس و تدریس کو سہل بنانے کا سفر ہے۔ یہ سفر تا حال جاری و ساری ہے۔ دورِ طالب علمی میں بی۔اے کی کلاس میں مقالہ نگار نے بھی انگریزی کا شامل نصاب مشہور و معروف ناول اولڈ مین اینڈ دا سی (Old man and the sea) کالج میں ویڈیو فلم کی صورت میں دیکھا۔ لکھے ہوئے ناول کو فلم کی صورت میں دیکھ کر ناول کا ڈرامائی تاثر، اُتار چڑھاؤ، ناول کے اہم کردار اور دیگر کئی اہم عوامل اچھی طرح سے ذہن نشین ہو گئے۔ اردو کے حوالے سے مراۃ العروس، جانگلوس، ایک

محبت سوافسانے، غالب، اقبال اور قائدِ اعظم کی شخصیات پر بنائے گئے ڈرامے، منٹو کے افسانے، غالب، فیض، ناصر کاظمی، مومن خان مومن اور کئی نامور شعرا کا موسیقی کی دُھن پر گایا ہوا کلام کمرۂ جماعت میں دکھایا اور سُنایا جا سکتا ہے۔ ان معاونات کے ذریعے نہ صرف تلفظ، لہجہ اور تقریر بہتر بنائی جاسکتی ہے بلکہ طلبہ کو ڈرامہ نگاری، ناول نگاری، افسانہ نگاری، غزلیات و منظومات کی صحیح تلفظ، قافیہ و ردیف کے ساتھ ادائیگی اور موسیقی کے زیر و بم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور یہی معاونات غیر نصابی سرگرمیوں جیسے مقابلہ تقریر، بزمِ ادب، مقابلۂ موسیقی، یومِ اقبال، یومِ قائد، جشنِ آزادی، یومِ پاکستان کی ترتیب و تنظیم اور شمولیت میں طلبہ کے لیے بے حد مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ کتاب بہترین دوست اور رفیق ہے لیکن دورِ حاضر میں کتاب کے ساتھ یہ معاونات ندیم دوست بن جاتی ہیں۔

مغربی ماہرِ تعلیم ایڈگر ڈیل نے تجربات کا ایک مخروط (Edgar Dale's cone of experience) بنایا ہے۔

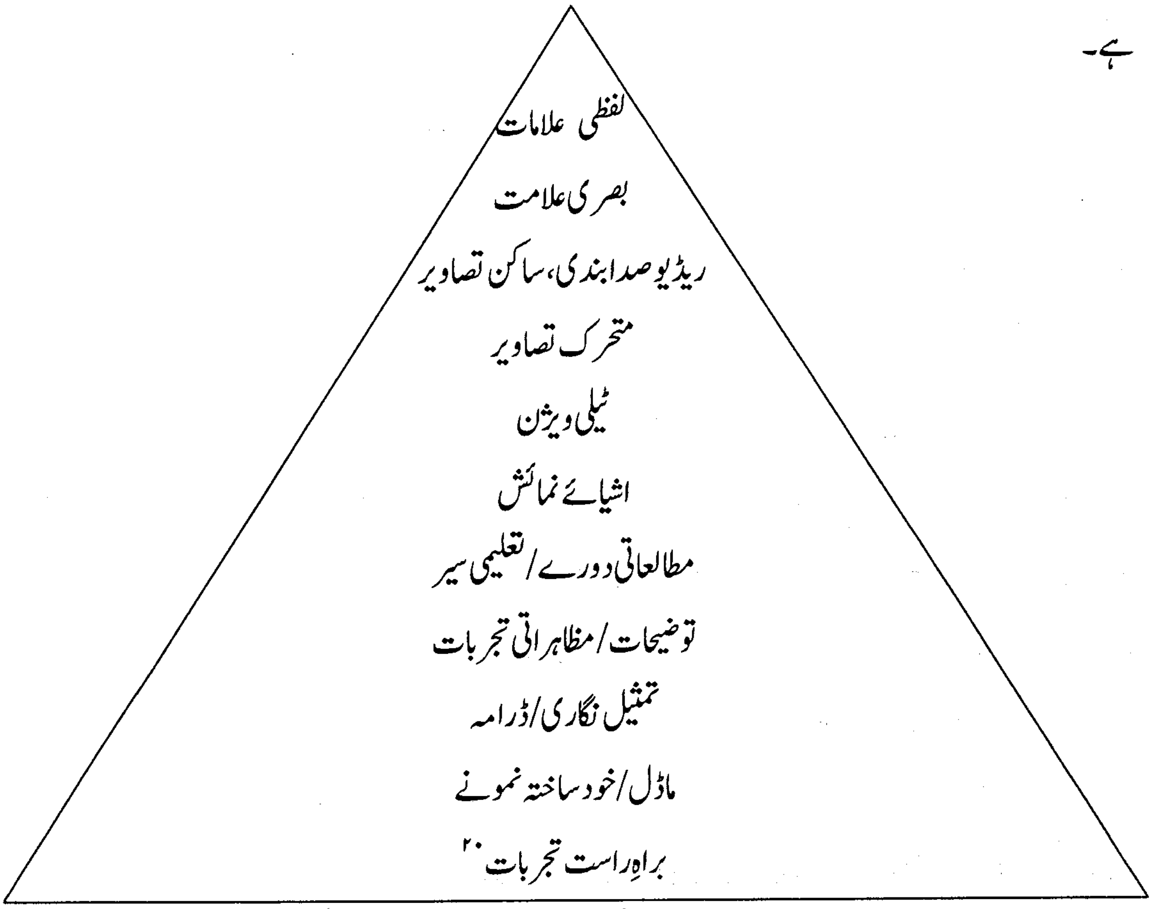

اردو زبان کے حوالے سے درسی کتاب کے مشمولات کے نمایاں ادباء و شعراء کی تصاویر اور شاملِ نصاب مواد کے چارٹس بنا کر کمرۂ جماعت میں یا کالج اسکول کی راہداری پر آویزاں کیے جا سکتے ہیں۔ جب ان چارٹس پر طلبا کی نگاہ بار بار پڑتی ہے تو یہ مواد ازبر ہو جاتا ہے۔ اردو زبان و ادب کی تاریخ ادوار کے ساتھ اور تصاویر کے ساتھ ترتیب وار چارٹ کی صورت

میں اگر اردو کی کلاس میں آویزاں کیے جائیں تو طلبا کے لیے اس کو یاد کرنا آسان ہو جائے گا۔ ان سب معاونات اور امدادی آلہ کار کا بروقت مناسب اور متوازن استعمال اُستاد کی صوابدید پر ہے۔ ان سب معاونات کا استعمال، درسی مواد کی ترتیب کے مطابق ڈیزائن کیا جانا از حد ضروری ہے جو مواد سمعی، بصری و لسانی صورتوں میں طلبا کے سامنے پیش کیا جائے گا وہ مواد یاد کر کے امتحان میں لکھنا اور لکھ کر کامیابی حاصل کرنا طلبہ کے لیے مشکل نہیں ہو گا۔ آج کا طالب علم صرف ایک کتاب کے سہارے نہیں چل سکتا کیوں کہ تعلیمی اداروں کی چار دیواری کے باہر کئی ایسی ترغیبات موجود ہیں جو طلبا کی توجہ ہٹانے کے لیے کافی ہیں۔ اس لیے اگر گھر اور کالج کی چار دیواری کے اندر بیرونی سہولیات کے استعمال سے سلسلۂ تدریس کو دلچسپ بنا دیا جائے تو تعلیمی اداروں کا ماحول نہ صرف طلبا کے لیے پر کشش بن جائے گا بلکہ کھلے ذہن اور کھلی فضا کے ساتھ بتدریج تعلیمی مدارج طے کر کے نئے اُفق تک پہنچ جائیں گے۔

انگریزی نظام تعلیم اور اردو زبان:

برصغیر میں انگریز کی آمد نے مسلمانانِ ہند کی زندگیوں میں کئی انقلاب برپا کیے، مغلیہ حکومت کا خاتمہ ہو گیا، عربی و فارسی زبان کے اثرات کم سے کم تر ہوتے گئے، شاہی نظام کی بجائے ایک سرکاری نظام وجود میں آ گیا، دفتری و عدالتی نظام مین افسر و جج، کلرک و ملازم بھرتی ہونے لگے، مدرسوں اور دینی اداروں کے ساتھ ساتھ سکول و کالج اور یونی ورسٹیوں کا تعلیمی نظام وجود میں آ گیا۔ اپنے ذاتی مفادات کے لیے فورٹ ولیم کالج کے تحت عربی و فارسی زبانوں سے اردو زبان میں تراجم ہونے لگے۔ معاشرتی روابط کے لیے اردو کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کی انگریزی زبان کا استعمال ہونے لگا۔ زبان انگریزی، تہذیب انگریزی، رہن سہن کا انداز انگریزی۔ الغرض انگریزی زبان و تہذیب کی اندھا دھند تقلید شروع ہو گئی۔ اردو زبان و ادب کو بھی انگریزی زبان نے بہت متاثر کیا۔ غدر کے بعد تخلیق پانے والے ادب میں سر سید احمد خان، مولوی نذیر احمد، اکبر الہ آبادی کے ہاں خصوصی طور پر انگریزی زبان کے اثرات کو دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ انداز نو آبادیاتی ادب کے زمرے میں آتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے اردو شاعری میں انگریزی الفاظ کے ذریعے، انگریزی تہذیب کے ان اثرات پر گہری ضرب لگائی۔ کئی حساس افراد نے مغرب پرستی کی تقلید کے خلاف آواز بلند کی بلکہ انگریزی اقتدار کے خلاف آواز بلند کی۔ قدامت پسند، باشعور اور حساس افراد قائدِ اعظم کی قیادت میں ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور ان اجتماعی کوششوں کے نتیجے میں ۱۴، اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آ گیا۔ انگریز، برصغیر سے کُوچ کر گیا مگر اپنے دیرپا اثرات برصغیر پاک و ہند میں چھوڑ گیا۔ انگریز کی سو سالہ حکومت کے اثرات سالوں تک بھی نہ جا سکے۔ وہی دفتری و عدالتی نظام، وہی تعلیمی نظام اُردو زبان و ادب پر مابعد نو آبادیاتی اثرات واضح طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

انگریزی نظامِ تعلیم نے اردو زبان کی ساکھ کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ اردو زبان میں انگریزی زبان کے الفاظ سرایت کر چکے ہیں۔ آدھا تیتر، آدھا بٹیر والا معاملہ اردو زبان کے ساتھ برتا جا رہا ہے۔ صاحب ارباب و اختیار مغرب پرستی کی اندھا دھند تقلید میں نظامِ تعلیم کو بھی مغرب زدہ بنا چکے ہیں۔ انگریزی مضمون، لازمی مضمون کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پاکستان کے نظامِ تعلیم کو نظریۂ پاکستان کے نصب العین کے مطابق ہونا چاہیے۔ اسلام کا تحفظ اور زبان کا تحفظ نظامِ تعلیم کا مقصد ہونا بے حد ضروری ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

> ''مغرب پرستی نے ہمیں اپنے حالات سے غافل کر رکھا ہے۔ تعلیمی میدان میں بھی یہی ذہنیت کار فرما ہے۔ ہم گزشتہ کئی برسوں سے قوم پر نئے نئے اصلاحی پروگراموں کی آری چلا رہے ہیں۔''[۲۱]

کسی بھی غیر ملکی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنانا اپنے دست و بازو کو دوسروں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کے مترادف ہے۔ پاکستان اُن ممالک میں شامل ہے جنہوں نے اپنی قومی زبان کو پسِ پشت ڈال کر غیر ملکی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنایا ہے۔ پاکستانیوں کے لیے انگریزی زبان پڑھنا ایسا ہی ہے کہ:

؎ نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم

نہ ہمیں پوری طرح اردو آتی ہے اور نہ مکمل طور پر انگریزی۔ مغربیت کے زُعم میں، انگریزیت زدہ نوجوان اپنی اصل زبان اور مذہب سے دُور ہونے کے باعث اپنی اصل شناخت سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ پاکستانی ہوتے ہوئے بھی پاکستانی نہیں رہے۔ انگریزی زبان کا یہ غلبہ یہ مخصوص طبقے کے لیے تو قابلِ عمل ہے مگر وہ گھرانے اور افراد بلکہ پورے پاکستان میں اردو اور صوبائی زبانیں بولنے والے افراد کے لیے معاشرتی روابط میں خلل انداز ہے۔ طلبہ بھی پریشان اور نالاں نظر آتے ہیں کیوں کہ تعلیمی اداروں میں انگریزی زبان کا غلبہ اور گھروں میں، بازاروں میں ہر جگہ اردو اور صوبائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ انگریزی زبان میں درس و تدریس امریکہ و برطانیہ میں تو کامیاب ہو سکتی ہے مگر پاکستان میں اس کے دُور رس نتائج و اثرات نہیں ہو سکتے۔ عبدالستار لکھتے ہیں:

> ''کسی بھی غیر ملکی زبان میں طالب علم کو بیک وقت دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک زبان کو سمجھنا اور دوسرا مضمون سمجھنا۔ اس طرح وہ دوہری مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ذریعۂ تعلیم وہ زبان ہونی چاہیے جسے معلم و متعلم بآسانی بولنے اور سمجھنے پر قادر ہوں۔ سولہ سال تک ہر لمحے، ہر دم سر پھوڑنے کے باوجود طالب علم میں اتنی استعداد نہیں پیدا ہو سکتی کہ وہ روانی سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکے۔''[۲۲]

اردو زبان کے ساتھ یہ منافقانہ طرزِ عمل، اس زبان کو پستی کی طرف لے جانے کے مترادف ہے۔ جو قوم اپنی زبان کی حفاظت نہیں کرتی وہ دراصل اپنے نصب العین سے دُور بلکہ غافل ہو جاتی ہے۔ امریکہ، برطانیہ، چین اور جاپان جیسے ممالک

نے اپنی قومی زبان کو اپنی طاقت بنا کر ترقی کی دوڑ میں سب سے آگے جا نکلے ہیں اور ہم پاکستانی اردو زبان کو محض ثانوی حیثیت دے رہے ہیں اور اپنی زبان کو اپنی کمزوری سمجھ رہے ہیں۔ اردو زبان کے ساتھ بدسلوکی اس کے اپنے بولنے والے کر رہے ہیں۔ پہلے اخبارات ورسائل، نثر و شاعری اور ٹی وی پر اور روزمرہ زندگی میں بول چال کے لیے بغیر کسی بیرونی زبان کے ملاوٹ کے اردو زبان بولی جاتی تھی تب کافی حد تک اردو زبان انگریزی کی آمیزش سے پاک تھی مگر جوں جوں وقت آگے بڑھتا گیا اخبارات ورسائل، نثر و شاعری اور سوشل میڈیا پر انگریزی زبان و ثقافت کی مداخلت بڑھتی گئی۔ اردو زبان کا تصور، انگریزی زبان کے وجود کے بغیر ادھورا محسوس ہونے لگا۔ دورِ حاضر کے شاعر و نثر نگار اردو زبان کے ساتھ انگریزی استعمال کرنے لگے۔ ٹی وی چینلز پر انگریزی زبان کا غلبہ نظر آتا ہے۔ بقول وحید قریشی:

> ’’امریکہ، برطانیہ کے تعلیمی تجربات ہم اپنی نسل پر بار بار آزماتے چلے جاتے ہیں۔ یہ دیکھے بغیر کہ اس مٹی میں یہ پودا لگ بھی سکتا ہے یا نہیں۔۔۔۔۔ ہمارے اہلِ حل و عقد تعلیمی نظام کو پہلے برطانیہ سے اور پھر امریکہ سے اخذ کر کے پاکستان کے گملوں میں لگانے کی کوشش کر رہے ہیں اس عمل میں وہ اپنے ملکی حالات کے سامنے نظر آنے والی صورت حال کو یک سر فراموش کیے ہوئے ہیں۔ اس نامسعود کاوش کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک طویل مدت گزر جانے کے باوجود ہمارے مسائل جوں کے توں موجود ہیں۔‘‘[۲۳]

اصلاحِ تعلیم کی تمام کوششیں بے سُود ثابت ہو رہی ہیں۔ ہمارا تعلیمی نظام بیرونی اثرات کے رحم و کرم پر ہے۔ ابتدائی سطح سے اعلیٰ ثانوی سطح تک اردو، اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کے ساتھ انگریزی کا مضمون، بطور لازمی مضمون پڑھایا جاتا ہے اور بی۔اے کی سطح پر اردو لازمی کا مضمون نصاب سے خارج ہو جاتا ہے مگر اسلامیات اور مطالعہ پاکستان کے ساتھ انگریزی کا مضمون لازمی مضمون کے طور پر جوں کا توں موجود ہے۔ کیا اس سطح پر طلبا کے لیے اردو کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی؟ کیا تعلیم کی اعلیٰ سطحوں پر اردو کو پس پشت ڈال دینا نظریۂ پاکستان کے منافی نہیں؟ یہ سراسر نظریہ پاکستان کی روح کے منافی ہے اس لیے تو ہم اپنی منزل نہیں حاصل کر رہے اور قومیں جب اپنے نصب العین سے دُور ہو جاتی ہیں تو وہ زمانے کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہیں۔

سرکاری کالجوں پر نظر دوڑائی جائے تو اعلیٰ ثانوی سطح پر اور بی۔اے کی سطح پر انگریزی مضمون پڑھنے والے طلبا بے یقینی اور تذبذب میں گرفتار ہیں۔ اساتذہ اپنی منصوبہ بندیوں کے باوجود اور طلبا اپنی سر توڑ محنت کے باوجود انگریزی مضمون میں بہترین نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ امتحانی نتائج میں انگریزی مضمون میں زیادہ تر طلبا کم نمبروں سے پاس ہوتے ہیں جس سے طلبا کا اپنا نتیجہ اور اساتذہ کا مجموعی تاثر بُری طرح متاثر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی نے علامہ اقبال کے نظریۂ تعلیم کو یُوں بیان کیا:

''وہ مغربی زبانوں کو اپنے ملک میں ذریعہ تعلیم بنانے کے حق میں نہیں، کیوں کہ نفسیاتی طور پر اپنی زبان کے وسیلے سے جو گرفت مطالب پر ہوتی ہے وہ غیر ملکی زبان میں ممکن ہی نہیں۔''[۲۴]

دراصل تعلیمی میدان میں آج کل طالب علم اور اُستاد دونوں کو بیرونی ثقافتی یلغار کا مقابلہ کرنا ہے۔ اُستاد کو ایک مثالی اُستاد اور طالب علم کو ایک مثالی طالب علم بننا ہوگا۔ اردو زبان کا دامن وسیع ہے۔ اس زبان نے ایک زمانے میں عربی، فارسی سے اپنا دامن بھر لیا اُس کے بعد انگریزی زبان کو بھی اپنے اندر سمو لیا۔ عطیہ غنی لکھتی ہیں:

''اردو کا چلن سب سے جدا ہے آپ 'میرا سرٹیفیکیٹ ہے' لکھ سکتے ہیں مگر آپ انگریزی میں سرٹیفیکیٹ کا 'اردو لفظ' نہیں لکھ سکتے۔ یہ اردو کا کمال ہے کہ اس کا ہاضمہ ایسی تبدیلیوں سے خراب نہیں ہوتا جب کہ دیگر زبانیں بد ہضمی کا شکار ہو جاتی ہیں۔''[۲۵]

اردو زبان میں انگریزی الفاظ کا استعمال اردو زبان کے الفاظ نہیں بگاڑ رہا۔ اردو کے الفاظ اپنی جگہ جُوں کے تُوں موجود ہیں اور انگریزی کے اپنی جگہ۔ انگریزی زبان کے الفاظ اردو کے کئی الفاظ کے متبادل کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ طلبا جیسا بولتے ہیں ویسا لکھتے ہیں اور ای میل اور انٹرنیٹ نے تو انگریزی کے ہجے تک بدل کے رکھ دیے ہیں۔ ان حالات میں جب کہ انگریزی اس مصیبت سے دوچار ہے اردو زبان کو مضبوط بنانے کے مواقع خود بخود پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ دانش ور ارباب اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ انگریزی زبان کے ساتھ دورِ جدید میں ہونے والے سلوک کے بارے میں عطش درانی لکھتے ہیں:

''پاکستانی اردو پر ابھی وہ وقت نہیں آیا جس سے اکیسویں صدی میں اب انگریزی کو واسطہ پڑ رہا ہے۔ انٹرنیٹ اور ای میل کی دُنیا نے انگریزی کا جہاں تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔۔۔۔۔ تیسری دنیا کی انگریزی! رفتہ رفتہ کچھیں انگریزیاں وجود میں آ گئیں۔ مگر اب جو افتاد پڑی ہے اُس نے انگریزوں کو ہضم کر لیا ہے اور یہ افتاد ہے ای میل اور انٹرنیٹ۔ یہ انگریزی الفاظ کے ہجوں میں تبدیلی۔''[۲۶]

غلط ہجوں کے ساتھ، غلط انگریزی طلبا اپنے پرچوں میں لکھ رہے ہوتے ہیں جیسے

'Honest' سے onest،

'wait' سے 'w8'،

'colour' سے 'clr'

'Tomorrow سے 2moro'

'photo سے foto'

'thanks سے thnx'

'hole سے whole'

'colj سے college'

'2moro سے Tomorrow'

'hav سے have'

'dout سے doubt'

'kik سے kick'

'جیسا بولو ویسا لکھو' کا اصول ای میل اور انٹرنیٹ پر پیغام رسانی اور رابطے کے لیے تو ممکن ہے مگر امتحانہ نکتۂ نگاہ سے اس طریقہ کار نے طلبا کی انگریزی زبان کی رہی سہی استعداد اور علم کو بھی کم کر دیا ہے۔

ایک اردو زبان سیکھنے سے طلبا اُردو، مطالعہ پاکستان، اسلامیات، عربی، فارسی، علم التعلیم، اسلامیات اختیاری، اردو اختیاری، تاریخ، صحافت، ہوم اکنامکس، معاشیات، سیاسیات اور اردو میں پڑھائے جانے والے دیگر کئی مضامین میں مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں۔ بیرونی زبانوں کی اہمیت سے انکار ناممکن ہے لیکن ان زبانوں کا بے جا استعمال غلط ہے جس سے اپنی قومی زبان کا وجود خطرے میں پڑ جائے۔ اب جب کہ انگریزی زبان کو Free Spell کا خطرہ لاحق ہے ان حالات میں اردو زبان کو مضبوط بنانا انتہائی آسان بن گیا ہے۔ دراصل اردو کو ملکی سطح کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر مضبوط بنانا اردو کی بقا اور ملکی سالمیت کے لیے بے حد ضروری ہے۔ مروج طریقِ تدریس کو روایتی انداز کی بجائے جدید عملی طریقِ تدریس کو اپنانا چاہیے۔ دُنیا کی زبانوں کے بہترین مواد کو اردو میں ترجمہ کر کے اپنایا جا سکتا ہے۔ انگریزی زبان کو جُوں کا تُوں استعمال کرنے کی بجائے اُس زبان کے مضامین و مواد کو اُردو زبان میں ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ آج ضرورت ایسی اردو کی ہے جو روزمرہ ضروریات کے مطابق ہو۔ دورِ حاضر میں اُردو زبان کو سائنسی و تکنیکی مقاصد کے حوالے سے استعمال کیا جائے۔ جہاں مشہور شعراء کا کلام، ادباء کی تحریریں، ناول، سفر نامے، افسانے بورڈ و یونی ورسٹی کے پرچہ جات کمپیوٹر پر منتقل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح اگر سبقی مواد کو بھی رفتہ رفتہ کمپیوٹر پر منتقل کر دیا جائے تو اردو زبان دورِ حاضر میں سینہ تان کر دیگر طاقتور زبانوں کے شانہ بشانہ چل سکتی ہے۔ اگر انگریزی، چینی، عربی و فارسی زبانوں کا مواد اردو میں تراجم کے ذریعے منتقل ہو رہا ہے تو اردو زبان کے مواد کو بھی انگریزی، چینی اور عربی و فارسی زبانوں میں تراجم کر دیا جائے تو اردو زبان کے مواد کو بھی ان زبانوں میں ترجمہ کرنے کی کاوش کی جا سکتی ہے۔ اس مجموعی تکنیکی منصوبہ بندی اور تبدیلی سے اردو زبان کا مستقبل محفوظ بنایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عطش دُرانی۔تدریسیات اُردو۔(لاہور:اردو سائنس بورڈ، طبع اول،۲۰۰۷ء)، ص ۵۱۔

۲۔ عطیہ غنی۔غیر ملکیوں کےلیے تدریسِ اردو کے مسائل اور اُن کا حل۔(اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۲۰۰۸ء)، ص ۴۴۔

۳۔ ایضاً۔ص ۷۰۔

۴۔ نثری ادب۔بی۔اے اردو(انتخابی) مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن (لاہور: مکتبہ کارواں،۲۰۰۱ء)، ص ۱۲۳۔

۵۔ عطیہ غنی۔غیر ملکیوں کے لیے تدریسِ اردو کے مسائل اور اُن کا حل۔ص ۵۰۔

۶۔ عطش درانی۔تدریسیاتِ اردو۔ص ۴۵۱۔

۷۔ ایضاً۔ص ۴۶۹۔

۸۔ معین الدین۔ہم اُردو کیسے پڑھائیں۔(نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو،۲۰۱۱ء)، ص ۴۷۔

۹۔ سلیم فارانی۔اردو زبان اور اُس کی تعلیم۔(لاہور: پاکستان بک سٹور۔اردو بازار،۱۹۶۲ء)، ص ۴۴۔

۱۰۔ فرمان فتح پوری۔تدریسِ اردو۔(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۸ء)، ص ۱۵۴۔

۱۱۔ فوزیہ احسان فاروقی۔اردو خوش خطی۔(آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس،۲۰۱۷ء)، ص iii۔

۱۲۔ فوزیہ احسان فاروقی۔کلیاں۔(آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس،۲۰۱۶ء)، ص ۴۔

۱۳۔ عبدالستار ملک۔پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث۔(اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، جون ۲۰۱۲ء)، ص ۱۲۸۔

۱۴۔ عطش درانی۔تدریسیاتِ اردو۔ص ۴۵۱۔

۱۵۔ ایضاً۔ص ۴۷۱۔

۱۶۔ فہمیدہ عتیق۔ابن خلدون اور جدید تعلیمی نظریات۔(لاہور: پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی،۱۹۹۹ء)، ص ۱۱۱۔

۱۷۔ عطش درانی۔تدریسیاتِ اردو۔ص ۴۸۵۔

۱۸۔ ایضاً۔ص ۴۸۷۔

۱۹۔ ایضاً۔ص ۴۹۲۔

۲۰۔ عبدالستار ملک۔پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث۔(اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز،۲۰۱۲ء)، ص ۷۹۔

۲۱۔ وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث۔(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،۱۹۹۸ء)، ص ۶۔

۲۲۔ عبدالستار ملک۔پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث۔ص ۲۶۔

۲۳۔ وحید قریشی، ڈاکٹر۔ تعلیم کے بنیادی مباحث۔ ص۱۰۷۔

۲۴۔ ایضاً۔ ص۸۹، ۹۰۔

۲۵۔ عطیہ غنی۔ غیر ملکیوں کے لیے تدریسِ اردو کے مسائل اور اُن کا حل۔ ص۵۵۔

۲۶۔ عطش درانی، ڈاکٹر۔ کیسی انگریزی کہاں کی اردو۔ مشمولہ پاکستانی اردو: مزید مباحث مرتبہ ڈاکٹر عطش درانی۔ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء)، ص۱۰۵۔

تیسرا باب

اعلیٰ ثانوی سطح پر درسی کتب اور قومی نصاب (اردو لازمی) کا تقابلی جائزہ

درسی کتاب، نصاب اور امتحانی نظام کے درمیان ایک ربط قائم کرتی ہے۔ نصاب کے اغراض و مقاصد کی عکاسی، درسی کتب کے مواد کے ذریعے ہوتی ہے۔ درسی کتب کے عنوانات کے لیے مآخذ اور مصنفین کی تفصیل نصاب میں فراہم کر دی جاتی ہے۔ منتخب کردہ مصنفین کی تحریروں کا انتخاب مؤلفین کے سپرد کیا جاتا ہے۔ درس و تدریس کی روایت اگرچہ بہت پرانی ہے مگر درسی کتاب کو موجودہ صورت تک پہنچنے میں کئی مراحل درپیش رہے۔ درسی کتاب سے پہلے اُستاد کے ارشادات مستند سمجھے جاتے تھے۔ سارا علم حافظے پر مبنی تھا۔ سترھویں صدی میں درسی کتاب کے سلسلے میں سب سے پہلے عملی قدم اُٹھائے گئے۔ سترھویں صدی کے دو ماہرینِ تعلیم کیمونس اور پستالوزی نے اپنے تعلیمی دور کو بہت متاثر کیا۔ ان کی فکر نے درسی کتاب کی تیاری اور مواد کے انتخاب اور ترتیب کے سلسلے میں راہوں کو ہموار کیا بلکہ نئی طرز کی بنیاد ڈالی۔ کیمونس نے اپنے عہد کے تعلیمی تصورات کا جائزہ لیا اور ان تصورات کی اصلاح کے لیے اپنے نظریات پیش کیے۔ کیمونس (Comenius) ایک مصلح تعلیم کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ ایک اُستاد تھا۔ اصلاحات تعلیم کی وجہ سے اس نے اپنے دور میں بہت شہرت حاصل کی۔ بچوں کی پہلی باتصویر کتاب شائع کرنے کا سہرا کیمونس کے سر جاتا ہے۔ یہ پہلا مصور قاعدہ ہے۔ یہ قاعدہ ۱۶۵۸ء میں شائع ہوا (انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا Encyclopaedia Britannica) کے مطابق

Orbis pictus or orbis sensualism pictus

(The world of things obvious to the senses drawn in pictures)

یہ بچوں کی پہلی باتصویر کتاب ہے۔[۱]

یہ لاطینی اور جرمنی زبان میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب ۱۵۰ تصویروں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کو وسیع پیمانے پر شہرت نصیب ہوئی۔ اس کا انگریزی میں ترجمہ چارلس ہول (Charles Hool) نے کیا۔ اس کتاب میں کیمونس کا انداز ایک اُستاد کا سا ہے جو طالب علم کو عقل مندی کی باتیں سکھاتا ہے۔ کیمونس نے جانوروں کی آوازوں سے لے کر موسیقی، فلسفہ، علم نجوم اور مختلف کھیلوں کو بھی تصویروں کے ذریعے بیان کیا۔ انسانی روح کی حقیقت کے ساتھ ساتھ روزِ جزا و سزا کو بھی تصویری قاعدے میں بیان کیا۔[۲]

کمیونس کا قاعدہ پہلے قاعدے کی حیثیت سے تاریخ میں اہمیت کا حامل ہے۔ تحقیقی مواد کو کتاب کی شکل میں شائع کرنے کی روایت اٹھارھویں صدی کے اختتام پر شروع ہوئی۔ صنعتی انقلاب کے باعث چھاپے خانے ایجاد ہوئے اور کتابوں کی طباعت اور اشاعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ انیسویں صدی کے شروع میں امریکہ میں بھی کتابیں چھپنے لگیں۔ اردو کی ابتدائی درسی کتابوں کے ضمن میں مولانا محمد حسین آزاد اور مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کے نام بانیوں میں شامل ہیں۔ معین الدین لکھتے ہیں: ''اردو کی ابتدائی درسی کتابوں کا سہرا مولانا محمد حسین آزاد اور مولوی محمد اسماعیل میرٹھی کے سر ہے۔''[۳]

مولانا نے سب سے پہلے ایک قاعدہ اور اردو کی پہلی کتاب مرتب کی۔ یہ دونوں کتابیں ۱۸۸۲ء میں پہلی بار شائع ہوئیں۔ اس کے بعد مزید چار کتابوں کو مرتب کرنے میں مولانا محمد حسین آزاد کی کاوشیں قابلِ ذکر ہیں۔ ان کتابوں کی منظوری ۱۸۹۴ء میں یو۔ پی کی ٹیکسٹ بک کمیٹی نے دی اور بعد میں یہ کتابیں یو۔ پی کے تمام مدارس میں نصاب میں شامل کر دی گئیں۔ مولوی عبدالحق نے اپنی سرپرستی میں مولانا میرٹھی کی درسی کتابوں کو چھپوایا اور ان نصابی کتب کی طباعت میں انجمن ترقی اردو کا نام اہمیت کا حامل ہے۔

درسی کتاب کی اہمیت اس بات سے واضح ہو جاتی ہے کہ درسی کتاب اُستاد اور شاگرد کے مابین رابطے کا ایک اہم وسیلہ ہے بلکہ واحد وسیلہ ہے۔ نصاب کے تمام مقاصد، درس و تدریس کے تمام نظریات، طلبا کی تحریر و تقریر نیز سمعی مشقوں کا اہتمام، امتحانات کی تیاری حتیٰ کہ پورے تعلیمی نظام کا انحصار درسی کتاب پر ہے۔ اُسی درسی سے طالب علم فرش سے عرش تک جا پہنچتے ہیں وہی درسی کتاب اساتذہ کا کام آسان بناتی ہے اور ایک ہی درسی کتاب طلبا کی سوچ و فکر کو ایک نقطے پر مرتکز کرتی ہے۔ درسی کتاب کا مواد طلبا کی ضروریات کے مطابق ترتیب دینا چاہیے۔ اس مقالے کا مقصد ۲۰۰۲ء میں وزارتِ تعلیم کے پیش کردہ اردو نصاب کا جائزہ لینا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ۲۰۰۲ء کے بعد ۲۰۰۶ء میں بھی وزارتِ تعلیم نے نیا نصاب پیش کیا۔ ابتدائی سطح، وسطانی سطح اور ثانوی سطح کی درسی کتب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی گئیں مگر اعلیٰ ثانوی سطح پر یہ نصاب لاگو نہیں کیا جا سکا۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر اردو کا ۲۰۰۲ء کا نصاب پڑھایا جا رہا ہے گویا سولہ (۱۶) سالہ پرانا نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔ ۲۰۱۸ء میں بھی نصاب کے بدلنے کی خبر گرم رہی مگر نصاب نہیں بدلا۔ اب اُمید ہے کہ ۲۰۱۹ء کا سورج اپنے ہمراہ نیا نصاب لے کر آئے گا۔

صوبہ پنجاب میں ابتدائی سطح کے قاعدے کا جائزہ:

بچوں کی ابتدائی عمر میں ذہن ایک خالی تختی کی طرح ہوتا ہے جس پر اساتذہ کرام اپنی محنت سے جو نقش بنائیں گے۔ وہ ہمیشہ کے لیے اُس پر ثبت ہو گا۔ اس لیے بچوں کو فطری اور قدرتی طریقے پر پڑھانا ہی مناسب ہے۔ بچوں کو کھیل کے ذریعے، کہانی کے ذریعے اور مختلف نظموں کے ذریعے پڑھانا اُن کی ابتدائی ذہنی سطح کے مطابق درست ہے کیوں کہ جبراً کوئی بھی بات بچے کے حافظے کا حصہ نہیں بنائی جا سکتی۔ صوبہ پنجاب میں سرکاری اداروں میں ابتدائی سطح پر ''پرائمر۔III اردو قاعدہ پڑھایا جا رہا ہے۔ قاعدے کے ابتدائی صفحات میں سیکرٹری تعلیم کی طرف سے اساتذہ کے لیے چند ہدایات درج کی گئی ہیں:

۱۔ حروف اور اُن کی آوازوں کو سکھاتے وقت اُن کے مخارج پر خاص توجہ دی جائے۔

۲۔ تحریر کے لیے ضروری سامان مثلاً پنسل، قلم، تختی، سلیٹ، کاپی اور روشنائی وغیرہ کو روزانہ چیک کیا جائے اور بچے کی لکھائی کے عمل کا مشاہدہ کرتے ہوئے اصلاح کی جائے۔

۳۔ ہر سبق کے حوالے سے چند سرگرمیوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ لیکن ان میں بہتری لانا، اُن میں اضافہ کرنا اور ماحول کے مطابق نئی سرگرمیاں اختیار کرنا آپ کی ذمہ داری ہے۔

۴۔ تمام حروفِ تہجی مفرد ہیں مثلاً 'آ'، 'بھ'، 'پھ'، 'تھ' وغیرہ کو مفرد ہی پڑھایا جائے۔

۵۔ روزانہ کسی سرگرمی کے ذریعے پچھلے اسباق کا اعادہ انتہائی ضروری ہے۔ اس ضمن میں حروف یا الفاظ کو پرچیوں پر لکھ کر قرعہ اندازی والی سرگرمی بہت مفید ہے۔

۶۔ الفاظ کو مختلف رنگوں سے ظاہر کیا گیا ہے جن کا مقصد الفاظ میں مستعمل حروف کی شناخت اور صوتی مہارتوں کی مشق کو پختہ کرنا ہے۔ اس کے لیے استاد الفاظ کو جوڑنے اور توڑنے کی سرگرمیوں کو اپنائے۔

۷۔ چند حروف کسی لفظ کے شروع میں استعمال نہیں ہوتے۔ ان کے لیے ایسی تصاویر دی گئی ہیں جن کے درمیان یا بعد میں وہ لفظ استعمال ہوتے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ اُن کی وضاحت کریں۔

اگر ان ہدایات کا مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو پنسل کے ساتھ ساتھ تختی اور سلیٹ پر بچوں سے املا کی مشق کروانا یا نقاط جوڑ کر حروف لکھوانا انتہائی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر درس و تدریس کی ہر سطح پر اساتذہ املا اور الفاظ، معانی کو زیادہ اہمیت دیں تو اعلیٰ ثانوی سطح تک جو اغلاط طلبا سے سرزد ہوتی ہیں اُن میں قدرے کمی آ سکتی ہے۔ 'پرائمر' قاعدے میں بار بار تختی اور سلیٹ کے استعمال کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر اساتذہ سختی سے اس پر عمل درآمد کروائیں تو بچوں کی املا بہتری

کی طرف جاسکتی ہے۔ عمر کی ہر سطح کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ تعلیم سے مراد انفرادی نشوونما ہے۔ بچہ انفرادی طور پر ایک بھرپور شخصیت کا مالک ہوتا ہے۔ علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"بچہ ایک متعلم ہستی نہیں بلکہ سراپا ایک متحرک ہستی ہے جس کی ہر طفلانہ حرکت سے کوئی نہ کوئی تعلیمی فائدہ اُٹھانا چاہیے۔"[4]

۔ بچوں کی ابتدائی دور کی تعلیم و تربیت میں اساتذہ کو انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ بچہ اپنے طریقے سے دیکھتا اور سوچتا ہے۔ وہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق سارے کام کرنا چاہتا ہے۔ سو اُسے وہ سارے کام کرنے کی اجازت ملنی چاہیے۔ بچہ پہلے بے چین اور بعد میں متجسس ہوتا ہے۔ اسی تجسس کی بنا پر ایک بچہ اپنے نئے کھلونے کے تمام پُرزے کھول کر رکھ دیتا ہے۔ اُس کا تجسس نئے کھلوے کو پُرزے پُرزے کر دیتا ہے جس کی بچے کو قطعاً پروا نہیں ہوتی اور بچے کے اندر اتنی ذہنی قوت موجود ہوتی ہے کہ وہ دوبارہ اُس کھلونے کو کسی کی مدد کے بغیر جوڑ بھی دیتا ہے۔ جے۔ اے۔ کامینوس (J. A. Comenius) کہتا ہے کہ تعلیم کوئی ایسی چیز نہیں جو بچے پر منڈھ دی جائے۔ وہ کہتا ہے کہ مردہ کتابوں کے اوراق اُلٹنے کے بجائے ہم فطرت کی زندہ کتاب کھول کر کیوں نہ پڑھیں۔ الفاظ کی بجائے ہم اشیاء سے رابطہ قائم کیوں نہ کریں۔ تعلیم کی ابتدا مشاہدے سے ہونی چاہیے، نہ کی لفظی بیان سے۔ وہ مزید یہ بھی کہتا ہے کہ طریقِ تعلیم فطرت کی اعمال میں مضمر ہوتا ہے مگر اس پر ہم توجہ نہیں دیتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسکولوں نے اب تک اس بات کی کوشش نہیں کی کہ بچے چھوٹے درخت کی طرح اپنی جڑوں کے بل بوتے پر بڑھیں۔[5]

ابتدائی سطح پر بچوں کی تعلیم کے لیے کئی دلچسپ طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً مختصر اردو نظمیں کسی دُھن پر گنگنانا، جماعت میں بچوں کو ذہنی سطح کے مطابق پہیلیاں بوجھنا، کہانیاں سُنانا اور بچوں سے بھی سُننا۔ ابتدائی سطح پر صوبہ پنجاب کے 'پرائمر' قاعدے میں نقطوں کو جوڑ کر حرف بنانے کی مشق بچوں سے کروائی جاتی ہے۔ نقطوں کو جوڑ کر لکھنا بچوں کے لیے دلچسپی کا باعث ہے، تمام حروفِ تہجی اسی قاعدے سے سکھائے گئے ہیں۔ دو حرفی الفاظ بھی اسی قاعدے میں سکھائے گئے ہیں نیز حروف کی آدھی اشکال جیسے ب، پ، ت، ج، چ، ح، خ، س، ش، ص، ض، ع، غ، ف، ق، ک، گ، ل، م، ن، ی بھی نقاط جوڑ کر لکھنے سے سکھائے گئے ہیں۔[6]

قاعدے میں مصمتوں کا جوڑ مصوتوں سے بھی سکھایا گیا ہے نیز ۱ سے ۱۰ تک نمبروں اور لفظوں میں بھی بچوں کو گنتی سکھائی گئی ہے۔ اس کے برعکس نجی اداروں کی ابتدائی سطح کی اردو کتاب ضخامت میں بھی اس سے بڑھ کر ہے اور مواد بھی دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس کے ۲۰۱۶ء کے چھپے ہوئے اردو کے ابتدائی قاعدے "کلیاں" اور "اردو خوش خطی" اس ضمن میں دیکھے جا سکتے ہیں جن کا ذکر اس مقالے کے باب نمبر ۳

"تدریسِ اردو" میں کیا گیا ہے۔ "پرائمر" میں ایک حرف سے شروع ہونے والی ایک "تصویر" دی گئی ہے اور حرف کی مدد سے حرف سکھایا گیا ہے جبکہ آکسفورڈ پریس کے قاعدوں میں اشکال کی مدد سے حروف سکھائے گئے ہیں اور ایک حرف سے شروع ہونے والے کئی الفاظ کی تصاویر بھی موجود ہیں جو ایک طرف تو ایک مکمل تصویری کہانی بن جاتی ہے اور دوسری طرف ایک عملی سرگرمی ہونے کے ساتھ ساتھ بچے کی سراپا متحرک ہستی کو کئی گتھیاں سُلجھانے میں مدد دیتی ہے جیسے اردو قاعدے "کلیاں" میں "د" سے شروع ہونے والے الفاظ میں دروازہ، دوپٹا، دُم، دیوار، دوا اور دودھ کے الفاظ بتائے گئے ہیں نیز ان الفاظ کی تصاویر سے صفحے کو خوش رنگ بنایا گیا ہے جو بچے کی بصارت پر خوش گوار تاثر ڈالتی ہیں اور دوسرا ان تصاویر کی مدد سے ایک کہانی بھی بنائی جا سکتی ہے۔ عملی سرگرمی میں "دل دھڑکنے" کی آواز سُنیے، دونوں ہاتھوں کی دو دو انگلیاں دکھایئے۔ ہیں جس میں مزید الفاظ "دل"، "دھڑکن" اور "دکھایئے" بھی شامل کر دیے گئے ہیں یعنی ان چند الفاظ کی مدد سے بچے کی اردو کی جماعت کو مکمل طور پر رنگین بنا دیا گیا ہے۔[۷]

صوبہ پنجاب کے سرکاری اداروں کے امتحانی نتائج کے پست ہونے کی وجہ یہی بنتی ہے کہ سرکاری اداروں کے قاعدوں میں، نجی اداروں کے قاعدوں کی نسبت کم توجہ نظر آتی ہے۔ اگر سرکاری اداروں کو بھی بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق عرق ریزی سے ترتیب دیا جائے تو بہترین نتائج سامنے آ سکتے ہیں۔

- صوبہ پنجاب میں پہلی جماعت کی اردو کی کتاب کا تنقیدی جائزہ

صوبہ پنجاب کے سرکاری اداروں میں اردو لازمی کی کتاب "اردو برائے جماعت اوّل" کے نام سے پڑھائی جا رہی ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ پہلی سے دسویں جماعت تک کی اردو لازمی کی کتب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں۔ صرف اعلیٰ ثانوی سطح پر ۲۰۰۶ء کے نصاب کا اطلاق نہیں ہوا۔ افسوس کی بات ہے کہ دسویں جماعت تک طلبہ جدید نصاب پڑھیں اور اعلیٰ ثانوی سطح پر پُرانا نصاب۔ نہ جانے تعلیم کے معاملے میں اتنی لاپرواہی کیوں برتی جا رہی ہے حالانکہ قائداعظمؒ کے فرمان کے مطابق تعلیم پاکستان کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ گویا تعلیم زندگی میں آکسیجن فراہم کرتی ہے۔ زندہ رہنے کے لیے، ملک کی سالمیت کی خاطر اور اقوامِ عالم کے شانہ بشانہ چلنے کے لیے تعلیمی میدان میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔

اگر پہلی جماعت کی درسی کتاب پر نظر دوڑائی جائے تو کتاب کا آغاز حکومتِ پنجاب کی ڈینگی آگاہی مہم کے حوالے سے ایک نظم سے ہوتا ہے اور پھر ایک کہانی جو "ڈینگی مچھر کی چھپا چھپی" کے نام سے ہے اُس کے ذریعے طلبہ کو ڈینگی وائرس سے بچاؤ کی تدابیر سے آگاہ کیا گیا ہے۔ کتاب کے صفحہ ۱ تا ۶۲ تک بچوں کو لکھنے کی مشق کروائی گئی ہے جس میں خطِ

مستقیم......، خط منحنی اور آڑھی ترچھی اور دائروی نقطوں کے جوڑنے کی مشق کروائی گئی ہے۔ نقطوں کو جوڑنے سے تمام حروفِ تہجی کی مشق بھی کتاب میں شامل ہے اور اسی سطح پر دو حرفی، سہ حرفی اور چار حرفی الفاظ کی مشق بھی کتاب کا حصہ ہے۔ حالاں کہ نجی اداروں میں یہ سرگرمی پہلی جماعت سے قبل کروائی جاتی ہے۔ ایک طرف سرکاری ادارے قدیم اصول و قواعد کے ساتھ اور دوسری طرف انگریزی طریقِ تدریس کے نجی تعلیمی ادارے، تعلیمی میدان کی یہ دورنگی طلبہ کے لیے نقصان دہ ہے۔ سرکاری اسکولوں میں غریبوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں جب کہ نجی اداروں میں امیروں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ پہلے تو صرف امارت کے حوالے سے حسب و نسب کی حیثیت سے معاشرہ دو حصوں میں بٹا ہوا تھا مگر اب تعلیمی میدان میں بھی حسب و نسب کی دوڑ شروع ہو گئی ہے۔ تعلیمی اداروں کی اس دورنگی میں ایک متوازن راہ اختیار کرنا وقت کی ضرورت ہے۔ سرکاری اداروں میں جماعت چہارم سے کمپیوٹر کا تعارف شروع ہوتا ہے جب کہ پرائیویٹ اداروں میں پہلی جماعت سے کمپیوٹر کا مضمون پڑھایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر میں پرائیویٹ ادارے سرکاری اداروں کی نسبت کافی حد تک تعلیمی میدان میں سبقت لیتے نظر آتے ہیں۔ سرکاری اداروں میں بھی پہلی جماعت میں بچوں کو کمپیوٹر سے متعارف کرانے میں قطعاً کوئی حرج نہیں کیوں کہ اس عمر میں بچہ گھر کی حدود میں موبائل کا استعمال کافی حد تک سیکھ چکا ہوتا ہے۔ معاشرتی تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے کمپیوٹر و انٹرنیٹ سے تعارف بچوں کی اولین ضرورت ہے نیز کمپیوٹر کلاس میں اسی سطح پر بچوں کو انگریزی وار دو دونوں ویب سائٹس سکھانی ضروری ہیں۔

جماعت اوّل کی درسی کتاب میں جو اسباق شامل ہیں اگر اُن کو موازنہ ۲۰۰۶ء کے نصاب سے کیا جائے تو قومی نصاب کے مطابق موضوعات میں آدابِ گفتگو، اخلاقیات، اچھی عادات، معاشرتی مسائل سے آگاہی، وطن سے محبت، رشتوں کی اہمیت، ماحولیات سے آشنائی، اسلامی پہلو (جس میں اسلامی واقعہ یا شخصیت کا ذکر ہو) اور پاکستانی مشاہیر اور شہدا کے حوالے سے بھی ایک کہانی شامل کی جائے۔[۸]

اوّل جماعت میں حمد اور نعت شامل کی گئی ہے اور مندرجہ بالا مختلف موضوعات کی مناسبت سے ''علم حاصل کرو''، ''چلو سکول چلیں''، ''امی کو کیا ہوا؟''، ''پیاسا کوا''، ''قائدِاعظم''، ''قلفی کیسے کھاؤں''، ''ہمارا پودا''، ''اچھے کام''، ''ہم پاکستان کے لیے کیا کریں گے'' اور ''سیدھا گھر آنا'' دس (۱۰) اسباق شامل کیے گئے ہیں اور تین نظمیں بمطابق نصاب ۲۰۰۶ء ''بارش آئی''، ''ٹوٹ بٹوٹ'' اور ''دیس ہمارا'' شامل کی گئی ہیں۔

پہلی جماعت میں اگر بچوں کے لیے چند مزید نظمیں شامل کر دی جائیں اور اسباق میں کمپیوٹر کے حوالے سے ایک سبق مزید شامل کر دیا جائے اور کمپیوٹر کے حوالے سے ایک عملی جماعت کا پیریڈ بھی شامل کر دیا جائے نیز اردو لکھنے، پڑھنے

اور بولنے کی مشق میں اُستاد کے لیے محنتِ شاقہ سے کام لینا از حد ضروری ہے تاکہ اردو لکھنے، بولنے اور پڑھنے میں بچے بتدریج مہارت حاصل کرتے جائیں۔

صوبہ پنجاب میں جماعت پنجم کی اردو لازمی کی کتاب کا تنقیدی جائزہ:

پنجم جماعت کی سطح، بچوں کے لیے ایک اہم سطح ہے کیوں کہ صوبہ پنجاب میں اس سطح پر طلبہ کو پہلی دفعہ بورڈ کا امتحان دینا ہوتا ہے۔ پرائمری کی سطح، بچے کی سطح ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اُس نے گزشتہ چھ یا سات سالوں میں تعلیمی اداروں سے کیا سیکھا۔ زبان شناسی، لفظ شناسی کے حوالے سے اُس نے کتنے مدارج طے کیے اور اُردو لکھنے، بولنے اور پڑھنے میں کس حد تک آگے بڑھ چکا ہے۔ پرائمری پاس طلبہ خواندہ کے زمرے میں آتے یں اور پرائمری پاس افراد سرکاری ملازمت کے بھی اہل بنتے ہیں۔ اس لیے اس سطح پر نصاب وکتاب مرتب کرتے ہوئے خاصی احتیاط سے کام لینا ضروری ہے۔ صوبہ پنجاب کے سرکاری ادارے کی اردو کی کتاب کے لیے نصاب (۲۰۰۶ء) میں بیس (۲۰) درسی یونٹوں کی ہدایت کی گئی ہے۔ شخصیات/ثقافت/اطلاعاتی/سائنس کے موضوعات پر مشتمل دس مضامین شامل کرنے کی ہدایت بھی نصاب میں شامل ہے۔ ان موضوعات کی مزید تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ:

i۔ نامور پاکستانی شخصیات

اردو کی کتاب میں ''مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح'' کا سبق ص نمبر ۱۹ پر اور ''میجر طفیل شہید'' کا سبق ص نمبر ۳۱ پر شامل کتاب ہے۔

ii۔ پاکستان کے کسی ایک تہذیبی ورثے کے بارے میں معلوماتی مضمون

''لاہور کی بادشاہی مسجد'' کا مضمون ص نمبر ۲۴ پر کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

iii۔ کائنات کے سائنسی مطالعے پر مبنی مضمون

سبق وہماری کائنات ص نمبر ۵۶ پر کتاب میں شامل ہے۔

iv۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا مختصر تعارف

(خصوصاً اردو ای میل، انٹرنیٹ وغیرہ کا ذکر، خط لکھنے یا رپورٹ کی صورت میں) جماعت پنجم میں بھائی کے نام خط میں کمپیوٹر کے حوالے سے ضروری معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

v۔ طبعی ماحول/مناظر پاکستان

سبق ''ہمارا ماحول'' ص نمبر ۷۸ پر کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

vi۔ رہن سہن

"میرا گاؤں میرا گھر" کا مضمون ص نمبر ۶۴ پر اس حوالے سے کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

vii۔ سکاؤٹ

"میں سکاؤٹ بنوں گا" کا سبق ص نمبر ۷۰ پر کتاب میں شامل ہے۔

viii۔ خدمتِ خلق

"خدمتِ خلق ـــ ایک عبادت" کا سبق کتاب کے ص نمبر ۱۱ پر موجود ہے۔

ix۔ مختلف ہیئتوں کے بارے میں معلومات (بیانیہ مضمون)

"ہمارے پیشے کے نام سے سبق ص نمبر ۶۶ پر شامل کیا گیا ہے۔

x۔ ماحولیات (فیچر یا کہانی کی صورت میں)

"ہمارا ماحول" سبق ص نمبر ۸۷ پر شامل کیا گیا ہے۔

دہشت گردی کے حوالے سے ایک کہانی "احمد کی سمجھ داری" شامل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ بین الاقوامی/سفارتی تعلقات کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لیے "پاک چین دوستی" کا مضمون بھی شامل کیا گیا ہے۔

حصہ نظم میں حمد اور نعت شامل کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ۶ عدد نظمیں "پاک وطن ہے پاکستان"، "دیکھو ناچ رہا ہے مور"، "صبح سویرے"، "ماں کا خواب"، "ٹوٹ بٹوٹ نے کھیر پکائی" اور "ایک گائے اور بکری" بھی کتاب میں شامل ہیں۔

جماعت پنجم میں اگر حصہ قواعد پر نظر ڈالی جائے تو درج ذیل قواعد کتاب میں شامل ہیں۔ الفاظ پر اعراب لگایئے، الفاظ کے متضاد و مترادف لکھیے، الفاظ کو جملوں میں استعمال کریں، حروفِ تہجی کی ترتیب سے الفاظ لکھنا، الفاظ جمع، ہم وزن الفاظ، زمانہ ماضی، حال، مستقبل کی تعریف اور استعمال، قواعد اور زبان شناسی کے اصولوں کے مطابق غلط فقرات کی درستی، لُغت سے معنی تلاش کرنے کی مشق، کہانی لکھنا، مفرد الفاظ جیسے شام، سحر اور مرکب الفاظ "شام و سحر"، حروفِ ندا، استعجاب، تاسف وغیرہ فعل کی فاعل اور مفعول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا، حروفِ عطف "و" اور "وہ" کا استعمال، فعل سے فاعل بنانا جیسے "کھایا" سے "کھانے والا"، "جیتا سے جیتنے والا"، "پڑھا سے پڑھنے والا"۔ اسم معرفہ کی پہچان اور اقسام جیسے اسم علم، اسمِ ضمیر، اسمِ موصول اور اسمِ اشارہ، منفی و استفہامیہ جملے نیز خط لکھنے کی مشق بھی جماعت پنجم کی کتاب میں شامل ہے۔ ہر سبق کے شروع میں تدریسی مقاصد بیان کر دیئے گئے ہیں تاکہ اساتذہ اُن مقاصد کو سامنے رکھ کر درس و

تدریس کے فرائض سرانجام دے سکیں۔ اساتذہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سبق و نظم کی تدریس اس لحاظ سے کریں جس سے تدریسی مقاصد کا حصول ممکن ہو سکے۔ جماعت دہم تک اردو کی سب کتابوں میں اسباق و منظومات کی ابتدا میں مقاصد درج کر دیے گئے ہیں لیکن اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو کی کتابوں میں تدریسی مقاصد نہیں لکھے گئے۔ یہ کمی درس و تدریس کے سلسلے کو متاثر کر سکتی ہے۔

جماعت پنجم کی درسی کتاب میں موجود قواعد کی تدریس اگر صحیح طور پر کی جائے تو اردو پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں طلبہ استعداد حاصل کر سکتے ہیں۔ کتاب کا مواد بچوں کی ذہنی سطح کے مطابق تو ترتیب دے دیا گیا ہے مگر اہم مسئلہ تدریس ہے۔ یہ ذمہ داری اُستاد پر عائد ہوتی ہے کہ وہ طلبہ کو نظم و نثر میں قواعد کے اصولوں کے مطابق اتنی مشق کروائے کہ طلبہ مہارت حاصل کر لیں۔ اگر اردو کی کتابوں کا مواد صحیح طریقے سے طلبہ تک منتقل ہوتا رہے تو اردو زبان کے حوالے سے طلبہ کی نااہلی کم ہو سکتی ہے۔

صوبہ پنجاب میں جماعت ہشتم کی اردو لازمی کی کتاب کا تنقیدی جائزہ:

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور کی ۲۰۱۸ء کی طبع شدہ جماعت ہشتم کی اردو لازمی کی کتاب کے سرورق پر تحریر کر دیا گیا ہے کہ یہ کتاب قومی نصاب ۲۰۰۶ء کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔ مصنفین کرام اور اراکین ریویو کمیٹی کے اراکین کے نام اور اداروں کے نام بھی لکھے گئے ہیں جس سے کتاب کی سند ثابت ہوتی ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو لازمی کی کتب پر یہ نہیں درج کیا گیا کہ یہ کتابیں کس نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں۔ جماعت ہشتم کے کتابی مشمولات پر اگر نظر ڈالی جائے تو ۲۰۰۶ء کے نصاب میں کتاب کے مصنفین کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ فطری موضوعات کے علاوہ دفتری، عدالتی، تعلیمی، صحافتی، تکنیکی اور سائنسی اردو کی تفہیم کو بھی مد نظر رکھیں۔ حصہ نثر میں جن موضوعات کو سامنے رکھ کر مضامین/کہانیاں/فیچر لکھنے یا لکھوانے کی ہدایت کی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ احترام انسانیت

۲۔ اخلاقی جرأت

۳۔ بجلی کی دریافت

۴۔ لوک کہانیاں (دو) اخلاقی موضوعات پر

۵۔ مشاہیر پاکستان

۶۔ شہری دفاع

۷۔ کیمیا کے بارے میں معلومات

۸۔ ملی وحدت

۹۔ سائنس کی جدوجہد

۱۰۔ پاکستانی تہذیب وثقافت

۱۱۔ گرلز گائیڈ

۱۲۔ حیاتیات کے بارے میں معلومات

۱۳۔ مثالی طالب علم (مکالمے کی صورت میں)

۱۴۔ کھیل (ہاکی)

۱۵۔ ادب کی اہمیت

۱۶۔ مناظرِ پاکستان

۱۷۔ پاکستان کا مواصلاتی نظام (سڑکیں)

۱۸۔ پاکستان کا مواصلاتی نظام (ریل)

۱۹۔ پاکستان کے موسم

۲۰۔ تفریح کی اہمیت[۹]

ان موضوعات کا موازنہ اردو لازمی (جماعت ہشتم) سے کیا جائے تو تفصیل کچھ یوں بنتی ہے:

۱۔ احترامِ انسانیت کے حوالے سے سبق "دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو" اردو کی کتاب میں ص نمبر ۱۱ پر شامل کیا جاتا ہے۔

۲۔ اخلاقی جرأت: سبق "آگہی" ص نمبر ۱۶۰ پر شامل کیا گیا ہے۔

۳۔ بجلی کی دریافت

۴۔ لوک کہانیاں (دو) اخلاقی موضوعات پر: پشتو لوک کہانی "خون کا بدلہ" ص نمبر ۳۲ پر شامل ہے۔ دوسری لوک کہانی "خدا اس وقت یہ چاہتا ہے کہ ـــ" ص نمبر ۱۱۸ پر شامل کی گئی ہے۔

۵۔ مشاہیرِ پاکستان: "لانس نائیک لال حسین شہید" ص نمبر ۵۵ پر جب کہ بچوں کو جذبہ جہاد سے آگاہی دینے کے لیے "ننھا مجاہد" ص نمبر ۱۶۷ پر شامل کیا گیا ہے۔

۶۔ شہری دفاع: سبق ''شہری دفاع'' ص نمبر ۴۵ پر شامل کیا گیا ہے۔

۷۔ کیمیا کے بارے میں معلومات: اس حوالے سے کوئی سبق / نظم شامل نہیں کی گئی۔

۸۔ ملی وحدت: سبق ملی وحدت ص نمبر ۹۷ پر شامل کیا گیا ہے۔

۹۔ سائنس کی جدوجہد

۱۰۔ پاکستانی تہذیب و ثقافت: سبق ''پاکستان کے چند اہم تہوار'' ص نمبر ۱۹ پر شامل کیا گیا ہے۔

۱۱۔ گرلز گائیڈ: سبق ''گرلز گائیڈ'' ص نمبر ۱۳۴ پر شامل کیا گیا ہے۔ خواتین کے مقام و مرتبے سے روشناس کرانے کے لیے سبق ''خواتین کا مقام اور ان کے حقوق'' ص نمبر ۱۲۷ پر شامل کیا گیا ہے۔

۱۲۔ حیاتیات کے بارے میں معلومات: اس موضوع پر کوئی سبق نصاب میں شامل نہیں کیا گیا۔

۱۳۔ مثالی طالب علم (مکالمے کی صورت میں): مکالمہ ''مثالی طالب علم'' ص نمبر ۱۰۳ پر شامل کیا گیا ہے۔

۱۴۔ کھیل (ہاکی): سبق ''ہاکی'' ص نمبر ۶۰ پر شامل کیا گیا ہے۔

۱۵۔ ادب کی اہمیت: سبق ''ادب کی اہمیت'' ص نمبر ۸۵ پر شامل کیا گیا ہے۔ جماعت ہشتم میں ''ادب کی اہمیت'' کو شامل کرنا ایک خوش آئند اقدام ہے۔ اس سبق میں ادب و احترام کی اہمیت کے ساتھ لٹریچر کے مفہوم اور اقسام مختصراً تحریر کی گئی ہیں۔

اگر ابتدائی جماعت سے جماعت ہشتم تک کے درسی مواد کا جائزہ لیا جائے تو صرف جماعت ہشتم میں مختصراً اردو ادب کا ذکر کیا گیا ہے جو اردو زبان و ادب کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔

۱۶۔ مناظرِ پاکستان: سبق ''مناظرِ پاکستان ص نمبر ۱۴۶ پر شامل کیا گیا ہے۔

۱۸/۱۷۔ پاکستان کا مواصلاتی نظم (سڑکیں، ریل): سبق ''ریل کہانی'' ص نمبر ۱۵۳ پر شامل کیا گیا ہے۔

۱۹۔ پاکستان کے موسم: سبق ''پاکستان کے موسم'' ص نمبر ۲۷ پر شامل کیا گیا ہے جس میں پاکستان کے موسموں کے تنوع سے طلبہ کو آگاہ کیا گیا ہے۔

۲۰۔ تفریح کی اہمیت: سبق ''تفریح کی اہمیت'' ص نمبر ۱۰۹ پر شامل کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اسلامی مشاہیر میں ''حضرت عمر بن عبدالعزیز'' کا سبق ص نمبر ۸۷ پر شامل کیا گیا ہے۔

منظومات میں حمد و نعت دونوں شامل ہیں جب کہ نصابی ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے قومی یکجہتی کے حوالے سے نظم "ہمارے وطن کا نشان" ص نمبر ۲۷ پر شامل کی گئی ہے۔ اتحاد کے موضوع پر نظم "مل کے رہو" ص نمبر ۹۱ پر شامل کی گئی ہے۔

حُبِ وطن کے موضوع پر "اپنا پرچم ایک" ص نمبر ۱۱۴ پر شامل کی گئی ہے۔

مزاحیہ ادب کے حوالے سے نظم "ریل کا سفر" ص نمبر ۹۴ پر شامل کیا گیا ہے۔

قواعد اور زبان شناسی کے حوالے سے مشمولات پر نظر ڈالی جائے تو ہر مشق میں الفاظ / معانی، الفاظ سے جملے بنانا، خالی جگہ پُر کرنا، واحد / جمع، مذکر / مؤنث (غیر حقیقی اسما) الفاظ پر اعراب لگانا، ہم آواز الفاظ، الفاظ / متضاد شامل کیے گئے ہیں۔ روز مرہ و محاورہ کے مفہوم اور ان کو جملوں میں استعمال کرنا بھی طلبہ کو سکھایا گیا ہے۔ خطوط نویسی، مضمون نویسی اور درخواست نویسی بھی مشق کا حصہ ہیں۔ فعل مجہول کو فعل معروف میں بدلنا مثال کے طور پر "کتاب لکھی گئی" اس جملے میں فاعل مجہول ہے یعنی نامعلوم ہے۔ اس کو فعل معروف میں بدلنا سکھایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر "اسلم نے کتاب لکھی" اس میں فاعل کا پتہ چلتا ہے۔

تجنیس معنوی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بھی طلبہ میں پیدا کرنے کی مشق اس سطح پر کرائی جاتی ہے یعنی جب کسی جملے میں دو یا دو سے زیادہ الفاظ اس طرح کے استعمال ہوں کہ لکھنے میں اُن کی شکل اور پڑھنے میں اُن کی آواز ایک جیسی ہو، مگر اُن کے معانی ایک دوسرے سے مختلف ہوں تو اُس کو تجنیس معنوی کہا جاتا ہے، مثلاً

(الف) زیادہ سونا نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہاں 'سونا' نیند کی حالت ہے۔

(ب) سونا، بہت مہنگا ہو گیا ہے۔ یہاں 'سونا' ایک قیمتی دھات ہے۔

سابقے / لاحقے، ضرب الامثال / کہاوتیں اور اُن کے مفاہیم، ردیف کے حوالے سے الفاظ کو ترتیب دینا / الفاظ وضع کرنا جیسے ہر لفظ کے آخر میں آنے والے ردیف سے اگلا لفظ بنانا اور اسے کسی حد تک پھیلایا جاتا ہے، جیسے:

اجازت، تاریخ، خامی، یقین، نصاب وغیرہ۔

بیت بازی بھی اسی اصول کے مطابق کی جاتی ہے۔ اس مشق سے طلبہ اردو الفاظ کے حوالے سے کئی الفاظ سیکھ اور لکھ سکتے ہیں۔ یہ انتہائی عمدہ سرگرمی ہے جسے ہر سطح پر شامل کرنا چاہیے۔ یہ سرگرمی طلبہ کو درخواست نویسی، مضمون نویسی، مکالمہ نگاری، نظم و نسق کی تشریح یعنی اردو زبان کے حوالے سے انتہائی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ یہ ایک دلچسپ سرگرمی ہے۔ الفاظ کو الف بائی ترتیب سے وضع کرنا اور اُن کے معنی لُغت سے تلاش کرنا بہترین مشق ہے۔

ہر سبق میں موضوع سے متعلقہ تصاویر بھی سبق کا حصہ ہیں جس سے طلبہ نہ صرف متعلقہ جگہ /اشیا/شخصیت سے متعارف ہوتے ہیں بلکہ دلچسپی کا عنصر بھی بڑھتا ہے۔ یہ کتاب نصاب ۲۰۰۶ء کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔ اس لیے طلبہ کے لیے اردو سیکھنے میں زیادہ مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ اگر نثری اسباق و منظومات سے بڑھ کر مشقوں میں جو زبان شناسی کے اصول و قاعدے شامل کیے گئے ہیں وہ اردو زبان لکھنے، پڑھنے اور بولنے کے لیے طلبہ میں کافی حد تک استعداد پیدا کر سکتے ہیں۔

صوبہ پنجاب میں جماعت نہم و دہم کی اُردو لازمی کی کتب کا تنقیدی جائزہ:

صوبہ پنجاب کے سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والے جماعت نہم و دہم کی اردو کی کتب قومی نصاب ۲۰۰۶ء کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں۔ اس سطح پر اردو کی کتاب میں شعرا و ادبا کی تحریریں اور شاعری شامل کی گئی ہے۔ حالانکہ ابتدائی سطح، پرائمری اور مڈل کی سطح پر بھی شعرا و ادبا کو شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اردو زبان و ادب کی تاریخ سے ناواقفیت کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ ابتدائی سطح ہی سے یہ موضوعات شامل نصاب نہیں رہے۔ قواعد تو ابتدائی سطح ہی سے کتابوں کا حصہ ہیں لیکن اردو زبان لکھنے کے ساتھ ساتھ اردو زبان و ادب کے شعرا و ادبا سے واقفیت نیز اردو زبان و ادب کی تاریخ و ارتقا سے آگاہ ہونا طلبہ کے لیے بے حد ضروری ہے۔ گویا میٹرک کی سطح پر شعرا و ادبا کے تعارف کی ابتدائی سطح ہے جبھی تو طلبہ میں اردو زبان و ادب کے حوالے سے دلچسپی کا عنصر بہت کم نظر آتا ہے۔ اس کی سراسر ذمہ داری نصاب مرتب کنندگان پر عائد ہوتی ہے۔ آٹھویں جماعت تک کے اردو کے درسی مواد کو دیکھا جائے تو کچھ مضامین اسلامیات کے ہیں، کچھ تاریخ اسلام سے متعلق ہیں، کچھ اسباق کا تعلق جغرافیہ سے ہے تو کچھ عنوانات مطالعہ پاکستان سے متعلق ہیں۔ خواتین کے حقوق، گرل گائیڈ، سائنس و کمپیوٹر، سیر و تفریح، پاکستان کے موسم، تہذیب و ثقافت کے مضامین شامل ہیں اور چند شعرا جیسے علامہ اقبال، صوفی غلام تبسم اور سید ضمیر جعفری کی ایک آدھ نظم بھی کسی کتاب میں نظر آجاتی ہے مگر نہ تو دکنی ادب کا ذکر ملتا ہے اور نہ شمالی ہند، دلی و لکھنؤ کے شاعر و ادیب کہیں نظر آتے ہیں۔ نہ فورٹ ولیم کالج کے تحت پروان چڑھنے والا ادب نظر آتا ہے اور نہ اردو زبان کا مفہوم و تاریخ اور نہ ہی اس زبان کے لیے جدوجہد کرنے والے افراد کا ذکر ملتا ہے۔ یعنی دس سالہ تعلیم کے بعد میٹرک کی سطح پر طلبہ اردو ادب کی نامور شخصیات سے متعارف ہوتے ہیں۔ اگر ابتدائی سطح ہی سے بتدریج یہ معلومات درسی کتاب میں شامل کر دی جائیں تو طلبہ اردو زبان لکھنے، پڑھنے اور بولنے میں مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ میٹرک اور حتیٰ کہ ایف۔اے پاس طالب علم سے بھی پوچھ لیا جائے تو اردو زبان کا مطلب کیا ہے؟ اس کی پیدائش کدھر ہوئی؟ اس کو کون کون سے نام دیئے گئے؟ کن افراد نے گیسوئے اردو سنوارے تو طلبہ اس کا جواب نہیں

دے سکتے۔ ''اردو زبان کا تعارف'' کے نام سے ایک مضمون شامل کیا جا سکتا ہے۔ ''بابائے اردو مولوی عبدالحق'' کا تعارف اور خدمات کسی سطح پر نصاب میں موجود نہیں۔ مختصراً ذکر تو ملتا ہے مگر اُن کی سوانح اور خدمات کا تفصیلاً ذکر نہیں ملتا۔ ''اردو زبان کے مختلف نام'' پرائمری کی سطح پر شامل کیے جا سکتے ہیں۔ اردو زبان کے آغاز وارتقاء کا بھی ایک مضمون شامل کیا جا سکتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج، علی گڑھ تحریک، نو آبادیات، مابعد نو آبادیات، جدیدیت اور اسی طرح کے کئی نظریات و تحریکات اردو لازمی کی کتاب میں شامل کرنا بے حد ضروری ہے۔

قومی نصاب ۲۰۰۶ء میں ہر سطح کے درسی مواد کے لیے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ادب کے ذریعے زبان کی تدریس مقصود ہے۔ اس بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عنوانات/مصنفین و شعرا کا انتخاب کیا جائے۔ قومی نصاب ۲۰۰۶ء میں جماعت نہم و دہم کے اسباق، نظموں، غزلوں، قواعد کی تفصیل یکجا کر دی گئی ہے۔ مؤلفین کتب کے لیے نصاب میں کوئی ایسی ہدایت نہیں جس سے جماعت نہم و دہم کے موضوعات کی تقسیم کا اندازہ ہو سکے لیکن دونوں کتب کے مندرجات کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ موضوعات کی تقسیم میں قدیم سے جدید کا سفر نظر آتا ہے۔ جماعت نہم میں قدیم ادب جب کہ جماعت دہم میں جدید ادب نظر آتا ہے تاہم اس طرح کی تقسیم کے لیے نصاب میں کوئی ہدایت موجود نہیں۔ نصاب میں دیے گئے حصہ نثر میں سے سات نثر نگاروں میں سے چار نثر نگار سر سید احمد کا مضمون ''کاہلی''، حالی کا مضمون ''مرزا غالب کے عادات و خصائل، شبلی نعمانی کا سبق ''ہجرت نبوی ﷺ'' اور محمد حسین آزاد کا اقتباس ''شاعروں کے لطیفے'' جماعت نہم میں شامل ہیں۔ جب کہ جماعت دہم کے حصہ نثر میں شاہد احمد دہلوی کا خاکہ ''مرزا محمد سعید''، اشرف صبوحی کا ''پرستان کی شہزادی'' اور ڈاکٹر وحید قریشی کا مضمون ''اردو ادب میں عید الفطر'' درسی کتاب میں شامل ہے۔

اسی طرح افسانوی ادب کے مشمولات میں بمطابق اردو نصاب ۲۰۰۶ء نذیر احمد کے ناول سے اقتباس ''نصوح اور سلیم کی گفتگو'' شامل کیا گیا ہے۔

پریم چند کا افسانہ ''پنچایت'' جماعت نہم میں شامل ہے جب کہ سجاد حیدر یلدرم کا افسانہ ''مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ'' اور ہاجرہ مسرور کا افسانہ ''ملمع'' جماعت دہم میں شامل کیے گئے ہیں۔

نصاب کے عنوانات کے مطابق ایک لوک کہانی 'چغل خور'' از شفیع عقیل بھی جماعت دہم میں شامل کی گئی ہے۔

ڈرامے کے تحت امتیاز علی تاج کا ڈرامہ ''آرام و سکون'' اور میرزا ادیب کا ڈرامہ ''لہو اور قالین'' دونوں جماعت نہم میں شامل ہیں۔

سوانح، خاکہ اور آپ بیتی کے موضوعات کے تحت مولوی عبدالحق کی کہانی ''نام دیو مالی'' اور قدرت اللہ شہاب کی آپ بیتی کا اقتباس ''علی بخش'' ''شہاب نامہ'' سے لیا گیا ہے۔

طنز و مزاح کے عنوان کے تحت فرحت اللہ بیگ کا مضمون ''امتحان'' شفیق الرحمان کا سبق ''ملکی پرندے اور دوسرے جانور'' اور کرنل محمد خان کا سبق ''قدر ایاز'' تینوں جماعت نہم میں شامل ہیں۔

حکیم محمد سعید کا سفر نامہ ''استنبول'' جماعت دہم میں شامل ہے اور ''خطوطِ غالب'' اور ''خطوطِ رشید احمد صدیقی'' بھی جماعت دہم میں شامل ہیں۔

حصہ نظم میں حالی کی ''حمد'' اور امیر مینائی کی نعت مبارکہ جماعت نہم میں شامل ہے۔ منظومات کی مزید تفصیل کچھ یوں ہے

جماعت نہم:

ا۔ نظیر اکبر آبادی (مناظرِ فطرت)	برسات کی بہاریں
۲۔ علامہ اقبال (اتحادِ اسلام)	پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

جماعت دہم:

ا۔ حفیظ جالندھری	حمد
۲۔ احسان دانش	نعت
۳۔ میر انیس (مناظرِ فطرت)	میدانِ کربلا میں گرمی کی شدت
۴۔ جوش (محنت اور تکریم محنت)	کسان
۵۔ جمیل الدین عالی (قومی نغمہ)	جیوے جیوے پاکستان
۶۔ دلاور فگار (مزاحیہ نظم)	اونٹ کی شادی
۷۔ محمود سرحدی (مزاحیہ نظم)	مزاحیہ نظم

حصہ غزل میں شامل شعرا کی تفصیل یوں ہے:

جماعت نہم:

ا۔ میر تقی میر

۲۔ حیدر علی آتش

۳۔ مرزا غالب

۴۔ بہادر شاہ ظفر

جماعت دہم:

۱۔ حسرت موہانی

۲۔ جگر مراد آبادی

۳۔ فراق گورکھپوری

۴۔ ادا جعفری

نصابی موضوعات سے ہٹ کر جماعت دہم میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ تبسم کا مضمون ''نظریۂ پاکستان'' اور حصہ غزل کے بعد شگفتہ صغیر الحسین ترمذی کا قلم اور بندوق کا مکالمہ ''اُٹھ باندھ کمر کیوں ڈرتا ہے'' شامل کیا گیا ہے تاکہ طلبہ علم کی اہمیت اور فتح سے آگاہ ہو سکیں اور دہشت گردی سے آہنی ہاتھوں سے نمٹ سکیں اور آخر میں ناصر بشیر کی نظم ''بہادر بچے'' شامل کی گئی ہے۔

مجموعی طور پر نثر و شاعری کے مندرجات کا جائزہ لیا جائے تو جماعت نہم و دہم کی کتب کا درسی مواد، اعلیٰ ثانوی سطح کے درسی مواد کے مقابلے میں بہتر نظر آتا ہے۔ جماعت نہم و دہم کی درسی کتب چونکہ ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہے اس لیے ثانوی سطح کا درسی مواد اعلیٰ ثانوی سطح کی اُردو کتب بمطابق قومی نصاب ۲۰۰۲ء سے بہتر نظر آتا ہے۔

اسباق اور حصہ شاعری میں ہر سبق اور غزل و نظم سے پہلے نثر نگار اور شعرا کا تعارف نیز تدریسی مقاصد بھی درج کر دیے گئے ہیں۔ یعنی شاعر اور نثر نگاروں کی سوانح و خصوصیاتِ کلام و نثر کے لیے کسی گائیڈ بک کا سہارا نہیں لینا پڑتا۔ یہ تبدیلی اعلیٰ ثانوی سطح پر بے حد ضروری ہے۔ میٹرک میں جدید نصاب پڑھ کر طلبہ اعلیٰ سطح پر قدیم نصاب پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وزارتِ تعلیم سُست روی کا شکار ہے۔

ثانوی سطح پر معروضی سوالات شامل کرنا کی ہدایت کی گئی ہے جو ہر سبق / نظم کے آخر میں مشقوں میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ حصہ قواعد کی تفصیل اس طرح سے ہے:

قواعد و انشا پردازی برائے جماعت نہم

i۔ جملے کے اجزائے ترکیبی کی تعریف کرنا۔

ii۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ میں امتیاز کرنا۔

iii۔ ذو معنی الفاظ کا استعمال۔

iv۔ علم بیان کی بنیادی اصطلاحوں مثلاً تشبیہ، استعارہ، کنایہ، مجاز مرسل کی تعریف۔

v۔ شعری اصطلاحات (مصرع، شعر، بند، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف) کی تعریف۔

vi۔ مبتدا اور خبر کا فرق اور آگاہی۔

vii۔ روزمرہ اور محاورہ کے لحاظ سے غلط فقرات کی درستی۔

viii۔ مختلف اصناف سخن میں امتیاز۔

ix۔ مختلف اندازِ بیان (ادبی، صحافتی، دفتری، قانونی، تکنیکی) میں امتیاز کرنا۔

x۔ مرکب ناقص اور مرکب تام میں فرق کرنا۔

xi۔ مکالمہ / روداد نویسی

xii۔ کہانی لکھنا۔

xiii۔ مضمون

xiv۔ خط (رسمی / غیر رسمی)

جماعت نہم کی اردو کی کتاب کے آخر میں سانحۂ پشاور کے حوالے سے دہشت گردی، قتل عام اور ایمر جنسی سے نمٹنے کے لیے ایک کہانی "حوصلہ نہ ہارو آگے بڑھو" کے ذریعے طلبہ کو ضروری ہدایات فراہم کی گئی ہیں۔ یہ کہانی ایک اچھا اضافہ ہے۔

قواعد وانشاپردازی برائے جماعت دہم

i۔ جملے کی تقطیع اجزا میں کرنا۔

ii۔ جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ کی ترکیب نحوی کرنا۔

iii۔ عبارت سے ذو معنی الفاظ کو الگ الگ کرنا۔

iv۔ عبارت میں تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل کی نشاندہی کرنا۔

v۔ اشعار میں متعدد عناصر کی پہچان۔

vi۔ مبتدا اور خبر کے حوالے سے جملے کی تقطیع کرنا۔

vii۔ جملہ معترضہ کے حوالے سے غلط فقرات کی درستگی۔

viii۔ مختلف اصناف کے لحاظ سے فن پاروں کو سمجھنا۔

ix۔ ہیئت کے لحاظ سے غزل اور نظم کے فرق کو سمجھنا۔

x۔ اپنے خیالات کو مختلف انداز بیان یا محضر کے لحاظ سے تحریر کر سکنا۔[۱۰]

مجموعی طور پر جماعت نہم و دہم کی درسی کتب کا مواد، گیارھویں اور بارھویں جماعت سے کافی حد تک بہتر ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اعلیٰ ثانوی سطح کا درسی مواد ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہے اور جماعت اوّل تا دہم کا درسی مواد ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ جماعت اوّل تا دہم تک شامل کردہ موضوعات کے ساتھ ساتھ اگر اردو زبان کا مفہوم، تاریخ اور ارتقاء بھی تدریج کے اصولوں کے مطابق شامل کر دیا جائے تو یہ مواد ایک بہترین درسی مواد بن سکتا ہے۔

ابتدائی سطح سے جماعت دہم تک کے نصاب اور درسی کتب کے جائزے کے بعد اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو لازمی کی درسی کتاب کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ جائزہ دراصل اس تحقیق کا اصل مقصد ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اعلیٰ ثانوی سطح پر طلبہ اردو زبان کے حوالے سے اور مضمون کے حوالے سے بہترین نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ ابتدائی تا دہم جماعت کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دیگر کئی وجوہات کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جماعت دہم تک نیا نصاب ۲۰۰۶ء پڑھایا جاتا ہے اور اعلیٰ ثانوی سطح پر پرانا نصاب ۲۰۰۲ء پڑھایا جاتا ہے۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی اعلیٰ ثانوی سطح کی سرمایۂ اردو کا تنقیدی جائزہ:

۲۰۰۲ء کے قومی نصاب سے قبل صوبہ پنجاب میں گیارھویں اور بارھویں دونوں جماعتوں میں ایک ہی کتاب ”اردو لازمی“ کے نام سے پڑھائی جاتی تھی۔ ۲۰۰۲ء میں گیارھویں اور بارھویں جماعت دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ کتاب ”سرمایہ اردو“ کے نام سے ترتیب دی گئی۔ قومی نصاب میں کتاب کی ترتیب و تنظیم کے لیے کچھ ہدایات دی گئی ہیں کہ فی کتاب ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہو گی جن میں سے حصہ نثر تقریباً ۱۵۰ صفحے فی کتاب اور حصہ نظم ۵۰ صفحے فی کتاب ہو گا اور ایک کتاب کی صورت میں تقریباً ۴۰۰ صفحات (نثر ۳۰۰ اور نظم ۱۰۰ صفحات) ہوں گے۔" قومی نصاب ۲۰۰۲ء میں سالِ اول اور سالِ دوم کے عنوانات کی تفصیل درج ذیل ہے:

عنوانات کے لیے مآخذ/ مصنفین ــــ اردو (لازمی)

یازدہم (سالِ اول)	دوازدہم (سال دوم)

مضامین (صرف ۴ یونٹ)

سر سید احمد خان

الطاف حسین حالی

عبدالماجد دریاآبادی

خواجہ حسن نظامی

ڈاکٹر سید عبداللہ

سید سلیمان ندوی

حمید عسکری

محمد حسین آزاد

شبلی نعمانی

مولانا صلاح الدین احمد

غلام رسول مہر

ڈاکٹر غلام مصطفی خان

میاں بشیر احمد

ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن

ناول (صرف ۲ یونٹ)

مولوی نذیر احمد، نسیم حجازی

عبدالحلیم شرر، خدیجہ مستور

کہانی/افسانہ (صرف ۴ یونٹ)

سعادت حسن منٹو، غلام عباس

اشفاق احمد، پریم چند

احمد ندیم قاسمی، انتظار حسین

بانو قدسیہ، ہاجرہ مسرور

ڈراما (صرف ۲ یونٹ)

سید امتیاز علی تاج، میرزا ادیب

احمد شجاع پاشا، خواجہ معین الدین

سفر نامہ (صرف ۲ یونٹ)

ابن انشا، قمر علی عباس

ممتاز مفتی، بیگم اختر ریاض الدین

مستنصر حسین تارڑ

سوانح/شخصیت نگاری (صرف ۴ یونٹ)

فرحت اللہ بیگ، سید سلیمان ندوی

الطاف حسین حالی، شاہد احمد دہلوی

چراغ حسن حسرت، مولوی عبدالحق

شبلی نعمانی، رشید احمد صدیقی

مکاتیب (صرف ۲ یونٹ)

غالب، اکبر الہ آبادی ـ

سلیمان ندوی، علامہ اقبال ـ

مہدی افادی ـ

طنز و مزاح (صرف ۳ یونٹ)

ابن انشا، پطرس بخاری، شوکت تھانوی ـ

مشتاق احمد یوسفی، شفیق الرحمٰن ـ

اشفاق حسین

علاقائی ادب

حمد و نعت

امیر مینائی	ظفر علی خان
بہزاد لکھنوی	محسن کاکوروی
ماہر القادری	حفیظ تائب

نوٹ۔ ایک حمد اور ایک نعت ہو گی۔

غزل

میر	درد
آتش	مصحفی

مومن	غالب
داغ	اقبال
حسرت	ناصر کاظمی
فیض	فراق گورکھپوری
احمد ندیم قاسمی	تابش دہلوی

نوٹ۔ ہر شاعر کی زیادہ سے زیادہ دو غزلیں شامل کی جائیں۔

نظم۔(نوٹ) ہر شاعر کی ایک نظم لیکن ضخامت کم رکھنے کے لیے یہ پابندی ضروری نہیں ہے۔)

نظیر اکبر آبادی	الطاف حسین حالی
میر انیس	اکبر الہ آبادی
ظفر علی خان	احسان دانش
اختر شیرانی	اسرار الحق مجاز
حفیظ جالندھری	جوش ملیح آبادی
علامہ اقبال	مجید امجد
سید محمد جعفری	ضمیر جعفری
مرزا محمود سرحدی	انور مسعود
دلاور فگار	نیاز سواتی
مست توکلی	جام ورک

سالِ اول	سالِ دوم

قواعد

تشبیہ، استعارہ، تلمیح	مختلف حروف کا استعمال
مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف کی تعریف اور	فاعل/مفعول کے ساتھ
مثالیں، تذکیر و تانیث (غیر حقیقی)	فعل کی مطابقت

روداد/مکالمہ/روزنامچہ — رموزِ اوقاف۔ چند مصادر بطور امدادی افعال

درخواست/رسید — خط/آپ بیتی

تلخیص — مضمون

قومی نصاب ۲۰۰۲ء کے مہیا کردہ عنوانات کے مطابق گیارھویں جماعت کی درسی کتاب کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	مصنفین/شعرا	صفحہ
		حصہ نثر	
۱۔	اسوۂ حسنہ ﷺ	سید سلیمان ندویؒ	۱
۲۔	اپنی مدد آپ	سرسید احمد خان	۶
۳۔	سرسید کے اخلاق و خصائل	مولانا الطاف حسین حالی	۱۰
۴۔	ابوالقاسم زہراوی	حمید عسکری	۱۶
۵۔	ادیب کی عزت	پریم چند	۲۰
۶۔	اوورکوٹ	غلام عباس	۲۸
۷۔	سفارش	احمد ندیم قاسمی	۳۵
۸۔	چراغ کی لو	ہاجرہ مسرور	۴۰
۹۔	مکتوباتِ غالب	مرزا اسداللہ خاں غالب	۴۵
۱۰۔	مکتوباتِ اقبالؒ	علامہ محمد اقبالؒ	۴۸
۱۱۔	لاہور کا جغرافیہ	پروفیسر احمد شاہ بخاری پطرس	۵۱
۱۲۔	دوستی کا پھل	شفیع عقیل	۵۷
۱۳۔	کیا واقعی دنیا گول ہے؟	ابنِ انشا	۶۴
۱۴۔	اور آنا گر میں مرغیوں کا	مشتاق احمد یوسفی	۶۷

حصہ نظم

۱۔	حمد	(امیر احمد) امیر مینائی	۷۳
۲۔	نعت	ماہر القادری	۷۴
۳۔	تسلیم و رضا	نظیر اکبر آبادی	۷۶
۴۔	میدانِ کربلا میں صبح کا منظر	میر انیس	۷۸
۵۔	مستقبل کی جھلک	مولانا ظفر علی خاں	۸۰
۶۔	برسات	اختر شیرانی	۸۲
۷۔	ہلالِ استقلال	حفیظ جالندھری	۸۴
۸۔	خطاب بہ جوانانِ اسلام	علامہ محمد اقبالؒ	۸۶
۹۔	پیغام	علامہ محمد اقبالؒ	۸۷
۱۰۔	ایبسٹریکٹ آرٹ	سید محمد جعفری	۸۹
۱۱۔	قطعات	مرزا محمود سرحدی	۹۱
۱۲۔	لوکل بس	دلاور فگار	۹۳
۱۳۔	وحدانیت	مست توکلی (ترجمہ: طارق قریشی)	۹۵

حصہ غزل

۱۔ جس سر کو غرور آج ہے، یاں تاج وری کا	میر تقی میر	۹۷
گل کو ہوتا صبا ! قرار اے کاش!	میر تقی میر	
۲۔ ہوائے دورِ مئے خوش گوار، راہ میں ہے	حیدر علی آتش	۹۹
یہ آرزو تھی، تجھے گل کے روبرو کرتے	حیدر علی آتش	
۳۔ پھرے راہ سے وہ، یہاں آتے آتے	میرزا خاں داغ	۱۰۱
خاطر سے یا لحاظ سے، میں مان تو گیا	میرزا خاں داغ	
۴۔ اثر اس کو، ذرا نہیں ہوتا	مومن خان مومن	۱۰۳

ٹھانی تھی دل میں، اب نہ ملیں گے کسی سے ہم	مومن خان مومن	
۵۔ بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں	حسرت موہانی	۱۰۵
رسمِ جفا کامیاب، دیکھیے کب تک رہے	حسرت موہانی	
۶۔ نہ گنواؤ ناوکِ نیم کش، دلِ ریزہ ریزہ گنوا دیا	فیض احمد فیض	۱۰۷
کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہات میں تیرا ہات نہیں	فیض احمد فیض	
۷۔ کچھ غلط بھی تو نہیں تھا، مرا تنہا ہونا	احمد ندیم قاسمی	۱۰۹
اَب تو کچھ اور ہی، اعجاز دکھایا جائے	احمد ندیم قاسمی	

قومی نصاب ۲۰۰۲ء کے عنوانات کے مطابق بارھویں جماعت میں حصہ نثر، حصہ نظم اور حصہ غزل کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرست

نثر

نمبر شمار	عنوانات	مصنفین	صفحہ
۱۔	مناقبِ عمر بن عبدالعزیزؒ	علامہ شبلی نعمانی	۱
۲۔	تشکیلِ پاکستان	میاں بشیر احمد	۶
۳۔	نواب محسن الملک	ڈاکٹر مولوی عبدالحق	۱۶
۴۔	محنت پسند خرومند	مولانا محمد حسین آزاد	۲۱
۵۔	اکبری کی حماقتیں	مولوی نذیر احمد	۲۶
۶۔	پہلی فتح	نسیم حجازی	۳۴
۷۔	دستک	مرزا ادیب	۳۸
۸۔	ہوائی	بیگم اختر ریاض الدین	۴۷
۹۔	مولانا ظفر علی خاں	چراغ حسن حسرت	۵۴
۱۰۔	قرطبہ کا قاضی	سید امتیاز علی تاج	۵۹

۱۱۔	مواصلات کے جدید ذرائع	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن	۷۹
۱۲۔	مولوی نذیر احمد دہلوی	شاہد احمد دہلوی	۷۷
۱۳۔	ایک سفر نامہ، جو کہیں کا بھی نہیں ہے	ابنِ انشا	۸۱
۱۴۔	ایوب عباسی	پروفیسر رشید احمد صدیقی	۸۹

نظمیں

نمبر شمار	عنوانات	شعرا	صفحہ
۱۔	حمد	مولانا ظفر علی خاں	۹۵
۲۔	نعت	حفیظ تائب	۹۷
۳۔	خدا سر سبز رکھے اس چمن کو	اکبر الٰہ آبادی	۹۹
۴۔	اسلامی مساوات	مولانا الطاف حسین حالی	۱۰۱
۵۔	سراغِ راہرو	جوش ملیح آبادی	۱۰۵
۶۔	آدمی	سید ضمیر جعفری	۱۰۷
۷۔	نوجوان سے خطاب	اسرار الحق مجاز	۱۰۹
۸۔	ایک کوہستانی سفر کے دوران میں	مجید امجد	۱۱۱
۹۔	تغیر	احسان دانش	۱۱۳
۱۰۔	قطعات	انور مسعود	۱۱۵

غزلیات

نمبر شمار		شعرا	صفحہ
۱۔	کام مردوں کے جو ہیں، سو وہی کر جاتے ہیں	خواجہ میر درد	۱۱۷
۲۔	کیا فرق داغ و گل میں، اگر گل میں بُو نہ ہو	خواجہ میر درد	۱۱۸
۳۔	دنیا میں جب تلک کہ میں اندوہ گیں رہا	غلام ہمدانی مصحفی	۱۲۰

۴۔	نہ گیا کوئی عدم کو دل شاداں لے کر	غلام ہمدانی مصحفی	۱۲۱
۵۔	بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا	مرزا غالب	۱۲۴
۶۔	کسی کو دے کے دل کوئی نوا سنجِ فغاں کیوں ہو	مرزا غالب	۱۲۵
۷۔	جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی	علامہ محمد اقبالؒ	۱۲۷
۸۔	نہ تخت و تاج میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے	علامہ محمد اقبالؒ	۱۲۸
۹۔	دل میں اک لہر سی اٹھی ہے ابھی	ناصر کاظمی	۱۳۰
۱۰۔	اے ہم سخن وفا کا تقاضا ہے اب یہی	ناصر کاظمی	۱۳۱
۱۱۔	اُداسی، بے دلی، آشفتہ حالی میں کمی کب تھی	فراق گور کھپوری	۱۳۳
۱۲۔	سکوں درکار ہے لیکن سکوں حاصل نہیں ہوتا	تابش دہلوی	۱۳۴
	فرہنگ		۱۳۶

نصاب اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں کتاب کے مؤلفین کے لیے ہدایات فراہم کی گئیں۔ یہ ہدایات وزارتِ تعلیم کے پیش کردہ نصاب اردو لازمی میں موجود ہیں۔ "مؤلفین کتاب مرتب کرتے ہوئے قومی نصابی کمیٹی برائے اردو کے تعین کردہ قومی اور تدریسِ اردو سے متعلق مقاصد کو مدنظر رکھیں۔ اگر موضوعات پر مصنفین کی تحریریں نہ ملیں تو مؤلفین کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے مصنفین کی تحریریں شامل کر سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر بارھویں جماعت کے نصاب میں شامل سید امتیاز علی تاج کا ڈرامہ تدریسِ اردو کے مقاصد پورے کرنے سے قاصر ہے تو احمد شجاع پاشا یا خواجہ معین الدین کا ڈرامہ شامل کیا جائے اگر مؤلفین مطمئن نہیں تو وہ تدریس اُردو کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے خود بھی ڈرامہ تحریر کر سکتے ہیں۔ مجوزہ مصنفین یا شعرا کی تحریر و شاعری کو منتخب کرتے ہوئے خیال رہے کہ اختلافی و متنازع مسائل سے متعلقہ تحریریں درسی کتاب میں شامل نہ کی جائیں۔ گیارھویں اور بارھویں جماعت کی کتاب مرتب کرتے ہوئے نویں اور دسویں جماعت کی اردو لازمی کی درسی کتاب کو سامنے رکھا جائے تاکہ انتخاب میں تکرار نہ ہو۔

درسی کتاب کی منتخب کردہ تحریریں اسلامی رُوح کے منافی نہ ہوں۔ یہ بھی درسی کتاب کے مؤلفین کے لیے ایک ہدایت ہے۔ درسی کتاب کے موضوعات میں کوئی غیر اسلامی رنگ نظر نہیں آتا نیز نظریہ پاکستان کی ترویج و تبلیغ بھی

تدریسِ اُردو کا ایک اہم مقصد ہے۔ اگر ہمیں ملک و ملت کی بقا چاہیے تو صرف دو چیزوں کی حفاظت ہمارے ذمے ہے ایک اسلام اور دوسرا اردو۔

مکاتیب، سائنسی مضامین اور سفر نامے کے حوالے سے نصاب میں مؤلفین کو موضوع کے مطابق زبان کے انتخاب کی ہدایت کی گئی ہے۔ کتاب کے مؤلفین کو یہ بھی ہدایت دی گئی کہ ہندسے اُردو میں لکھے جائیں۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ گیارھویں اور بارھویں کی اُردو لازمی کی دونوں کتب میں منتخب کردہ مصنفین کی تحریروں میں تو ہندسے اُردو میں ہیں مگر مشق کے اندر سوالات کے نمبر اور صفحہ نمبر انگریزی ہندسوں میں لکھے گئے ہیں۔ اردو ہندسے ہمیشہ دائیں سے بائیں (۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰) لکھے جاتے ہیں جب کہ انگریزی ہندسے ہمیشہ بائیں سے دائیں (1,2,3,4,5,6,7,8,9,10) لکھے جاتے ہیں۔ اگر عملی زندگی کا مشاہدہ کیا جائے تو لین دین میں اور حساب کتاب کے لیے ہم انگریزی ہندسے استعمال کرتے ہیں۔ امتحانی پرچہ جات میں بھی رول نمبر لکھنے کے لیے صفحہ نمبر لکھنے کے لیے نیز سوال نمبر کے لیے انگریزی ہندسے استعمال کیے جاتے ہیں اور حد تو یہ کہ اردو ہندسوں کی بجائے انگریزی ہندسوں کے ساتھ ساتھ جزو کے لیے الف، ب، ج، د کے ساتھ ساتھ رومی ہندسے i,ii,iii,iv,v اور انگریزی حروف تہجی A,B,C,D بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس چھوٹی سی بات کے مشاہدے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اردو لازمی کی انٹر میڈیٹ کی درسی کتاب اردو سکھانے میں کتنی معاون ثابت ہو رہی ہے۔ طالب علم واقف ہی نہیں کہ اُردو ہندسے کون سے ہیں؟ ہندسوں کی یہ بے ترتیبی، قابل افسوس ہے۔ اپنی قومی زبان کی بجائے غیر ملکی زبان کی پذیرائی اور اجنبی زبانوں کی خوشہ چینی، اس سطح پر لمحۂ فکریہ ہے، ہم اپنی زبان کی کانٹ چھانٹ ایسی درانتی کے ساتھ کر رہے ہیں جس کی دونوں طرف دندانے ہیں۔ کالج میں داخل ہونے والی نئی نسل کے ساتھ انتہائی ظلم ہے۔ تدریس اردو کا اہم مقصد اعلیٰ ثانوی سطح پر ہی فوت ہو جاتا ہے۔

عصری ترقیات و مسائل کے حوالے سے گیارھویں جماعت میں کوئی تحریر شامل نہیں۔ تعلیم، ماحولیات، تعلیم آبادیات، منشیات نیز عصری ترقیات میں کمپیوٹر کے حوالے سے کوئی مضمون شامل نہیں۔ حالانکہ نصاب میں کتاب کے مؤلفین کو واضح ہدایت کی گئی ہے کہ وہ عصری ترقیات کو شامل کتاب کریں۔ بارھویں جماعت میں ایک مضمون ''مواصلات کے جدید ذرائع'' از ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن شامل کیا گیا ہے جس میں ٹیلی فیکس تک کی ایجادات کا ذکر ہے۔

ہر سبق کے آخر میں دی گئی مشقوں میں تخلیقی سوالات تو موجود ہیں مگر اُن سوالات کا تعلق امتحانی پرچہ جات سے بالکل بھی نہیں۔ مثال کے طور پر دونوں جماعتوں کی اکثر مشقوں میں محاورات دیے گئے ہیں جن کو جملوں میں استعمال کرنا ہے۔ محاورات کا مفہوم جاننا اور اُن کا جملوں میں استعمال اردو سکھانے کے عمل میں ایک اچھی کاوش ہے مگر امتحان میں محاورات

سے متعلق کوئی سوال نہیں آتا اس لیے طلبا ان کو یاد کرنے کی زحمت نہیں کرتے اور اکثر اساتذہ بھی ایسے سوالات سے قطع نظر کرتے ہیں۔

نصابی دستاویز کے مطابق کتاب کے مؤلفین کو چاہیے کہ وہ درسی کتاب کے منتخبات میں یہ امر ملحوظِ نظر رکھیں کہ اردو ہماری مذہبی، تاریخی، تہذیبی اور سیاسی زندگی میں نقطۂ اتحاد اور وسیلۂ اظہار رہی ہے، اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گی۔ دونوں جماعتوں کے منتخبات پر نظر ڈالی جائے تو دونوں میں پہلا سبق اسلامی مضامین سے متعلق ہے۔ گویا کتاب کی ابتدا اسلامی موضوع سے کی گئی یہ ایک اچھی کاوش ہے مگر دیگر منتخبات میں اردو کے نقطۂ اتحاد اور وسیلۂ اظہار ہونے کا پتہ نہیں چلتا۔ اس ضمن میں اگر اردو زبان کے حوالے سے ایک مضمون، نثری اسباق میں شامل کر دیا جائے جیسے اردو زبان اور تحریکِ پاکستان یا پھر ہمارے رہنماؤں کے اقوال جو اردو زبان کی حفاظت، بقا و ترویج کے سلسلے میں اہمیت کے حامل ہیں اُن کو درسی کتاب میں شامل کر دیا جائے تو طلبا اُردو زبان کی اہمیت سے بطورِ احسن واقف ہو سکیں گے۔ حالانکہ نصاب میں تدریسِ اردو کے خصوصی مقاصد میں طالب علم میں یہ شعور پیدا کرنا شامل ہے کہ :

"اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کے متعلق ضروری معلومات امر لازم ہے۔"[11]

لیکن اردو لازمی کی کتاب میں نہ تو اردو زبان کی ابتدا کے حوالے سے معلومات فراہم کی گئی ہیں اور نہ ہی اس کے ارتقا کے حوالے سے نظریات شامل ہیں۔ حالانکہ حافظ محمود شیرانی، سید سلیمان ندوی، رام بابو سکسینہ، گریرسن، ڈاکٹر شوکت سبزواری، مولانا نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر مسعود حسین کے اردو زبان کی تاریخ و ارتقا کے حوالے سے نظریات درسی کتاب میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔ نصاب میں اساتذہ کرام کو فرہنگ مرتب کرنے کی ہدایت دی گئی ہے جو کہ گیارھویں اور بارھویں دونوں جماعتوں کی کتاب کے آخر میں موجود ہے مگر وہ طلبا کی ضروریات کے مطابق ناکافی ہے۔ طلبا کو رہنما یا معاون کتب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اگر درسی کتاب سے متعلقہ الفاظ / معنی کے لیے ایک لغت مرتب کر دی جائے جو طلبا کے لیے اردو لازمی کی کتاب کے ساتھ لینی لازمی کر دی جائے تو یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں اگر کتاب کی ضخامت بڑھا بھی دی جائے تو قطعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اعلیٰ ثانوی سطح پر انگریزی کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں تو اپنی قومی زبان کی کتابیں بھی بڑھا دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ انتہائی ضروری ہے تاکہ طلبا سماعت، تحریر اور تقریر ہر ذریعہ سے اردو زبان سیکھ سکیں۔

کتاب کے مؤلفین کے لیے فراہم کردہ ہدایات میں سے سب سے آخری ہدایت درسی کتاب کی خصوصیات پر مبنی ہے کہ درسی کتاب کے موضوعات میں تنوع، ادبیت اور اعلیٰ لسانی خصوصیات موجود ہوں نیز زبان کے عملی استعمال کے مقاصد

بھی پورے ہو رہے ہوں۔ اس ضمن میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اردو زبان کی عملی حیثیت کیا ہے؟ کیا اردو زبان عملاً پاکستان میں نافذ ہو چکی ہے؟ کیا اردو زبان عملی زندگی میں طلبا کے لیے فائدہ مند ہے؟ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک اربابِ اختیار و اقتدار صرف تحریری طور پر کوشاں ہیں کہ پاکستان میں اردو کو قومی زبان ہونے کی حیثیت سے عملاً نافذ کیا جائے مگر برطانوی دور حکومت کی یادگار اور اثرات کے طور پر اردو کی بجائے انگریزی سرکاری اور دفتری زبان بن کر اردو زبان کو آنکھیں دکھا رہی ہیں۔ آزادی کے اکہتر (۷۱) برس گزر جانے کے باوجود بھی اردو سرکاری و دفتری زبان کے طور پر لاگو نہیں ہو سکی۔ نصاب کے عمومی و خصوصی مقاصد کی جامعیت اپنی جگہ سہی مگر درسی کتاب بھی وہ مقاصد پورا کرنے سے قاصر ہے نیز ہمارا امتحانی نظام بھی کافی حد تک ان مقاصد کی تکمیل سے قاصر ہے۔

جہاں تک زبان کے عملی استعمال کا تعلق ہے تو اس ضمن میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ پورے پاکستان میں عام شہری چاہے اُس کا تعلق جس صوبے سے ہو آپس میں بات چیت کے لیے کافی حد تک اُردو کا استعمال کرتا ہے۔ سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں سے لے کر سرکاری دفاتر، عدالتوں، کچہریوں، بینکوں حتیٰ کہ نجی اداروں میں بھی ذریعۂ بات چیت اردو زبان ہی ہے مگر ایک خاص طبقہ اپنی علمیت کا رُعب جھاڑنے کے لیے انگریزی زبان استعمال کرتا ہے بلکہ اب تو میڈیا کے تمام شعبوں پر اردو ملی انگریزی بولی جاتی ہے۔ نیا آنے والا اردو ادب بھی اردو اور انگریزی زبان کا ایک مکسچر ہے۔ نئے دور کے شاعر اور نثر نگار بھی اردو کے ساتھ ساتھ انگریزی الفاظ کا بخوبی استعمال کرتے ہیں۔ قراۃ العین حیدر کی تحریریں، بیگم اختر ریاض الدین کے سفر نامے، مستنصر حسین تارڑ کی تحریریں، عمیرہ احمد کے ناول، انور مسعود کی طنز و مزاح سے بھرپور شاعری غرض یہ کہ ادب کا کوئی گوشہ انگریزی زبان کی ضرب سے محفوظ نہیں اور یہ ضرب اردو زبان کی حیات پر ایسی ضرب ہے جو اس زبان کے حال و مستقبل کو خطرے میں ڈال رہی ہے۔ اس ضمن میں طلبا، اساتذہ، ماہر مضمون، نصابی کمیٹی، وزارتِ تعلیم اور سب سے بڑھ کر حکومت کا فرض ہے کہ وہ اردو کو عملاً نافذ کر کے ملک و ملت کی بقا کو یقینی بنائے۔

نصاب میں کتاب کے مؤلفین کو جو آخری ہدایت دی گئی ہے وہ مشقوں کے حوالے سے ہے کہ مشقیں، امتحانی اعتبار سے نیز عملی اور لسانی لحاظ سے مفید ہوں اور نصاب کے مقاصد پورا کریں۔ گیارھویں اور بارھویں جماعت کی اردو لازمی کی درسی کتاب کی مشقیں ۲۰۰۲ء کے امتحانی اعتبار سے تو شاید مکمل ہوں مگر ۲۰۱۵ء، ۲۰۱۶ء اور ۲۰۱۷ء کے اردو لازمی کے راولپنڈی بورڈ کے پرچہ جات کے لحاظ سے اس میں سوالات شامل نہیں۔ ۲۰۰۲ء سے لے کر ۲۰۱۸ء تک امتحانی پرچہ جات میں کئی تبدیلیاں آئیں۔ کبھی معروضی حصہ بڑھا دیا گیا اور کبھی موضوعی حصہ میں تبدیلی آئی مگر درسی کتاب کی مشقیں ٹس سے مس نہ ہوئیں یعنی شعبۂ نصاب نے ۲۰۰۲ء کے بعد زحمت ہی نہیں کی کہ درسی کتاب کی مشقوں کو امتحانی اعتبار سے

ترتیب دیا جائے۔ سرمایہ اردو گیارھویں اور بارھویں جماعت کی کئی مشقیں نمونہ کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر گیارھویں جماعت کے سبق ''اسوۂ حسنہ'' کی مشق کا سوال نمبر ۱۳ اور ۱۴ امتحان میں شامل نہیں ہے:

۳۔ سبق اُسوۂ حسنہ کو مد نظر رکھ کر کالم الف کے اندراج کا ربط کالم ب سے قائم کریں اور جواب کالم ج میں لکھیں:

کالم الف	کالم ب	کالم ج
سنت	خانہ کعبہ	
محصور	مسجد	
حجرِ اسود	صفہ	
استاد اور معلم	شعب ابی طالب	
واعظ	راستہ	

۴۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب سبق کے متن کے مطابق تحریر کریں جو زیادہ سے زیادہ تین سطور پر مشتمل ہوں۔

i۔ سنتِ نبوی ﷺ سے کیا مراد ہے؟

ii۔ کتاب سے کیا مراد ہے؟

iii۔ خدا کی محبت کا اہل کیسے بنا جاسکتا ہے؟

iv۔ اسلام تمام انسانوں کو کس کی اتباع کی دعوت دیتا ہے؟

v۔ حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ کن کے لیے ہدایات کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے؟

۵۔ درج ذیل اقتباسات کی تشریح سیاق وسباق کے حوالے سے کریں:

گیارھویں جماعت کے دوسرے سبق ''اپنی مدد آپ'' کی مشق کا سوال نمبر ا بھی امتحان میں شامل نہیں ہے۔

مشق

ا۔ ''اپنی مدد آپ'' کو مد نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جواب تحریر کریں جو تین تین سطور سے زیادہ نہ ہوں۔

i۔ وہ کون سا آزمودہ مقولہ ہے جس میں انسانوں اور قوموں کا تجربہ جمع ہے؟

ii۔ سرسید کے خیال میں کون سی قوم ذلیل و بے عزت ہو جاتی ہے؟

iii۔ نیچر کا قاعدہ کیا ہے؟

iv۔ قومی ترقی کن خوبیوں کا مجموعہ ہے؟

v۔ قومی تنزلی کن برائیوں کا مجموعہ ہے؟

vi۔ بیرونی کوشش سے برائیوں کو ختم کرنے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

vii۔ سرسید کی خیال میں اصلی غلام کون ہے؟

viii۔ دُنیا کی معزز قوموں نے کس خوبی کی وجہ سے عزت پائی؟

ix۔ ولیم ڈراگن کے اصول کا مفہوم بیان کیجیے۔

x۔ کون سی خوبی آدمی کو معزز اور قابلِ ادب بناتی ہے؟

تیسرے سبق ''سرسید کے اخلاق و خصائل'' کا سوال نمبر ۲ بھی امتحان میں شامل نہیں۔

۲۔ مختصر جواب دیں۔

i۔ کیا سرسید خطوں کے جواب باقاعدہ دیتے تھے؟

ii۔ کیا سرسید کو مہمانوں کی آمد ناگوار گزرتی تھی؟

iii۔ سرسید کی شخصیت کا نمایاں ترین پہلو کیا تھا؟

iv۔ سرسید راست بازی کو کیا سمجھتے تھے؟

v۔ سرسید کا دوستوں سے برتاؤ کیسا تھا؟

vi۔ سرسید کو کون سا پھل پسند تھا؟

vii۔ سرسید کھانے کے بعد عموماً کیا پیتے تھے؟

viii۔ سرسید نے مطالعے کی عادت کب سے اپنائی؟

ix ۔ سرسید نے خطباتِ احمدیہ کتنی مدت میں لکھی؟

x۔ کون سی بات سرسید کو سب سے زیادہ ناگوار گزرتی تھی؟

سبق نمبر ۴ ''ابوالقاسم زہراوی'' کا سوال نمبر ۲، ۴ بھی شامل نہیں۔

۲۔ مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جواب دیں:

i۔ ابوالقاسم زہراوی کی مشہور تصنیف کا نام کیا ہے؟

ii۔ ڈاکٹر لی کارک نے اس کتاب کا کس زبان میں ترجمہ کیا؟

iii۔ زھراوی کس یونی ورسٹی میں زیرِ تعلیم رہے؟

iv۔ زھراوی کی مشہور تصنیف کن یونی ورسٹیوں میں داخلِ درس رہی؟

v۔ زھراوی کے عہد میں مغرب کی عظیم ترین یونی ورسٹی کون سی تھی؟

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کا مفہوم لکھیں۔

مہارت تامہ، جلیل القدر، چربہ، نادر، عملِ جراحت

۴۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کو اس طرح سے جملوں میں استعمال کریں کہ ان کی تذکیر و تانیث واضح ہو جائے:

تحقیق، علم الجراحت، امراض، ساخت، اکتفا۔

سبق نمبر ۵ ''ادیب کی عزت'' کا سوال نمبر ۲ بھی امتحان میں شامل نہیں۔

۲۔ مختصر جواب لکھیں۔

i۔ قمر صاحب نے اپنے ہنسنے کے بارے میں کیا کہا؟

ii۔ قمر صاحب رئیس کے ہاں کیسے کپڑے پہن کر گئے؟

iii۔ قمر صاحب رئیس کے ہاں جاتے ہوئے کن لوگوں سے ملے؟

iv۔ قمر صاحب نے کارڈ مانگنے پر کیا کہا؟

v۔ قمر صاحب نے انگریزی ادب کے بارے میں کیا کہا؟

vi۔ قمر صاحب نے لکھنے پڑھنے کے کام کو عبادت کیوں کہا؟

vii۔ افسانہ نگار نے اس افسانے کا نام ''ادیب کی عزت'' کیوں رکھا؟

بارھویں جماعت کی ''سرمایہ اردو'' میں چند مشقوں کی مثال ذیل میں دی جا رہی ہے جو امتحانی نقطۂ نگاہ سے پرچہ جات میں شامل نہیں ہے۔ کتاب کا پہلا سبق ''مناقب عمر بن عبدالعزیز'' ہے جس کے پہلے ہی دو سوال امتحان میں شامل نہیں۔

سوالات

۱۔ مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے (جواب تین سطروں سے زیادہ نہ ہو):

الف۔ ''مذہبی حیثیت سے اُن کو 'عمرِ ثانیؒ' کا لقب دیا گیا ہے۔''

ب۔ ''ان کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابلِ قدر ہے، سلاطینِ بنی امیہ کی ناجائز کارروائیوں کا مٹانا تھا۔''

ج۔ ''لوگ نہایت بے باکی سے ان کے اقوال و افعال پر نکتہ چینی کرتے تھے۔''

د۔ ''عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت و سلطنت کا اصلِ اصول مساوات اور جمہوریت تھا۔''

۲۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

خدا لگتی کہنا، دست بردار ہونا، روک ٹوک کرنا،

زبان بند ہونا، نکتہ چینی کرنا، دست و بازو ہونا

دوسرا سبق ''تشکیلِ پاکستان'' ہے جس کی مشق کا سوال نمبر ۵، ۳، ۲، ا سعت ۷ امتحان میں شامل نہیں۔

سوالات

ا۔ مختصر جواب دیجیے:

الف۔ سید احمد بریلویؒ کے مقاصد کیا تھے؟

ب۔ سید احمد بریلویؒ نے کن حالات میں جامِ شہادت نوش کیا؟

ج۔ سر سید احمد خاں نے اپنی قوم کی کیا خدمات سرانجام دیں؟

د۔ اس سبق میں سر سید احمد خاں کے جن رفقا کا ذکر آیا ہے، ان کی کیا کیا خدمات ہیں؟

ہ۔ علامہ اقبالؒ کی تعلیمات کا نچوڑ کیا ہے؟

و۔ قائدِ اعظمؒ نے کن حالات میں قوم کی ڈانواں ڈول کشتی کا پتوار اپنے ہاتھ میں لیا؟

ز۔ پاکستان کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟

ح۔ پاکستان کے مسلمانوں کا نصب العین کیا ہے؟

۲۔ مندرجہ ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:

الف۔ ''مسلمانوں کی مساعی خود مسلمانوں کے ہاتھوں برباد ہو گئیں۔''

ب۔ ''ملک ہاتھوں سے گیا، ملت کی آنکھیں کھل گئیں۔''

ج۔ ''پنجاب کے مسلمان سر سید کی منادی پر اس طرح دوڑے جس طرح پیاسا پانی پر دوڑتا ہے۔''

د۔ ''۱۸۹۸ء میں جب سر سید نے انتقال کیا تو ان کی قوم اپنے خوابِ گراں سے جاگ چکی تھی۔''

ہ۔ ”یہ پہلا موقع تھا جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہندو مسلمانوں کا بطور ایک قوم کے ساتھ چلنا محال ہے اور دونوں قومیں کسی کام میں دل سے شریک نہ ہو سکیں گی۔“

و: ”امیر علی نے اپنی انگریزی تصانیف سے مغربی حلقوں میں اسلام کی وقعت پیدا کی۔“

ز: ”جب تک قوم سیاسی حیثیت سے مضبوط و متحد نہ ہو گی، اس کی ساری روایات اکارت جائیں گی۔“

۳۔ درست بیان کے سامنے ”درست“ اور غلط کے سامنے ”غلط“ لکھیے:

الف۔ مذموم معاشرتی رسموں میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں بہت فرق تھا۔

ب۔ سید احمد بریلویؒ ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔

ج۔ فرائضی تحریک کا مقصد مسلمانوں کی ناگفتہ بہ حالت کی اصلاح اور ان کی امداد تھا۔

د۔ ۱۸۳۷ء میں فارسی زبان عدالتی زبان قرار پائی۔

ہ۔ سرسید نے مسلمانوں کو انڈین نیشنل کانگرس میں شامل ہونے کو ترغیب دی۔

و۔ حالی کی مسدس نے ہندوستانی مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب کی لہر دوڑادی۔

سبق نمبر ۳ ”نواب محسن الملک“ کا سوال نمبر ۳، ۲، ۱۱ اور ۱۴ امتحان میں شامل نہیں۔

سوالات

۱۔ سبق کے متن کو پیش نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالوں کے جواب دیجیے:

الف۔ نواب محسن الملک کو ریاست کے نظم و نسق اور حکومتی معاملات پر کس حد تک عبور حاصل تھا؟

ب۔ نواب محسن الملک ریاستی عوام میں کس حد تک ہر دلعزیز تھے؟

ج۔ نواب محسن الملک کی تحریر کی خصوصیات کیا ہیں؟

د۔ نواب محسن الملک کی تقریر کا انداز کس حد تک دلکش تھا؟

ہ۔ نواب محسن الملک نے بدر الدین طیب جی کو، جو سرسید اور علی گڑھ کالج کے سخت مخالف تھے، اپنا گرویدہ کیسے بنا لیا؟

و۔ نواب محسن الملک کو مطالعے کا شوق کس حد تک تھا اور وہ کس قسم کی کتابیں پڑھتے تھے؟

۲۔ مندرجہ ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں اس طرح استعمال کیجیے کہ ان کا مفہوم واضح ہو جائے:

لوہا ماننا، جوہر کھلنا، ٹوٹ کر گرنا، کہرام مچنا، دل موہ لینا، قلم فرسائی کرنا، منہ سے پھول جھڑنا، درہم برہم ہونا، جادو کا کام کرنا، جان لڑا دینا، داغ بیل ڈالنا۔

۳۔ بعض اوقات بات کی وضاحت کے لیے یا بات میں زور پیدا کرنے کے لیے مثال دی جاتی ہے۔ اسے تمثیلی انداز کہا جاتا ہے جیسے اس سبق میں آئے ہوئے یہ جملے دیکھیے:

الف۔ ان سے چھوا نہیں اور کندن کا ہوا نہیں۔

ب۔ وہ ہر بڑے اور صاحب اقتدار آدمی پر اس طرح ٹوٹ کر گرتے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں۔

ج۔ وہ ان افراد کو جو ان کی یا حکومت کی راہ میں حائل ہیں، دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیں۔

د۔ اس وقت نواب صاحب کی خوش بیانی، فصاحت اور ظرافت جادو کا کام کرتی تھی۔

اب آپ اس نوعیت کے پانچ جملے مزید لکھیے۔

۴۔ اس سبق میں سرسید احمد خاں کے جن جن رفقا کا ذکر آیا، اُن کے ناموں کی فہرست مرتب کریں۔

سبق نمبر ۴ ''محنت پسند خرد مند'' کا پہلا سوال بھی امتحان میں شامل نہیں۔

سوالات

ا۔ مختصر جواب دیجیے:

الف۔ زمانے کے پیراہن پر گناہ کا داغ لگنے سے پہلے لوگ کس طرح کی زندگی بسر کرتے تھے؟

ب۔ جب غرور، خود پسندی اور حسد نے دنیا میں ڈیرے ڈالے تو لوگوں کی طبائع پر کیا اثرات ہوئے؟

ج۔ احتیاج اور افلاس نے حضرتِ انسان پر کیا کیا اثرات ڈالے؟

د۔ محنت پسند خرد مند سے رجوع کرنے کے کیا اسباب ہوئے؟

ہ۔ محنت پسندِ خرد مند کی شکل و شباہت کیسی ہے؟

و۔ زمانے میں ہمت اور تحمل کا عمل دخل ہوا تو اس کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟

ز۔ انسان کو دنیا میں کون سے رویے زیب دیتے ہیں؟

سبق نمبر ۵ ''اکبری کی حماقتیں'' کا سوال نمبر ۴، ۳، ۲، ۱ا اور ۷، ۶ اور ۸ بھی امتحان میں شامل نہیں۔

سوالات

ا۔ مختصر جواب دیجیے:

الف۔ کٹنی نے اکبری کو پھانسنے کے لیے اسے کن کن تبرکات کی زیارت کرائے اور اکبری نے کن دو چیزوں کو پسند کیا؟

ب۔ اکبری نے دو روپے والا ازار بند چار آنے میں خریدا تو محمد عاقل نے اس کی حوصلہ افزائی کیوں کی؟

ج۔ کٹنی نے اکبری سے اس کا سارا زیور کس بہانے سے ہتھیا لیا؟

د۔ کٹنی نے زلفن کو کیا کہہ کر واپس گھر بھیج دیا؟

ہ۔ کٹنی نے اکبری کے علاوہ اور کس کس کو اپنے جال میں پھنسایا؟

و۔ اکبری نے اپنے جہیز کے کپڑوں کا ستیاناس کیسے کیا؟

۲۔ کٹنی نے اکبری کو بھوپال کی بیگم کا جو خود ساختہ واقعہ سنایا، اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۳۔ آپ کے خیال میں اکبری سے کون کون سی حماقتیں سرزد ہوئیں؟

۴۔ بعض لوگوں کو اعتراض ہے کہ مولوی نذیر احمد اپنے ناپسندیدہ کرداروں کے عیب بیان کرتے ہوئے مبالغے سے کام لیتے ہیں۔ آپ کے خیال میں اکبری کی حماقتیں معاشرتی نوعیت کی ہیں یا انھیں بڑھا چڑھا کر بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ اس سبق کا خلاصہ اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۶۔ جاہل اور کمزور ایمان کے لوگ عموماً توہّم پرست ہوتے ہیں۔ سبق میں توہّم پرستی کی چند مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے دو کی نشاندہی کیجیے اور انھیں اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

۷۔ درج ذیل محاورات کے جملے بنائیے۔

ڈھب پر چڑھنا، ریجھ جانا، آہ کھینچنا، لوٹ ہو جانا، چاٹ لگنا، لٹو ہو جانا، ماتھا ٹھنکنا، سر پیٹ لینا، گھر کو خاک سیاہ کر کے چھوڑ دینا، لٹو ہو جانا، اڑا لینا۔

۸۔ درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے:

الف۔ حجّن نے مزاج دار کو باتوں ہی باتوں میں تاڑ لیا کہ یہ عورت جلد ڈھب پر چڑھ جائے گی۔

ب۔ اپنے قد کے برابر ایک کلاوہ مجھ کو ناپ دو، میں تم کو ایک گنڈا بنوا لا دوں گی۔

ج۔ مزاج دار بیٹی بنیں اور حجّن کو ماں بنایا۔

د۔ کہیں کی بہتی بہاتی مہینے بھر سے کرائے پر آ کر رہی تھی۔

ہ۔ حجّن کا سراغ نہ ملا پر نہ ملا۔

و۔ ایک ہی برس میں ہاتھ کان سے ننگی رہ گئی۔

یہ تمام مشقی سوالات ادبی و لسانی اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں جس سے طلبا کی تمام تخلیقی صلاحیتوں کو جِلا ملتی ہے۔ یہ تمام سوالات طلبا کو اردو سیکھنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں مگر یہ تمام سوالات امتحانی پرچے سے نکال دیئے گئے ہیں۔ ان مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں جماعتوں کی کتب مشقوں میں ایسے سوالات کی بھرمار ہے جو امتحانی اعتبار سے تو حذف ہو چکے ہیں مگر درسی کتاب کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اگر ان سوالات کا ختم کرنا ضروری تھا تو اس کی جگہ حصہ قواعد کا اضافہ کر دیا جاتا تاکہ طلبا صحیح معنوں میں اردو زبان سیکھ سکتے۔ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جب تک طلبا محاورات کا جملوں میں استعمال سیکھتے رہے اور نصابی سوالات کے جوابات موضوعاتی طور پر یاد کرتے رہے تب تک طلبا میں اردو لکھنے کی صلاحیت موجود تھی اور طلبا ان سوالات کو لکھنے اور یاد کرنے میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کرتے تھے اور یہ مشق اُن کے امتحانی نتائج میں کامیابی کا تناسب بڑھانے میں انتہائی مددگار ثابت ہوتی رہی مگر جب سے معروضی طرز کے سوالات درسی کتاب اور امتحان میں شامل ہونا شروع ہوئے ہیں طلبا کی تمام تر توجہ معاون کتابوں میں موجود معروضی سوالات پر مرکوز رہتی ہے۔ طلبا درسی مواد کو سمجھنے کی بجائے محض رٹا لگانے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ کتاب کو امتحانی پرچہ جات کے مطابق ترتیب دیا جائے یا پھر مشقوں میں موجود تمام سوالات کو امتحانات میں شامل کیا جائے۔ اسباق سے متعلق معروضی سوالات کی تیاری تو اساتذہ درسی کتاب سے ہی کروا دیتے ہیں مگر تشبیہ، استعارہ، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف، تلمیحات، حروف کا استعمال اور مطابقت کے قاعدے، روداد/مکالمہ/روزنامچہ، تلخیص، درخواست/رسید، مضمون، خط/آپ بیتی، رموزِ اوقاف، امدادی افعال کے لیے معلم کے ساتھ ساتھ طلبا کو بھی معاون کتب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مندرجہ بالا قواعد کے متعلق مختصر تعریفیں اور چند مثالیں مشقوں میں موجود رہیں مگر وہ امتحانی پرچے کے معروضی طرز پر ترتیب دیئے جانے کے باعث امتحانی لحاظ سے ناکافی ہیں۔ اس مقصد کے پیشِ نظر رہنما کتابیں طلبا اور اساتذہ کا سہارا بنتی ہیں۔ طلبا نہ صرف معروضی طرز کے پرچہ جات کی تیاری کے لیے ان کتب کا سہارا لیتے ہیں بلکہ دیگر موضوعی سوالات کی تیاری کے لیے بھی یہی کتب خرید لی جاتی ہیں۔ کتاب خریدنے کے ضمن میں طالب علموں کا پہلا سوال اُستاد سے یہی ہوتا ہے کہ کون سی گائیڈ بک خریدنی ہے؟ بازار میں طرح طرح کی رہنما کتب دستیاب ہیں جن میں آئینہ اُردو، تفہیمِ اردو، رہبر اردو، ترجمانِ ادب، عبیرِ ادب جیسی کتابیں طلبا کے بستوں کی زینت بن چکی ہیں۔ درسی کتب سے طلبا کی عدم دلچسپی، دراصل ان معاون کتب میں اضافہ ہے۔ اگر درسی کتاب کو امتحانی نقطۂ نظر سے ترتیب دیا جائے اور اگر کتاب کی ضخامت میں اس ضمن میں اضافہ کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ درسی کتاب، نصاب کے مطابق تو ترتیب دی گئی ہے مگر تدریسی مقاصد کے حوالے سے اس میں

کمی ہے۔ درجنوں معاون کتب اتنی مہنگی ہیں کہ طلبا کی جیب پر بھی بوجھ ہیں اور ذہن پر بھی۔ دوسری طرف درسی کتب امتحانی نقطۂ نظر سے بھی عدم توازن کا شکار ہیں۔ وزارتِ تعلیم اور شعبۂ نصاب کی اس ضمن میں عدم دلچسپی بلکہ لاپرواہی قابلِ افسوس ہے۔ ۲۰۰۲ء کے نصاب کے بعد نہ نصاب بدلا نہ کتاب لیکن امتحانی پرچہ جات کی بار بار تبدیلی لمحۂ فکریہ ہے۔ گویا ۲۰۰۲ء کے بعد کسی نے درسی کتاب پر توجہ ہی نہیں دی۔ درسی کتب کا خریدنا طالب علم کی مجبوری ہے مگر معاون کتب کی خرید طلبا کے لیے اشد ضروری ہے۔ اگر درسی کتاب طالب علم کے پاس نہ بھی ہو تو صرف معاون کتاب کے سہارے طالب علم امتحان کی تیاری کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

''نئے نصاب کی طرف آیئے تو وہ انتشار جو ابتدائی درجے کی کتابوں میں دکھائی دیتا ہے یہاں بھی پوری قوت سے موج زن ہے۔ میٹرک اور ایف اے کے نصاب کسی حیثیت سے بھی اس قومی شعور کی خبر نہیں دیتے ''کاتا اور لے دوڑی'' کا عمل یہاں بھی چلتا ہے۔ چھاپے خانے چھپائی میں مہینے لگاتے ہیں لیکن درسی کتابیں مرتب کرنے والوں سے ہفتے، عشرے میں کتابوں کی تیاری کی توقع کی جاتی ہے۔ اب اس بھاگ دوڑ میں اگر معیار نہیں رہتا تو نہ سہی، اگر غلطیاں راہ پا جاتی ہیں تو کوئی حرج نہیں اگر ذخیرۂ الفاظ کی مناسب چھان پھٹک، مواد کی ترتیب اور انتخاب کا معیار برقرار نہیں رہتا تو چنداں پرواہ نہیں......ایک مدرس کے نقطۂ نظر سے ہر پڑھے لکھے کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ان کتابوں کی درسی حیثیت کا جائزہ لے اور یہ دیکھے کہ یہ کتابیں کس حد تک اچھی ہیں اور پاکستانی نوجوانوں کی ذہنی تربیت کا انتظام کرتی ہیں؟ اس کا جواب ہمارے اساتذہ کے ذمے ہے۔''[۱۲]

وحید قریشی نے تمام تر ذمہ داری اساتذہ کے سر پر ڈال دی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ نہ تو اربابِ حکومت و نصاب مرتب کنندگان کو اس بات کا اندازہ ہے اور نہ مؤلفینِ کتاب کو اُن مسائل کا اندازہ ہے جن سے طلبا اور اساتذہ کرام کو دورانِ تدریس واسطہ پڑتا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ درسی کتاب کے بغیر نہ تو نصاب کا فائدہ ہے اور نہ اس کے بغیر امتحانی پرچہ جات ترتیب دیئے جا سکتے ہیں۔ دراصل پورے نظامِ تعلیم کا انحصار ایک درسی کتاب پر ہے۔ درسی کتاب اُستاد اور شاگرد کے مابین رابطے کا وسیلہ ہے۔ کمرہ جماعت و تعلیمی ادارے کی تمام تر رونق ایک درسی کتاب کی وجہ سے ہے۔ درسی کتاب اُستاد کے لیے ذریعۂ معاش بھی ہے اور ذریعۂ اظہار بھی۔ فکر و عمل کے تمام مراحل ایک درسی کتاب کے ذریعے طے ہوتے ہیں اس لیے درسی کتاب کی ترتیب و تدوین میں مؤلفین کو سخت محنت کی ضرورت ہے۔ سلیمان اطہر لکھتے ہیں:

''اگرچہ اردو ادب نے اردو زبان کو فروغ دینے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے لیکن پاکستان میں اعلیٰ ثانوی سطح تک اردو تدریس کے لیے دیئے گئے مواد سے صرف ادب کی تحسین، ذخیرہ الفاظ کی وسعت اور معنی تک ہے۔''[۱۳]

دونوں جماعتوں کی درسی کتاب میں حصہ غزل اور حصہ نظم کی طرف آیئے تو اسلامی نظریۂ حیات کے فروغ کے پیش نظر دونوں جماعتوں میں حمد اور نعت شامل کی گئی ہیں۔ یہ انتخاب سراہنے کے لائق ہے۔ سالِ اوّل میں آسان الفاظ و

تراکیب کا انتخاب پیشِ نظر ہے جب کہ سالِ دوم میں قدرے مشکل الفاظ و تراکیب ہیں۔ گویا گیارھویں جماعت میں آسان اور بارھویں میں مشکل الفاظ کا انتخاب ہے۔ تدریج کا اصول پیشِ نظر ہے۔ نظم و غزل کی مشقوں میں حسبِ سابق ایسے سوال شامل ہیں جو ۱۸۔۲۰۱۷ء کے امتحان میں شامل نہیں ہیں۔ خصوصاً نظموں کے مرکزی خیال اور تراکیب کا استعمال پرچے میں شامل نہیں ہے۔ نظموں کے اقتباسات میں مسدس اور قطعہ کی ہئیت پر مشتمل نظمیں بھی شامل ہیں۔ مگر حصہ قواعد میں مخمس، مسدس، قطعہ، مثلث، رُباعی کی تعریفیں شامل نہیں۔ حالاں کہ اس سطح پر طالب علم ان تمام اصنافِ سخن سے آگاہی اردو کی تفہیم کے لیے بے حد ضروری ہے۔ صرف اردو اعلیٰ/اختیاری پڑھنے والے طالب علم کے نصاب میں یہ قواعد شامل کیے گئے ہیں مگر اردو لازمی پڑھنے والا طالب علم ان سے ناواقف ہے۔ طالب علم بہتر طور پر اردو اس لیے نہیں سیکھ سکتے کہ وہ بہتر طور پر اردو قواعد سے آشنا نہیں ہیں۔ نیز املا کے قاعدوں سے بھی طالب علم نابلد ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر ایک طالب علم سے املا کی اغلاط کا سرزد ہونا حیرت کی بات ہے اس کی وجوہات میں سے ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اس سطح پر معلم املا سکھانے کی طرف توجہ نہیں دیتا۔ ثانوی سطح تک الفاظ/معنی چوں کہ درسی مواد میں بھی شامل ہیں اور امتحانی پرچہ جات میں بھی طلبا الفاظ و معنی کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ جتنا لفظ زیادہ لکھا جاتا ہے اور یاد کیا جاتا ہے املا میں بھی بہتری آتی ہے اور تفہیمِ اردو کے مراحل بھی بہ آسانی طے ہوتے ہیں۔ ایک لفظ تفہیم کے کئی مراحل سے گزرتا ہے۔ پہلے بچہ لفظ سُنتا ہے، پھر بولتا ہے جب تعلیم ادارے میں جاتا ہے تو الفاظ اُس کی بصارت سے گزرتے ہیں اور پھر وہ اُن الفاظ کو سیکھنے کے بعد سپردِ قلم کرتا ہے۔ کئی لفظ وہ سُن کر سیکھ لیتا ہے مگر کئی الفاظ اُسے بار بار ازبر کرنے پڑتے ہیں۔ اس ضمن میں اساتذہ کی محنت ضروری ہے کہ وہ املا کی طرف توجہ دیں۔ چاہے الفاظ/معنی امتحانات میں شامل ہوں یا نہ ہوں۔ وہ الفاظ کی مشق لکھوا کر کروائیں اور پھر اُن کے مفہوم، لُغت سے تلاش کروا کے طلبا کو یاد کروائیں اور جماعت کے اندر اُن سے ٹیسٹ لے کر وہ لفظ اُن کو ذہن نشین کروائیں۔ چاہے وہ لفظ تراکیب کی صورت میں ہوں اور چاہے تشبیہ و استعارہ کی صورت میں۔ کیوں کہ لفظ اور معانی یاد کرنے اور سمجھنے سے تدریسِ اردو کے تمام مراحل بہ آسانی طے ہو سکتے ہیں۔

درسی کتاب میں جو مواد شامل کیا جاتا ہے اُس کے انتخاب کے سلسلے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ایسا انتخاب ہو جس کے الفاظ، طالب علم کے لیے نامانوس اور اجنبی نہ ہوں۔ روزمرہ زندگی میں استعمال ہونے والا الفاظ کا استعمال درسی کتاب میں زیادہ ہونا چاہیے۔ عبدالستار صاحب نے اپنے مقالے میں مروجہ الفاظ کی چھان بین کرنے کی رائے پیش کی ہے اُنھوں نے الفاظ شماری کا ذکر کیا۔[۱۱] الفاظ کی درجہ بندی و نبض شناسی اعلیٰ ثانوی سطح پر انتہائی ضروری ہے کیوں کہ عمر کے اس

حصے میں طالب علم شعور کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے اور اس عمر میں ذہن نشین ہونے والے الفاظ تم عمر طلبا کے رفیق ہوتے ہیں۔الفاظ شماری کے ساتھ ساتھ الفاظ سازی بھی بہت ضروری ہے۔

تراجم کے ذریعے دنیا بھر کا علم اپنی زبان میں منتقل کیا جا سکتا ہے۔انگریزوں نے برصغیر پر حکومت کرنے کے لیے تراجم کا سہارا لیا۔ مختلف علوم و فنون پر مشتمل کتابیں جو فارسی میں لکھی گئیں تھیں ہندوستانی زبان میں ترجمہ کروائیں۔زبان کسی بھی سرزمین پر حکومت کرنے کا یا اپنے دائرۂ کار کو بڑھانے کے لیے کسی بھی قوم کی زبان سیکھنا از حد ضروری ہے۔آج چینی طالب علم، پاکستان کی قومی زبان اردو سیکھنے کے لیے پاکستانی یونی ورسٹیوں میں داخلہ لے رہے ہیں تاکہ اپنی معیشت کا دائرۂ کار پاکستان اور دیگر ممالک میں پھیلا سکیں۔ پاکستان کا تعلیمی نظام اس لیے ابتر ہے کہ اب تک کسی نے بائیو، فزکس اور کیمسٹری کو اپنی قومی زبان میں سیکھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔

سالِ اوّل اور سالِ دوم کی منظومات اور غزلیات میں جدید شعرا کی کمی نظر آتی ہے۔ مقفیٰ و مردف منظومات کے ساتھ ساتھ آزاد نظم کا شامل کرنا بے حد ضروری تھا اگر کتاب کو ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دیا جاتا تو یہ کمی کافی حد تک دُور ہو جاتی۔امجد اسلام امجد، احمد فراز، میراجی، ن۔م۔راشد، مجید امجد، منیر نیازی، شکیب جلالی اور کئی نام ایسے ہیں جن کو شامل کرنا ضروری ہے۔ خصوصاً جن شعرا نے آزاد نظم کی ہیئت کے حوالے سے نئے تجربات کیے اُن کی شمولیت بھی ضروری ہے۔

اُردو لازمی کے نصاب میں خواتین شعرا کو بالکل شامل نہیں کیا گیا البتہ ایک سبق ''ہوائی'' از بیگم اختر ریاض الدین، بارھویں جماعت کی کتاب میں نظر آتا ہے اور گیارھویں جماعت کی کتاب میں ہاجرہ مسرور کا ایک افسانہ ''چراغ کی لو'' نظر آتا ہے۔خواتین ادبا و شعرا بھی ادبِ لطیف کا ایک نمایاں حصہ ہیں اس لیے اُن کی شمولیت از حد ضروری ہے۔

سالِ اوّل کی درسی کتاب کے حصہ غزل کی مشقوں میں بھی وہ مختصر سوال دیے گئے ہیں جو امتحانی پرچہ جات میں نہیں دیئے جاتے۔مثال کے طور پر گیارھویں جماعت میں شامل خواجہ حیدر علی آتش کی غزلیات کی مشق کے سوال نمبر ۳،۵ اور ۶ ملاحظہ ہوں:

۳۔ مختصر جواب دیں:

i۔ آتش کی وجہ شہرت کیا ہے؟

ii۔ آتش کی دوسری غزل کے قافیے ترتیب وار لکھیں۔

iii۔ دوسری غزل کے مقطع کو پیش نظر رکھ کر بتائیں کہ آتش اپنی قسمت کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟

iv۔ اس غزل کے مطلع میں آتش نے کیا آرزو کی ہے؟

س ۵۔ مندرجہ ذیل الفاظ و تراکیب کی وضاحت کریں۔

مسافر نواز، زبانِ غیر، ہوائے دورِ مئے خوش گوار، گل مراد، بدرقہ

س ۶۔ آتش کی کوئی اور غزل لکھیں اور اس کا مطلع اور مقطع لکھنے کے بعد اس کے قافیے اور ردیف ترتیب وار لکھیں۔

حصہ نظم میں بھی تراکیب کے مفہوم لکھنا اور مختصر جوابات کے سوال مشقوں میں شامل کیے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام سوالات کے جواب وضاحتی اور بیانیہ انداز میں ہیں مگر اب یہ حصہ امتحانات سے خارج کر دیا گیا ہے یعنی پرچہ جات کا نمونہ بدل دیا گیا ہے۔ زبان و ادب سے متعلق سوالات کو معروضی انداز میں ڈھال دینا، اردو زبان سیکھنے میں خلل انداز ہے۔ مندرجہ بالا سوالات کے جواب لکھنے میں طلبہ وضاحتی انداز میں جملے لکھتے ہیں اور اسی طرز پر امتحانی پرچے کی تیاری کرتے ہیں۔ اب اردو لازمی کا امتحان دینے کے لیے وہ کئی سوالات کی تیاری معروضی طرز پر کرتے ہیں۔ چنانچہ درسی کتب، تدریسِ اردو کے مقاصد پورے نہیں کر رہی اس لیے ان میں بھی ترمیم اردو زبان کی ترویج کے لیے ضروری ہے۔ سالِ اوّل میں جو حصہ قواعد شامل کیا گیا ہے اُس میں تشبیہ، استعارہ، تلمیح، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف کی تعریف اور مثالیں، تذکیر و تانیث غیر حقیقی، روداد/ مکالمہ/ روزنامچہ/ درخواست/ رسید اور تلخیص شامل ہیں۔ سالِ دوم کے قواعد میں مختلف حروف کا استعمال، فاعل/ مفعول کے ساتھ فعل کی مطابقت، رموزِ اوقاف، مصادر بطور امدادی افعال، خط/ آپ بیتی اور مضمون شامل ہیں۔ مندرجہ بالا قواعد کی تعریف اور مثالیں مختصراً کتاب کی مشق میں دی گئی ہیں۔ مگر تفصیلاً سمجھنے کے لیے کسی رہنما/ گائیڈ بک کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ طلبہ اور اساتذہ دونوں سہل پسندی میں مبتلا ہیں۔ قواعد کے لیے طلبا و اساتذہ دونوں لائبریری کا رخ نہیں کرتے بلکہ دھڑا دھڑ طبع ہونے والی معاون کتب سے مدد لیتے ہیں۔ سالہا سال سے ایک ہی نصاب چلانے اور اس میں گزرتے وقت کے ساتھ تبدیلی نہ کرنے سے ایک طرف تو ہیلپنگ بک مافیہا کی طلب آسمان سے باتیں کرتی ہے اور ان پبلشرز کی کمائی ہوتی ہے اور دوسری طرف اُستاد اور طالب علم دونوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے کیوں کہ وہ کتاب خوانی کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ امتحانی پرچہ جات کے نمونے کی وضاحت بھی درسی کتاب میں کہیں موجود نہیں۔ نہ نصاب اور نہ ہی درسی کتاب سے پیپر پیٹرن کا پتہ چلتا ہے بلکہ یہ بورڈ کے حکامِ اعلیٰ کی اپنی پالیسی ہوتی ہے کہ وہ جب چاہیں پیپر پیٹرن بدل دیں۔ ان پرچہ جات کے نمونے/ طرز اور معروضی سوالات حتیٰ کہ امتحانی پرچہ جات کے سوالات کے تمام جوابات کے لیے گائیڈ بک کا سہارا لیا جاتا ہے اور یہ کتابیں کوئی بھی شخص اپنا کاروبار چمکانے کے لیے ضرورت مند یا اپنے من

پسند افراد سے لکھوا کر چھپوا سکتا ہے۔ طلبا اور اساتذہ بھی گائیڈ بک کی دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں اور تدریسِ اردو کے مقاصد ہوا ہو جاتے ہیں۔

صوبہ پنجاب کی اردو لازمی کی کتاب میں اردو زبان و ادب کی تاریخ و ارتقا کے حوالے سے کوئی مضمون شامل نہیں کیا گیا۔ مقامِ حیرت ہے کہ کتاب کا نام ''سرمایۂ اردو'' ہو اور اُس میں اردو کا اصل سرمایہ ہی شامل نہ کیا گیا ہو۔ اردو لازمی کی کتاب کو اگر تدریس اردو کے مقاصد پورا کرنے کے لیے ترتیب دینا ہے تو سب سے پہلے اسلامی مضمون اور نظریۂ پاکستان کے حوالے سے سبق شامل کرنے کے بعد لفظ اردو کے مفاہیم اور اس زبان کے مختلف نام اور نام اردو تک پہنچنے کے مراحل کے حوالے سے مضامین شامل کیے جائیں۔ اس میں اردو کے ابتدائی نقوش بھی شامل کرنے ہوں گے، ''دکنی دور سے دورِ حاضر تک کا اردو زبان کا سفر'' کے حوالے سے مضامین شامل کرنے ہوں گے۔ اصنافِ نظم و نثر کی تعریف اور ارتقا کا بھی ایک مضمون شامل کرنا ضروری ہے۔ نیز اردو زبان کے تحفظ کے لیے ہمارے آباؤ اجداد کی خدمات کے حوالے سے بھی اسباق شامل کیے جائیں۔ مقالہ نگار کی سروے رپورٹ میں اساتذہ اور ماہرین مضمون میں سے اکثریت نے اردو لازمی کی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح انٹرمیڈیٹ) کے مواد کو تدریسِ اردو کے حوالے سے ناکافی قرار دیا ہے اور رائے دی ہے کہ درسی کتب میں اصلاح کی گنجائش بھی موجود ہے نیز ترمیم و تبدیلی سے تدریسِ اردو کے مراحل بآسانی طے ہو سکتے ہیں۔ کتب میں قدیم ادب زیادہ ہے اور جدید ادب کم ہے۔ درسی کتب کا جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا اشد ضروری ہے۔ حصہ نظم و غزل میں قدیم و کلاسیک شعرا کے ساتھ جدید شعرا اور خواتین شعرا کا کلام بھی اپنی درسی کتاب سے پڑھ کر حظ اُٹھا سکیں۔ کتاب کا خاکہ یوں بن سکتا ہے:

حصہ نثر

۱۔ اسوۂ حسنہ/مشاہیر (اسلامی)
۲۔ نظریۂ پاکستان کے حوالے مضمون (اسلام اور اردو کے لیے قائدِ اعظم اور ماہرین کی خدمات)
۳۔ لفظ ''اردو'' تک پہنچنے کا قومی زبان کا سفر
۴۔ تاریخ ادبِ اردو ــــ ابتدا تا دورِ حاضر (مختصر جائزہ)
۵۔ اصنافِ نثر و نظم
۶۔ بابائے اردو مولوی عبدالحق

۷۔ تراجم کی اہمیت (اس میں عملی طور پر کسی مضمون کا ترجمہ کروایا جائے جو کسی بین الاقوامی زبان میں ہو انگریزی، چینی، عربی کسی بھی زبان کا مضمون ہو) کسی سائنسی مضمون کا ترجمہ بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ علاقائی زبانوں کی اہمیت

۹۔ پاکستانی ثقافت

۱۰۔ صحافت کی اہمیت/کالم نگاری

۱۱۔ قواعد و املا کی مختلف کتب

حصہ نظم

۱۔ حمد۔ مولانا ظفر علی خان، امیر مینائی کے علاوہ مُلّا وجہی کی حمد شامل کر دی جائے۔

۲۔ نعت۔ نعت بھی قدیم ادبی سرمایہ سے لے جا سکتی ہے۔

۳۔ مسدس۔ ہیئت کی ایک نظم (مرثیہ بھی شامل کی جا سکتا ہے)۔

۴۔ مخمس۔ ہیئت کی ایک نظم

۵۔ مثنوی

۶۔ علامہ اقبال (خصوصی طور پر بطور قومی شاعری شامل کیا جائے)

۷۔ مزاحیہ شاعری

۸۔ بلوچی، سندھی، پشتو شاعری سے ترجمہ شامل کیا جائے۔

۹۔ غیر ملکی زبان سے بھی ترجمہ شدہ شاعری شامل کی جائے۔ (انگریزی، عربی، چینی، روسی کوئی زبان بھی ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ قطعہ/رُباعی

۱۱۔ خواتین شعرا کی منظومات

حصہ غزل

۱۔ علامہ اقبال (خصوصی طور پر بطور قومی شاعری شامل کیا جائے)

۲۔ دکنی دور کے شعرا کی غزلیات (تاکہ طلبہ اردو کی ابتدائی شکل سے آگاہ ہو سکیں)

۳۔ ولی دکنی

۴۔ میر تقی میر

۵۔ خواجہ میر درد

۶۔ آتش

۷۔ داغ

۸۔ مومن

۹۔ حسرت

۱۰۔ فیض احمد فیض

سالِ اوّل میں جو عنوانات حصہ نثر میں دیئے گئے ہیں سالِ دوم میں اُسی تسلسل سے عنوانات رکھے جائیں۔

حصہ نظم میں بھی تدریج کے تقاضوں کو پیشِ نظر رکھا جائے یعنی نمبر ا سے ابتدائی دور کے شاعر شامل کیے جائیں اور اسی طرح ادوار کی ترتیب سے منظومات و غزلیات شامل کی جائیں۔ یعنی گیارھویں جماعت سے قدیم ادب شروع کیا جائے اور بارھویں جماعت کی فہرست میں دورِ جدید یعنی دورِ حاضر تک کے ادباء و شعرا بشمول خواتین ادباء و شعرا شامل کیے جائیں۔ اس ترتیب سے ایک طرف کو طلبہ بہ آسانی تاریخ ادب اردو سے واقفیت حاصل کریں گے۔ دوسرا تدریسِ اردو کے مقاصد بہ آسانی پورے ہوں گے۔

درسی کتب کے مواد سے متعلق مؤلفین کتب ایک لغت ترتیب دیں جو اردو لازمی کی طرح خریدنی اور پڑھنے لازمی ہو۔ اسی طرح ٹیکسٹ بک بورڈ کی طرف سے امتحانی پرچہ جات کے مکمل نمونے بھی فراہم کیے جائیں اور انھی نمونوں کو امتحانی بورڈ کی طرف بھی ارسال کیا جائے جس کے مطابق اراکین پرچہ ترتیب دینے کے پابند ہوں۔ یعنی امتحانی طریقہ کار کے ساتھ، نصاب کا جُڑنا بے حد ضروری ہے کیوں کہ امتحانی طریقہ کار اور نصاب میں فاصلہ بہت دُوری کا ہے۔ نصابی کمیٹی کے اراکین اردو زبان کے پرچے میں سے معروضی حصہ نکال کر قواعد و املا سے متعلق سوالات شامل کریں اور امتحانی بورڈ کے حکامِ اعلیٰ کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ پرچے ترتیب دیتے وقت تدریسِ اردو کے مقاصد کو پیشِ نظر رکھیں۔ اگر ان تبدیلیوں کے مطابق اردو کی کتب اور امتحانی پرچہ جات ترتیب دیئے جائیں تو تدریسِ اردو کے مقاصد کافی حد تک پورے ہو سکتے ہیں و گرنہ موجودہ درسی کتاب اردو لازمی (۱۸۔۲۰۱۷ء) تدریسِ اردو کے مقاصد پورا کرنے سے قاصر نظر آتی ہے۔

خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ اعلیٰ ثانوی سطح کی کتب اردو (لازمی) کا تنقیدی جائزہ

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور ۱۸۔۲۰۱۷ء کی طبع شدہ کتاب کا جائزہ لینے کے بعد جب خیبر پختونخوا ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کی ۱۹۔۲۰۱۸ء کی طبع شدہ کتاب کا سرسری جائزہ لیا گیا تو ایک خوش گوار تاثر یہ اُبھرا کہ یہ کتاب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ کتاب کی جلد، صفحات کی ترتیب و تنظیم، شعرا و ادبا کا خصوصی تعارف، انتخاب مشمولات، حاصلاتِ تعلم کا اندراج اور مقاصدِ تدریس مؤلفینِ کتب کی خوش ذوقی اور علمی لیاقت و استعداد کا مُنہ بولتا ثبوت ہے۔ پنجاب جیسے صوبے میں جہاں خواندہ افراد کی تعداد زیادہ ہے۔ شرحِ تعلیم بھی دیگر صوبوں سے بڑھ کر ہے نیز معاشی، معاشرتی اور ثقافتی سطح پر قدرے مضبوط ہونے کے باوجود پرانا نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔ یہ بات مقالے میں بارہا بیان کی جا چکی ہے کہ نصاب اور درسی کتاب ہی ہر شعبے میں ترقی کا زینہ ہیں۔ اس لیے وزارتِ تعلیم اور اربابِ اقتدار و اختیار کی نصاب نہ بدلنے کی حکمتِ عملی، سمجھ کے دائرۂ کار سے باہر ہے۔ بہر حال نصاب کی تبدیلی اشد ضروری ہے۔

قومی نصاب برائے اردو لازمی ۲۰۰۶ء

گیارھویں و بارھویں جماعت کے عنوانات کے لیے مآخذ/ مصنفین کی تفصیل قومی نصاب برائے اردو لازمی ۲۰۰۶ء میں اس طرح دی گئی ہے:

عنوانات کے لیے مآخذ/ مصنفین۔ اُردو (لازمی) گیارھویں جماعت

[مندرجہ ذیل مصنفین کی تحریروں سے مناسب انتخاب کیے جائیں جس میں یہ نکتہ پیشِ نظر رہے کہ ادب کے ذریعے زبان کی تدریس مقصود ہے۔ اسباق/ نظموں کے موضوعات ادبی ہوں۔ ہر سبق/ نظم کے شروع میں ادیب/ شاعر کا مختصر تعارف درج کیا جائے۔ ہر سبق/ نظم کے آخر میں سبق/ نظم سے متعلق سوالات/ مشقیں شامل کی جائیں۔ ان میں کم از کم پانچ سوال معروضی نوعیت کے ہوں]

- حصہ نثر

۱۔ مضامین

i۔ سر سید احمد خان

ii۔ مولوی ذکاء اللہ

iii۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

iv۔ ڈاکٹر سید عبداللہ

v۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی

vi۔ پاپولیشن پلاننگ پر ایک جامع مضمون (اگر پہلے سے لکھا ہوا مضمون نہ ملے تو نیا مضمون لکھا/لکھوایا جائے)

(ان مصنفین کا ایک ایک مضمون منتخب کیا جائے۔ مضمون ادبی موضوع پر ہو جس میں یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ ادب کے ذریعے زبان کی تدریس مقصود ہے)

۲۔ ناول

i۔ رتن ناتھ سرشار (''فسانہ آزاد سے اقتباس)

ii۔ خدیجہ مستور (''آنگن'' سے اقتباس)

(ان ناول نگاروں کے ناولوں میں سے موزوں طوالت یعنی کم از کم چار صفحات کا ایک ایک اقتباس جو معنوی حوالے سے مکمل ہو، شامل کیا جائے۔ اقتباس سے پہلے ناول کی تلخیص شامل کر دی جائے جو اگرچہ نصاب کا حصہ نہیں ہو گی لیکن طلبا کو سیاق و سباق سمجھنے میں آسانی ہو گی)

۳۔ ڈرامہ

i۔ آغا حشر کاشمیری

ii۔ خواجہ معین الدین

(ان ڈراما نگاروں کا ایک ایک ڈراما شامل کیا جائے۔ کوشش کی جائے کہ ڈراما مختصر ہو۔ ایسا ڈراما دستیاب نہ ہو تو کسی طویل ڈرامے میں سے کم از کم پانچ صفحات کا ایسا اقتباس لیا جائے جو معنوی طور پر مکمل ہو)

۴۔ سفر نامہ

i۔ ابنِ انشاء

ii۔ جمیل الدین عالی

(ان سفر نامہ نگاروں کے سفر ناموں سے مناسب طوالت یعنی کم از کم چار صفحات کا اقتباس شامل کیا جائے۔ اقتباس ایسا ہو جس میں معنوی حوالے سے تکمیل ہوتی ہو)

۵۔ مکاتیب

i۔ مرزا غالب

ii۔ علامہ اقبال

(ان اکابرین کے دو دو خطوط شامل کیے جائیں۔ انتخاب کرتے ہوئے طلبا کی ذہنی استعداد، عمومی دلچسپی اور تربیتی پہلو کا خیال رکھا جائے)

۶۔ پاکستانی ادب

i۔ کسی صوفی شاعر کے کلام کا اردو ترجمہ

ii۔ کوئی ایک پاکستانی لوک کہانی (اخلاقی موضوع پر)

- حصہ نظم

۱۔ حمد/نعت

i۔ حمد (ماہر القادری) (ایک)

ii۔ نعت (محسن کاکوروی) (ایک)

۲۔ غزل

i۔ میر تقی میر

ii۔ میر درد

iii۔ مصحفی

iv۔ مرزا غالب

v۔ داغ

(میر اور غالب کی دو دو اور درد، مصحفی، داغ کی ایک ایک غزل شامل کی جائے۔ غزلوں کے انتخاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ طلبا نے اشعار کی تشریح کرنا ہے اور ایک شعر پر کم از کم پون صفحہ لکھنا ہے۔ اس لیے ایسی غزلوں کا انتخاب کیا جائے جن کی تشریح ہو سکتی ہو۔ احساساتی، کیفیاتی اور تاثراتی اشعار منتخب نہ کیے جائیں)

۳۔ نظم

i۔ نظیر اکبر آبادی

ii۔ میر حسن

iii۔ میر انیس

iv۔ مرزا دبیر

v۔ حالی

vi۔ اکبر الہ آبادی

vii۔ حفیظ جالندھری

(ہر نظم گو کی ایک ایک نظم/اقتباس شامل کی جائے)

۴۔ مزاحیہ نظمیں

i۔ سید محمد جعفری

ii۔ سید ضمیر جعفری

iii۔ مرزا محمود سرحدی

(ہر مزاح گو کی ایک ایک نظم شامل کی جائے)

- **قواعد و انشا**

i۔ مرکب مصادر کو بطور معاون افعال استعمال کرنا

ii۔ متعلق فعل کی تعریف و استعمال سے آگاہی

iii۔ علم بیان، بدیع اور صنعتوں کی تعریف

iv۔ صنائع بدائع کے لحاظ سے غلط فقرات کی درستی

v۔ اصناف سخن کی تعریف اور پہچان

vi۔ اشتقاق، مشتقات، وصفی اور لغوی معنی، مجازی معنی، سلینگ، بول چال اور اصطلاحی معنوں کے حوالے سے لغت کا استعمال

vii۔ روداد/مکالمہ

viii۔ درخواست/خط

ix۔ تلخیص

عنوات کے لیے مآخذ/مصنفین۔اُردو(لازمی) بارھویں جماعت

[مندرجہ ذیل مصنفین کی تحریروں سے مناسب انتخاب کیے جائیں جس میں یہ نکتہ پیش نظر رہے کہ ادب کے ذریعے زبان کی تدریس مقصود ہے۔اسباق/نظموں کے موضوعات ادبی ہوں۔ہر سبق/نظم کے شروع میں ادیب/شاعر کا مختصر تعارف درج کیا جائے۔ہر سبق/نظم کے آخر میں سبق/نظم سے متعلق سوالات/مشقیں شامل کی جائیں۔ان میں کم از کم پانچ معروضی نوعیت کے ہوں]

- حصہ نثر

۱۔ مضامین

i۔ محمد حسین آزاد

ii۔ شبلی نعمانی

iii۔ مہدی افادی

iv۔ مولانا صلاح الدین احمد

v۔ خواجہ حسن نظامی

vi۔ ڈاکٹر وزیر آغا

(ادبی موضوعات پر ان مصنفین کا ایک ایک مضمون منتخب کیا جائے۔مضمون طویل نہ ہو)

۲۔ افسانہ

i۔ سعادت حسن منٹو

ii۔ غلام عباس

iii۔ احمد ندیم قاسمی

iv۔ شوکت صدیقی

v۔ اشفاق احمد

vi۔ الطاف فاطمہ

(ان افسانہ نگاروں کا ایک ایک افسانہ شامل کیا جائے۔ انتخاب میں طلبہ کی ذہنی استعداد اور اخلاقیات کے ساتھ طوالت کا بھی خیال رکھا جائے۔)

۳۔ شخصیت نگاری

i۔ فرحت اللہ بیگ

ii۔ چراغ حسن حسرت

iii۔ فارغ بخاری

(ان خاکہ نگاروں کا ایک ایک خاکہ شامل کیا جائے)

۴۔ طنز و مزاح

i۔ پطرس بخاری

ii۔ مشتاق احمد یوسفی

- حصہ نظم

۱۔ غزل

i۔ اقبال

ii۔ فیض

iii۔ احمد ندیم قاسمی

iv۔ ناصر کاظمی

v۔ شکیب جلالی

vi۔ احمد فراز

vii۔ ظفر اقبال

viii۔ شہزاد احمد

(ہر شاعر کی ایک ایک غزل شامل کی جائے۔ انتخاب میں اس بات کا خیال رکھا جائے کہ طالب علم نے شعر کی تشریح لکھنا ہے، اس کے پاس اتنا مواد ہونا چاہیے کہ وہ ایک شعر کی تشریح کم از کم ایک صفحہ میں کر سکے۔ اس لیے ایسی غزلوں کا انتخاب کیا جائے جن میں تشریحی مواد ہو۔ تاثراتی، کیفیاتی یا احساساتی اشعار منتخب نہ کیے جائیں)

۳۔ نظم

i۔ اقبال

ii۔ اختر شیرانی

iii۔ جوش ملیح آبادی

iv۔ میراجی

v۔ ن۔م۔راشد

vi۔ مجید امجد

vii۔ منیر نیازی

viii۔ وزیر آغا

[اقبال کی ایک طویل نظم (مکمل) اور دیگر شعرا کی ایک ایک نظم منتخب کی جائے]

- **قواعد وانشا**

i۔ عبارت میں معاون فعل کی تلاش

ii۔ افعال کے حوالے سے متعلق فعل کو عبارت میں تلاش کرنا

iii۔ اشعار میں صنائع بدائع کی پہچان

iv۔ مرکب جملوں کا درست استعمال

v۔ آپ بیتی

vi۔ رموزِ اوقاف

vii۔ مضمون[۱۵]

خیبر پختونخوا کی گیارھویں جماعت کی کتاب

خیبر پختونخوا کی گیارھویں جماعت میں حاصلات تعلم اور اسباق، منظومات اور غزلیات کی تفصیل درج ذیل ہے:

حاصلاتِ تعلم

تدریسِ اردو کے ذریعے طلبا اس قابل ہو سکیں گے کہ:

- اردو زبان شناسی پر مکمل عبور حاصل کر سکیں۔

- اصنافِ سخن کی تعریف کر سکیں اور انھیں پہچان کر استحسان کر سکیں۔
- مکمل علمِ بیان، علمِ بدیع اور صنعتوں کی تعریف کر سکیں۔
- زبان، احساسات، جذبات، خیالات اور تصورات کے حوالے سے کی گئی گفتگو کا مکمل ادراک کر سکیں۔
- اردو میں اپنا مافی الضمیر پورے سیاق و سباق کے ساتھ بول چال، گفتگو اور تقریر کے ذریعے سمجھا سکیں۔
- عملی زندگی میں سماجی ضرورتوں کے تحت اردو کو مہارت سے استعمال کر سکیں۔
- اردو نظم و نثر کی صورت میں موجود ادب پارے، صحافت، دفتری و عدالتی ضروریات، جدید علمی اور تکنیکی تحریروں کو پڑھ کر ان کا پورا فہم حاصل کر سکیں۔ ان کا استحسان کر سکیں اور ان پر تنقیدی رائے دے سکیں۔
- روزمرہ زندگی کے مسائل کے حوالے سے غیر رسمی خطوط لکھ سکیں۔ داخلہ فارم، شناختی کارڈ فارم اور دیگر فارم وغیرہ پُر کر سکیں۔
- کسی ادبی، علمی، صحافتی موضوع پر اپنے وسیع تر مطالعہ، تجربے اور مشاہدے کی روشنی میں استدلال، درست تلفظ اور عمدہ لب و لہجے کے ساتھ کم از کم پانچ منٹ تک تقریر کر سکیں۔

فہرست

حصہ نثر

شمار	عنوان	مصنف	صفحہ
۱	اپنی مدد آپ	سرسید احمد خان	۱
۲	جھوٹے آدمی	مولوی ذکاءاللہ	۱۱
۳	نظریۂ پاکستان	ڈاکٹر غلام مصطفی خاں	۱۶
۴	پاکستانی قومیت کا مسئلہ	ڈاکٹر سید عبداللہ	۲۳
۵	کچھ ادب کے بارے میں	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۳۰
۶	لمحۂ فکریہ	مشتاق صدیقی	۳۷
۷	داروغہ جی کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں	رتن ناتھ سرشار	۴۲
۸	آنگن	خدیجہ مستور	۵۴
۹	خوب صورت بلا	آغا حشر کاشمیری	۶۳
۱۰	تعلیمِ بالغاں	خواجہ معین الدین	۷۴
۱۱	شیراز اور کنار آب رکنا باد وغیرہ	ابن انشا	۸۵
۱۲	روم۔ زندہ شہر، مردہ شہر	جمیل الدین عالی	۹۵
۱۳	لالچی وزیر (ترجمہ)	بشیر احمد بلوچ	۱۰۱
۱۴	مکاتیب	(الف) مرزا غالبؔ	۱۰۵
۱۵		(ب) علامہ اقبالؒ	۱۰۸

حصہ نظم

شمار	عنوان	شاعر	صفحہ
۱	حمد	ماہر القادری	۱۱۵
۲	نعت	محسن کاکوروی	۱۱۸
۳	شہر آشوب	نظیر اکبر آبادی	۱۲۱
۴	شہزادے کا چھت پر سونا اور.....(مثنوی)	میر حسنؔ	۱۲۵
۵	دُرِ مراد (مرثیہ	میر انیسؔ	۱۲۸
۶	دُرِ فرس پہ علیؑ اکبر کا خطاب (مرثیہ)	مرزا دبیرؔ	۱۳۲
۷	اُمید (مسدس)	الطاف حسین حالیؔ	۱۳۵
۸	نصیحت اخلاقی	اکبرؔ الہ آبادی	۱۴۰
۹	جلوۂ سحر	حفیظؔ جالندھری	۱۴۳
۱۰	پرانا کوٹ	سید محمد جعفریؔ	۱۴۷
۱۱	یہ سڑکیں	سید ضمیرؔ جعفری	۱۵۱
۱۲	قطعات	مرزا محمود سرحدی	۱۵۴
۱۳	اخلاص	عبدالرحمٰن بابا/مترجم طٰہ خان	۱۵۷

حصہ غزل

شمار				
۱	*	فقیرانہ آئے صدا کر چلے	میر تقی میرؔ	۱۶۱
		پیری میں کیا جوانی کے موسم کو رویئے		۱۶۲
۲	*	قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا	خواجہ میر دردؔ	۱۶۶
۳	*	ناگہ چمن میں جب وہ گل اندام آگیا	غلام ہمدانی مصحفیؔ	۱۶۸
۴	*	دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں میں	مرزا غالبؔ	۱۷۲
	*	ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے		۱۷۳
۵	*	آئینہ اپنی نظر نظر سے نہ جدا ہونے دو	داغؔ دہلوی	۱۷۶
		فرہنگ		۱۷۸

خیبر پختونخوا کی اردو لازمی (گیارھویں جماعت) کی کتاب میں اسباق کے انتخاب میں قدیم سے جدید کا سفر نظر آتا ہے۔ صوبہ پنجاب کی اردو لازمی کے مشمولات کا تجربہ کرنے کے بعد، خیبر پختون خوا کے درسی مواد میں مولوی ذکا اللہ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، مشتاق یوسفی، خواجہ معین الدین، ابن انشا اور جمیل الدین عالی جیسے ناقدین اور ادبا کی شمولیت طلبا کے لیے زیادہ معلومات افزا ہے۔

ڈاکٹر سید عبداللہ کا کوئی مضمون بحیثیت ناقد صوبہ پنجاب کے نصاب میں شامل نہیں ہے۔ رتن ناتھ سرشار اور آغا حشر کاشمیری کو آج تک صرف اردو اختیاری کے مضمون میں شامل کیا جاتا رہا مگر اردو لازمی کی کتاب میں ان کی تحریروں کو شامل کرنا، طلبا کو ادبی تحریروں کے اسلوب سے آگاہ کرنے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

ایک بلوچی کہانی ''لالچی وزیر'' بھی اس نصاب میں شامل ہے اگر ہر صوبے کی اردو لازمی کی کتاب میں چاروں صوبوں کی علاقائی لوک کہانیاں شامل کر دی جائیں تو طلبا کے لیے دلچسپی پیدا ہوگی۔ کہانی کا اصل متن جو بلوچی، سندھی، پنجابی اور پشتو زبان میں ہو اُس کو شامل کر دیا جائے اور ساتھ ترجمہ اور الفاظ/معانی بھی دے دیئے جائیں تو طلبا اردو زبان کے ساتھ اپنی دیگر صوبائی زبانوں سے بھی واقف ہوں گے اور ایک ملی وحدت اور قومیت کا تاثر بھی طلبا کے ذہن میں پیدا ہوگا۔ ایسے موضوعات، صوبائی زبانوں کے شامل کیے جائیں جن سے پاکستانیت نمایاں ہو۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

> ''تعلیمی نصاب سے علاقائی تشخص کے وہ تمام مضامین خارج کیے جائیں جو مجموعی طور پر پاکستانی تشخص کی نفی کرتے ہیں۔ اس میں علاقائی موضوعات کے ان پہلوؤں کو شامل کیا جائے جو سب صوبوں اور سب علاقوں میں مشترک ہوں اور ان سے گریز کیا جائے جو علاقائی تعصبات کو بالواسطہ اُبھارنے کا سبب بنتے ہوں۔''[۱۶]

درحقیقت قومی زبان، ملک کے ہر فرد کو ایک لڑی میں پروتی ہے۔ صوبوں کی حد بندی، علاقائی زبانیں اور ہر صوبے کی منفرد ثقافت علاقائی تعصبات کو اُبھارنے کے لیے نہیں بلکہ یہ تو ہمارے ملک کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث ہے۔ نظریۂ پاکستان کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر صوبے کے افراد کا قومی فریضہ ہے کہ وہ اردو زبان کے تحفظ کے لیے کمربستہ رہیں۔ سندھی، بلوچی، پٹھان اور پنجابی ہونے کے باوجود ہم پاکستانی ہیں اور ہماری قومی زبان اردو ہے۔ اس زبان کی ترویج اور ارتقا میں ہی ہماری بقا پوشیدہ ہے۔

اردو زبان سکھانے کے لیے نصاب میں قواعد کے موزوں انتخاب کی اشد ضرورت ہے۔ صوبہ پنجاب میں پڑھائے جانے والے ۲۰۰۲ء کے نصاب میں قواعد صرف تشبیہ، استعارہ، قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع اور تلمیح کے ساتھ ساتھ غلط اور درست فقرات تک محدود ہے۔

گزشتہ کئی برسوں سے لگے بندھے قواعد پڑھتے اور پڑھاتے ہوئے دلچسپی کا عنصر کافی حد تک کم ہو گیا ہے۔ وہی سوال، وہی جواب نہ کوئی نیا پن اور نہ تازگی۔ ۲۰۰۶ء کے نصاب نے یہ کمی کچھ حد تک پوری کر دی ہے۔ قواعد میں پرانے نصاب سے ہٹ کر کچھ اضافہ کیا گیا ہے جیسے علم بیان کے ساتھ ساتھ علم بدیع اور صنعتوں کا استعمال، صنائع بدائع کے لحاظ سے غلط فقرات کی درستی۔ ۲۰۰۲ء کے نصاب میں تذکیر وتانیث کے حوالے سے غلط فقرات کی درستی شامل کیا گیا ہے۔ ۲۰۰۶ء کے نصاب میں اصنافِ نثر اور اصنافِ سخن کی تعریف اور پہچان کو شامل کیا گیا ہے اور مشقوں کے آخر میں اصنافِ سخن کی تعریف اور مثالیں دی گئی ہیں۔ شعرا اور نثر نگاروں کے مختصر تعارف کا سوال بھی مشق میں شامل کیا گیا ہے۔ کوئی بھی معلومات اگر طلبہ کو ذہن نشین کرانی ہو تو اُس کو نصاب و درسی کتاب میں شامل کر کے سوال کی صورت میں طلبہ سے پوچھا جائے نیز اُس سوال کو امتحانی پرچہ جات میں شامل کر لیا جائے تو طلبا امتحانی نقطۂ نظر سے اُس سوال کا جواب بھی تیار کریں گے۔ اس طرح مطلوبہ معلومات طلبا کے حافظے کا حصہ بنتی جائیں گی۔ حصہ نثر میں طلبا کو تنقید کی تعریف سے آگاہ کرنا اور چند مشہور نقادوں کے بارے میں بتانے کے لیے اساتذہ کو ہدایت کی گئی ہے۔[۱۷]

مقالہ نگار کو زمانۂ طالب علمی سے لے کر تاحال اور درس وتدریس سے منسلک ہوئے بھی ایک عرصہ گزر گیا مگر ابھی تک اُردو لازمی کی کتاب میں تنقید نگاری کے فن سے طلبا کو آگاہ نہیں کیا گیا۔ تنقید، علم وادب کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہی تنقید کھوٹے اور کھرے میں امتیاز کر کے اصل فن پارہ قارئین تک پہنچاتی ہے۔ چنانچہ خیبر پختونخوا کی درسی کتاب میں فنِ تنقید کو شامل کرنا مؤلفین کتب کی علم وادب سے دوستی کا ثبوت ہے۔

اسباق، منظومات اور غزلوں کی مشقوں میں اردو زبان وادب کے حوالے سے عملی سرگرمیاں بھی موجود ہیں۔ اگر صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو لازمی کی کتاب کو بھی جدید نصاب کے مطابق ترتیب دیا جائے تو ابتدائی سطح سے اعلیٰ ثانوی سطح تک ایک تسلسل قائم ہو جائے گا۔ ۲۰۱۹ء میں آنے والے نئے نصاب کو یکساں طور پر تمام ملک میں نافذ کرنا اُردو زبان کی بقا کے لیے اشد ضروری ہے۔

خیبر پختونخوا کی کتاب میں میر حسن کی مثنوی سحر البیان کا اقتباس شامل کرنا خوش آئند ہے۔ یہ بات غور طلب ہے کہ اگر طلبا اردو اختیاری کا مضمون نہ پڑھیں تو کیا وہ تمام عمر اصناف نثر اور اصناف سخن سے واقفیت حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس لیے اردو لازمی کے مضمون میں اصناف نثر اور اصنافِ سخن کی تعریف کو مختصر طور پر شامل کرنا ضروری ہے۔ اگر نصاب میں کسی حد تک تبدیلی لائی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ طلبا اردو درست طور پر نہ سیکھ سکیں۔ میر انیس کے ساتھ مرزا دبیر کو شامل

کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اردو لازمی پڑھنے والا طالب علم آج تک نہ دبیر کے نام سے واقف ہوا اور نہ انیس و دبیر کے مرثیہ نگاری کے میدان میں کارناموں اور دونوں شعرا کے معرکوں سے رُوشناس ہوا۔ عبدالرحمٰن بابا کی نظم "اخلاص" کو بھی پشتو متن کے ساتھ شامل ہونا چاہیے۔ عشقِ حقیقی، تصوف اور رومان پسندی کے جن موضوعات کو عبدالرحمٰن بابا نے اپنی شاعری میں استعمال کیا اُن کا بیان صُوبہ پنجاب کی اردو لازمی کی کتاب میں عبدالرحمٰن بابا کی شاعری کے ذریعے ہونا چاہیے۔

مزاحیہ شاعری میں انور مسعود کی شاعری بھی شامل کی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ انور مسعود کی شاعری دورِ حاضر کے گونا گوں مسائل پر طنز کی گہری چوٹ ہے۔ ۲۰۰۲ء کے قومی نصاب میں انور مسعود کو شامل کیا گیا تھا۔

غزل گو اور نظم گو شعرا میں بحیثیت قومی شاعر علامہ اقبال کا شامل ہونا بے حد ضروری ہے تاکہ طلبا اقبال کے پیغام کو سمجھ کر کارزارِ دہر میں باعمل ہو سکیں۔ گیارھویں جماعت کے نصاب میں علامہ اقبال کی کمی ایک بہت بڑا خلا ہے۔

غزل گو شاعروں میں پانچ غزل گو شعرا گیارھویں جماعت میں شامل کیے گئے ہیں۔ غزل گو شعرا کی تعدا میں اضافہ ہونا چاہیے۔ ایک علامہ اقبال کو شامل کر دیا جائے اور دوسرا دورِ حاضر کے کسی نامور شاعر کی غزلیات شامل کی جاسکتی ہیں۔

حصہ قواعد کا انتخاب بھی ۲۰۰۶ء کے نصاب میں اردو تحریر و تقریر میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

خیبر پختونخوا کی اردو لازمی (بارھویں جماعت) کی درسی کتاب کے مشمولات کا جائزہ

خیبر پختونخوا کی اردو لازمی کی بارھویں جماعت کی کتاب میں حاصلاتِ تعلّم، اسباق، غزلیات و منظومات کی تفصیل درج ذیل ہے:

حاصلاتِ تعلّم

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد طلبا اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

- اردو میں منثور اور منظوم کلام کی حُسن و قبح کے ساتھ پہچان کر سکیں۔
- عبارت کو استحسانی اور تنقیدی نقطۂ نظر سے پڑھ سکیں اور ادبی محاسن (علمِ بیان، علم بدیع) کے حوالے سے عام اور ادبی تحریر میں فرق کر سکیں۔
- روزمرہ مشاہدات و تجربات کو قواعد کے مطابق درست طور پر تحریر کر سکیں۔
- دفتری احکامات، قانونی فیصلے، وکالت نامہ اور دیگر سرکاری اور قانونی اصطلاحات کو سمجھ کر پڑھ سکیں۔

- ادب پارے کا مرکزی خیال، بنیادی نکات اور دیگر تشریحات تنقیدی اصولوں کے تحت کر سکیں اور اقوال واشعار کا حوالہ دے سکیں۔
- اخبارات ور سائل کے کسی بھی متن پر جامع تبصرہ لکھ سکیں۔
- کسی عبارت کو پڑھ کر اُس پر رائے دے سکیں اور عبارت میں موجود اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے درست کر سکیں۔
- کسی بھی ادبی یا علمی موضوع پر درست تلفظ کے ساتھ کم از کم دس منٹ تک لکھی ہوئی تقریر پڑھ سکیں۔
- کسی بھی علمی یا ادبی موضوع پر استدلال، مثالوں، مقولوں، مترادفات، اشعار و محاورات اور روز مرہ کے مطابق کم از کم پانچ سو الفاظ کا مضمون لکھ سکیں۔
- شعری و نثری اصطلاحات مثلاً علمِ بیان، معاون افعال، صنائع بدائع کی پہچان اور مرکب جملوں کا درست استعمال کر سکیں۔
- مختلف علوم اور پیشوں کی اصطلاحی لغات اور عام لغات کا استعمال سیکھ سکیں۔

درسی کتاب کے موضوعات کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرست

شمار	عنوان	مصنف	صفحہ
		حصہ نثر	
۱۔	مسلمانوں کا قدیم طرزِ تعلیم	شبلی نعمانی	۱
۲۔	سُقراط	مہدی افادی	۱۰
۳۔	فاقہ میں روزہ	خواجہ حسن نظامی	۱۶
۴۔	پھر وطنیت کی طرف	مولانا صلاح الدین احمدؔ	۲۶
۵۔	شہرتِ عام اور بقائے دوام کا دربار	محمد حسین آزادؔ	۳۳
۶۔	چند روز ایک روڈ رولر کے ساتھ	ڈاکٹر وزیر آغا	۴۷
۷۔	منظور	سعادت حسن منٹو	۵۴
۸۔	کتبہ	غلام عباس	۶۶

۹۔	مائیں	احمد ندیمؔ قاسمی	۷۸
۱۰۔	سیاہ فام	شوکت صدیقی	۸۷
۱۱۔	محسن محلہ	اشفاق احمد	۹۸
۱۲۔	کنڈکٹر	الطاف فاطمہ	۱۰۶
۱۳۔	ایک وصیت کی تعمیل	فرحت اللہ بیگ	۱۱۹
۱۴۔	علامہ اقبال	چراغ حسن حسرتؔ	۱۳۳
۱۵۔	طائرِ لاہوتی	فارغ بخاری	۱۴۵
۱۶۔	مرید پور کا پیر	پطرس بخاری	۱۵۴
۱۷۔	حاجی اورنگ زیب خان	مشتاق احمد یوسفی	۱۶۸

حصہ نظم

۱۔	جوابِ شکوہ	علامہ اقبالؔ	۱۸۷
۲۔	بڑھے چلو	اخترؔ شیرانی	۱۹۴
۳۔	مناظرِ سحر	جوشؔ ملیح آبادی	۱۹۸
۴۔	شکست کی آواز	میراجیؔ	۲۰۳
۵۔	ستارے	ن۔م۔راشدؔ	۲۰۷
۶۔	نفیرِ عمل	مجید امجدؔ	۲۱۱
۷۔	ہمیشہ دیر کر دیتا ہوں	منیرؔ نیازی	۲۱۵
۸۔	بڑے ڈرپوک ہو	وزیر آغا	۲۱۸

حصہ غزل

۹۔	جنھیں میں ڈھونڈتا آسمانوں میں زمینوں میں	علامہ اقبال	۲۲۲
۱۰۔	کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہات میں تیرا ہات نہیں	فیض احمد فیضؔ	۲۲۵
۱۱۔	کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا	احمد ندیمؔ قاسمی	۲۲۸
۱۲۔	سفر منزلِ شب یاد نہیں	ناصرؔ کاظمی	۲۳۰

۱۳۔ آ کے پتھر تو مرے صحن میں دو چار گرے	شکیبؔ جلالی	۲۳۲
۱۴۔ لب کشا لوگ ہیں، سرکار کو کیا بولنا ہے	احمد فرازؔ	۲۳۵
۱۵۔ مل کے بیٹھے نہیں، خوابوں میں شراکت نہیں کی	ظفرؔ اقبال	۲۳۸
۱۶۔ نہ سہی کچھ مگر اتنا تو کیا کرتے تھے	شہزادؔ احمد	۲۴۲
فرہنگ		۲۴۶

درسی کتب کے مشمولات کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کی ترتیب قومی نصاب ۲۰۰۶ء کے مطابق ہے اور مشمولات کے انتخاب میں قومی نصاب کی ہدایات کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ حصہ نثر میں جدید نثر نگاروں اشفاق احمد، شوکت صدیقی اور الطاف فاطمہ کے منتخب افسانے شامل کیے گئے ہیں۔ انتخاب میں قدیم سے جدید کا سفر نظر آتا ہے۔ طلبا کے لیے قدیم ادب کے ساتھ جدید ادب سے واقفیت بے حد ضروری ہے تاکہ وہ اردو زبان کے جدید انداز اور دورِ حاضر کے مسائل سے واقف ہو سکیں۔ حصہ نظم و غزل میں علامہ اقبال کو شامل کیا گیا ہے جو بحیثیت قومی شاعر علامہ اقبال کا استحقاق ہے۔ آزاد نظم کا انتخاب بھی قابلِ ستائش ہے۔ خواتین شعرا کی کمی بہر صورت ایک بڑا خلا ہے جو ملک بھر میں کسی صوبے کی کتاب میں نظر نہیں آتا۔ اس کمی کو بہر حال آنے والے وقتوں میں دُور کیا جا سکتا ہے۔ نصاب کے مطابق درسی کتاب کی مشقوں میں قواعد کی تعریف و مثالیں دی گئی ہیں جو امتحانی و لسانی اعتبار سے طلبا کے لیے مفید ہیں۔ مجموعی طور پر خیبر پختونخوا کی اعلیٰ ثانوی سطح کی درسی کتب تدریسِ اردو کے مقاصد کی تکمیل میں کافی حد تک معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو، سندھ ''گلزارِ اردو'' (لازمی) کا تنقیدی جائزہ:

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو کی ۲۰۱۸ء کی طبع کردہ اُردو لازمی کی کتاب جو گیارھویں جماعت میں پڑھائی جاتی ہے اُس کتاب کا موازنہ قومی نصاب ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۶ء سے کرنے کے بعد اس حقیقت کا پتہ چلا کہ یہ کتاب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ترتیب نہیں دی گئی ہے مگر اس کے مشمولات ۲۰۰۲ء کے نصاب سے کافی حد تک مماثلت رکھتے ہیں۔

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کی گیارھویں جماعت کی اردو لازمی کی کتاب کے مشمولات کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرستِ (حصہ نثر)

نمبر شمار	مضامین		صفحہ نمبر
۱	رسم و رواج کی پابندی کے نقصانات	سر سید احمد خان	۱
۲	مسلمانوں کا قدیم طرزِ تعلیم	علامہ شبلی نعمانی	۷
۳	روزمرہ اور محاورہ	مولانا الطاف حسین حالیؔ	۱۲
۴	سچ اور جھوٹ کا رزم نامہ	مولانا محمد حسین آزادؔ	۱۹
۵	ٹھلیے والا شہزادہ	خواجہ حسن نظامی	۲۲
۶	تشکیلِ پاکستان	میاں بشیر احمد	۳۱
۷۔	جدید سائنس اور عصری تقاضے	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی	۴۰

ناول

۸	ماما عظمت	ڈپٹی نذیر احمد	۴۶
۹	نوجوان سپہ سالار کا عزم و حوصلہ	مولانا عبدالحلیم شررؔ	۵۲
۱۰	آزادی کی راہ میں	خدیجہ مستور	۵۷

طنز و مزاح

۱۱	بائیسکل کی تعلیم	شوکت تھانوی	۶۱
۱۲	میبل اور میں	پطرس بخاری	۶۵
۱۳	بردبار اور دانش مند	شفیق الرحمٰن	۷۱

سفر نامہ

۱۴	ایک شام ماضی کے محرابوں میں	ابن انشاء	۷۴
۱۵	میکسیکو سٹی اور میں	بیگم اختر ریاض الدین	۷۷

خطوط

۱۶	اسد اللہ خان غالبؔ		۸۱
۱۷	اکبرؔ الہ آبادی		۸۵
۱۸	علامہ اقبال		۸۸
	اردو نثر۔ایک جائزہ		۹۲
۱۹	ماحول پر انسانی اثرات		۱۰۲

حصہ نظم

۲۰	حمد	نظیرؔ اکبر آبادی	۱۱۰
۲۱	نعت	مولانا ظفرؔ علی خان	۱۱۲

غزلیات

۲۲	خواجہ میر دردؔ		۱۱۴
۲۳	میر تقی میرؔ		۱۱۶
۲۴	خواجہ حیدر علی آتشؔ		۱۱۸
۲۵	مرزا اسد اللہ خان غالبؔ		۱۲۰
۲۶	مولانا حسرتؔ موہانی		۱۲۲
۲۷	فیض احمد فیضؔ		۱۲۴
۲۸	ناصرؔ کاظمی		۱۲۶
۲۹	سچلؔ سرمست		۱۲۸

نظمیں

۳۰	برسات کی بہاریں	نظیرؔ اکبر آبادی	۱۲۹
۳۱	آمدِ صُبح	میر انیسؔ	۱۳۱
۳۲	تعلیماتِ نبویؐ	مولانا الطاف حسین حالیؔ	۱۳۳
۳۳	رُوحِ ارضی آدم کا استقبال کرتی ہے	علامہ اقبالؒ	۱۳۶
۳۴	سلطان ٹیپو کی وصیت	علامہ اقبالؒ	۱۳۷
۳۵	سورۂ رحمٰن (ایک تاثر)	جوش ملیح آبادی	۱۳۹
۳۶	پُرانا کوٹ	سید محمد جعفری	۱۴۲

گیارھویں جماعت میں مؤلفین کتب کا تحریر کردہ مضمون ''اُردو نثر-ایک جائزہ'' میں اُردو نثر کے قدیم نمونوں سے لے کر دورِ جدید تک اُردو نثر کے سفر کا جائزہ لیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ یہ ایک زندہ زبان ہے جو بدلتے وقت کے تقاضوں کے ساتھ ہر دم رواں رہی اور ابھی تک پیہم جواں بھی ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی کی شہرۂ آفاق کتاب ''مقدمہ شعر و شاعری'' کا اقتباس ''روز مرہ اور محاورہ'' اردو زبان سکھانے میں کافی معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ حصہ غزل میں سندھی زبان کے مشہور شاعر سچل سرمست کے کلام کا اُردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے۔

حصہ قواعد میں خط لکھنا، مکالمہ نویسی، الفاظ کا جملوں میں استعمال کرنا، متضاد و مترادف، حروف عطف، تمثیل نگاری، رسید نویسی، خطوط نویسی، روز مرّہ اور محاورہ کے مطابق اغلاط کی درستگی، رُوداد نویسی، سابقے لاحقے، مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف، تلمیح، تشبیہ، استعارہ، مخمس، مسدس کے متعلق سوالات اسباق، منظومات اور غزلیات کی مشقوں میں موجود ہیں۔ حصہ قواعد ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہے۔

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ کی بارھویں جماعت کی گلزارِ اُردو (لازمی) کی کتاب کے مشمولات کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرست

حصہ نثر

افسانے

۱۔ سعادت حسن منٹو — نیا قانون — ۲

۲۔ غلام عباس	مجسمہ	۱۲
۳۔ اشفاق احمد	چور	۲۰
۴۔ انتظار حسین	ہمسفر	۲۸
۵۔ غلام ربانی آگرو/ڈاکٹر حسرت کاس گنجوی	بدلہ (ترجمہ)	۳۹

ڈراما

۶۔ امتیاز علی تاج	آرام وسکون	۴۹
۷۔ میرزا ادیب	سمندر کا دِل	۵۸

سوانح اور شخصیت

۸۔ سید سلیمان ندوی	سیرتِ محمدی کی جامعیت	۷۱
۹۔ مولوی عبدالحق	محسن الملک	۷۷
۱۰۔ مرزا فرحت اللہ بیگ	ڈپٹی نذیر احمد کی کہانی	۸۳
۱۱۔ رشید احمد صدیقی	مولانا محمد علی جوہرؔ	۹۳
۱۲۔ چراغ حسن حسرت	شفاء الملک مرحوم	۹۳
۱۳۔ شاہد احمد دہلوی	مولوی عبدالحق	۹۷

مضامین

۱۴۔ سرسید احمد خان	عزم جزم	۱۰۴
۱۵۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ	اسلام میں گداگری کی مذمت	۱۰۸
۱۶۔ مولانا صلاح الدین احمد	چند لمحے سجاد حیدر کے ساتھ	۱۱۶
۱۷۔ ڈاکٹر سید عبداللہ	اردو ذریعۂ تعلیم	۱۲۰
۱۸۔ حمید عسکری	جابر بن حیان، ایک نامور مسلم سائنسدان	۱۳۰
۱۹۔ ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی	مواصلات کے جدید ذرائع	۱۳۷
۲۰۔ محمد ناظم علی خان ماتلوی	آؤ سب مل کر کوشش کریں	۱۵۱

حصۂ نظم

۲۱۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ	حمد	۱۵۸
۲۲۔ ابوالاثر حفیظؔ جالندھری	نعت (محبوبِ سبحانی)	۱۶۰

غزلیات

۲۳۔ میر تقی میرؔ		۱۶۲
۲۴۔ خواجہ میر دردؔ		۱۶۴
۲۵۔ مرزا اسد اللہ خان غالبؔ		۱۶۵
۲۶۔ مومن خان مومنؔ		۱۶۶
۲۷۔ مولانا الطاف حسین حالیؔ		۱۶۸
۲۸۔ علامہ اقبالؒ		۱۶۹
۲۹۔ حسرتؔ موہانی		۱۷۰
۳۰۔ فیض احمد فیضؔ		۱۷۱

منظومات

۳۱۔ نظیرؔ اکبر آبادی	اسرارِ قدرت	۱۷۳
۳۲۔ اکبرؔ الٰہ آبادی	اکبر اور مغربی تعلیم	۱۷۵
۳۳۔ احسان دانشؔ	جشنِ بے چارگی	۱۷۷
۳۴۔ جوش ملیح آبادی	شکستِ زنداں کا خواب	۱۸۰
۳۵۔ اخترؔ شیرانی	او دیس سے آنے والے بتا	۱۸۲
۳۶۔ ابوالاثر حفیظ جالندھری	حضرت فاطمہ الزہراؓ کی رخصتی	۱۸۴
۳۷۔ اسرار الحق مجازؔ	رات اور ریل	۱۸۶
۳۸۔ سید ضمیرؔ جعفری	اک ریل کے سفر کی تصویر کھینچتا ہوں	۱۸۸

ترجمہ

۳۹۔ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ	سُر مارُئی (تیسری داستان)	۱۹۰

درسی کتاب کے مشمولات پر نظر ڈالی جائے تو افسانوں میں سندھی افسانے کا اُردو ترجمہ شامل ہے اور مضامین میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا مضمون "اردو ذریعۂ تعلیم" میں اردو زبان کے فروغ و ترویج میں حائل مسائل اور تلخ حقائق کا ذکر کیا گیا ہے۔ منظومات میں شاہ عبداللطیف کے سندھی کلام کے اردو ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے جو سندھی زبان کی مشہور داستان عمر ماروی سے ایک اقتباس ہے۔

حصہ قواعد میں فعل کی اقسام بلحاظ معنی، فعل معروف، فعل مجہول، فعل کی مطابقت فاعل اور مفعول سے ساتھ، رموزِ اوقاف، حروف کی مختلف اقسام، حروف شرط، حروفِ علت، حروف تردید، حروفِ اضراب، حروفِ ربط شامل کیے گئے ہیں۔ حصہ قواعد ۲۰۰۲ء کے قومی نصاب کے مطابق ہے۔

سندھ کی گیارھویں اور بارھویں جماعت کی اردو لازمی کی کتب کا تنقیدی جائزہ لینے کے بعد اس حقیقت کا پتہ چلا کہ یہ دونوں کتب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ترتیب تو دی گئی ہیں مگر قومی نصاب ۲۰۰۲ء میں گیارھویں اور بارھویں جماعت کے مشمولات کی تفصیل علیحدہ علیحدہ دی گئی ہے مگر کتب میں اس تقسیم کا خیال نہیں رکھا گیا بلکہ دونوں کتابوں کے مشمولات کو گڈمڈ کر دیا گیا ہے۔

بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، کوئٹہ اُردو (لازمی) (۲۰۱۸ء) کا تنقیدی جائزہ بمطابق قومی نصاب ۲۰۰۶ء:

صوبہ بلوچستان کی گیارھویں جماعت کی اُردو لازمی کے سرِ ورق پر درج ہے کہ یہ کتاب قومی نصاب ۲۰۰۶ء کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔ کتاب کے مشمولات کی فہرست درج ذیل ہے:

فہرست

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ
		حصہ نثر	
۱	نظریہ پاکستان	ڈاکٹر غلام مصطفی خان	۷
۲	گزرا ہوا زمانہ	سر سید احمد خان	۱۵
۳	نئ دہلی کی ایک تعمیر	مولوی محمد ذکاء اللہ	۲۲
۴	ادب کیا ہے	ڈاکٹر سید محمد عبداللہ	۲۹
۵	تنقید میں توازن	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۳۶
۶	آبادی اور منصوبہ بندی	مؤلفین	۴۲
		ناول	
۷	تباہی، تباہی، تباہی	رتن ناتھ سرشار	۴۹
۸	آنگن	خدیجہ مستور	۵۷
		ڈرامہ	
۹	رستم و سہراب	آغا حشر کاشمیری	۶۶
۱۰	مرزا غالب بندر روڈ پر	خواجہ معین الدین	۷۵
		سفر نامہ	
۱۱	چلتے ہو تو چین کو چلیے	ابن انشاء	۸۵
۱۲	بابل کے کھنڈرات	جمیل الدین عالی	۹۴

مکاتیب

۱۳	خطوط غالب	مرزا غالب	۱۰۳
۱۴	مکاتیبِ اقبال	علامہ اقبال	۱۰۸

پاکستانی ادب

۱۵	کلام مست توکلی	ترجمہ: ڈاکٹر شاہ محمد مری	۱۱۴
۱۶	نیکی و بدی	سید عابد شاہ عابد	۱۱۹

حصہ نظم

۱۷	حمد	ماہر القادری	۱۲۵
۱۸	نعت	محسن کاکوروی	۱۳۰
۱۹	انجام	نظیر اکبر آبادی	۱۳۴
۲۰	داستان باغ کی تیاری میں	میر حسن	۱۳۹
۲۱	غربت	میر انیس	۱۴۴
۲۲	شہادت حضرت علی اصغرؓ	مرزا دبیر	۱۴۹
۲۳	مسلمانوں کا تابناک ماضی	مولانا حالی	۱۵۵
۲۴	قومی	اکبر الہ آبادی	۱۵۹
۲۵	شام	حفیظ جالندھری	۱۶۵
۲۶	ایبسٹریکٹ آرٹ	سید محمد جعفری	۱۷۰
۲۷	ریل کا سفر	سید ضمیر جعفری	۱۷۴
۲۸	گل بہار کالونی	مرزا محمود سرحدی	۱۷۸

حصہ غزل

۔	جس سر کو آج غرور ہے یاں تاجوری کا	میر تقی میرؔ	۱۸۲
۔	تھا عشق مجھے طالبِ دیدار ہوا میں	میر تقی میرؔ	۱۸۳
۔	ہر اک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے	مرزا غالبؔ	۱۸۷

۔	ہے بس کہ ہر اک اُن کے اشارے میں نشاں اور	مرزا غالب	۱۸۸
۔	فرصت زندگی بہت کم ہے	میر درد	۱۹۲
۔	نہ گیا کوئی عدم کو دل شاداں لے کر	غلام ہمدانی مصحفی	۱۹۸
۔	اِن آنکھوں نے کیا کیا تماشہ نہ دیکھا	مرزا داغ	۲۰۳
	فرہنگ		۲۰۶

یہ کتاب بھی کے۔ پی۔ کے کی اُردو لازمی کی کتاب کے طرز پر ترتیب دی گئی ہے۔ دونوں کتابوں کی ضخامت بھی تقریباً ایک جیسی ہے۔ حصہ نثر، ناول، ڈرامہ، سفر نامہ، مکاتیب اور حصہ نظم وغزل علیحدہ علیحدہ دیئے گئے ہیں۔ ہر سبق اور حصہ نظم وغزل سے پہلے ادباء وشعراء کا مختصر اور جامع تعارف دیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ مقاصدِ تدریس بھی ہر سبق اور نظم و غزل سے پہلے دیئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا تمام ترتیب قومی نصاب کی ہدایات کے عین مطابق ہے۔

درسی کتاب کے مشمولات پر نظر ڈالی جائے تو حصہ نثر میں جو مضامین شامل کیے گئے ہیں اُن میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا مضمون ''ادب کیا ہے'' اور ڈاکٹر عبادت بریلوی کا مضمون ''تنقید میں توازن'' جیسی تحریریں ادب و تنقید کے حوالے سے طلبا کو بہترین معلومات فراہم کرتی ہیں۔ ادب اور تنقید کے حوالے سے اُردو لازمی میں مضامین نہ ہونے کے برابر تھے مگر ۲۰۰۶ء کے نصاب میں اس حوالے سے تبدیلی نظر آتی ہے۔ ادب/تنقید کے حوالے سے معلومات صرف اردو اختیاری کے مضمون میں شامل کی گئی ہیں۔ لیکن اردو زبان کی ترویج اور فروغ کے لیے ان معلومات کا اردو لازمی میں شامل کرنا بے حد ضروری تھا تاکہ طلبا اردو زبان کے مختلف پہلوؤں سے آشنائی حاصل کر سکیں۔

قومی نصاب کی ہدایات کے مطابق پاپولیشن پلاننگ کے حوالے سے مؤلفین کا لکھا ہوا مضمون ''آبادی اور منصوبہ بندی'' شامل کیا گیا ہے۔ رتن ناتھ سرشار کے ناول ''فسانہ آزاد'' کا اقتباس ''تباہی، تباہی، تباہی'' شامل کرنا اردو زبان میں ادبیت کے تقاضوں، کلاسیکل نثر اور سرشار کے طرزِ تحریر سے طلبہ کو آگاہ کرنا ہے۔ سادہ، رواں اور سلیس طرزِ تحریر کی خوب صورتی اپنی جگہ، مگر ادبی اور مسجع تحریر بھی اردو زبان کا ایک حصہ ہے بلکہ اردو زبان وادب کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے کہ کس طرح نثر نگاروں نے صنائع وبدائع سے تحریر کو خوب صورت بنایا ہے بلکہ رجب علی بیگ سرور کے فسانۂ عجائب کو بھی شامل کر دیا جائے تو ایک طرف تو طالب علم کے ذخیرۂ الفاظ میں اضافہ ہوگا اور دوسرا ذہنی مشق سے الفاظ تلاش کرنے کی ایک دلچسپ سرگرمی بھی تدریس کا حصہ بن سکتی ہے۔

ڈرامہ، سفر نامہ اور مکاتیب کے علاوہ بلوچی زبان کے مشہور صوفی منش شاعر ''مست توکلی'' کے کلام کا اردو ترجمہ شامل کیا گیا ہے تاکہ طلبا بلوچی زبان و ادب کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔ پشتو لوک کہانیوں کے مجموعہ ''اولسی نکلونہ'' کی ایک کہانی کا اردو ترجمہ ''نیکی و بدی'' کے نام سے بھی شامل کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اردو، بلوچی اور پشتو زبان و ادب کا امتزاج درسی کتاب کی خوب صورتی میں چار گنا اضافہ کرتا ہے۔

حصہ نظم میں میر حسن کی مثنوی ''سحر البیان'' کا اقتباس اور میر انیس کے ساتھ ساتھ پہلی دفعہ اُردو لازمی کی کتاب میں مرزا دبیر کے مرثیے کا شامل کرنا ادبی ذوق کی تسکین کا ذریعہ ہے۔

حصہ قواعد پر نظر ڈالی جائے تو تلخیص نگاری، تنقید نگاری، ناول کی تعریف اور اس کے اجزاء، فنِ ڈرامہ نگاری، ڈرامے کی اقسام اور اجزائے ترکیبی، انشائیہ نگاری، خاکہ نویسی، تبصرہ نگاری، سفر نامہ نگاری، روداد نویسی، خطوط نویسی، درخواست نگاری، مشتقات اور اس کی اقسام، وصفی یا اسمِ صفت کی تعریف اور اقسام، علم بیان، بدیع اور صنعتوں کی تعریف، مرکب مصادر کو بطور معاون افعال استعمال کرنا، تھیسارس (Thesaures) اور لغت میں فرق، محضر (Discourse) کی تعریف، یہ سب درسی کتب کی مشق کا حصہ ہیں۔ اصنافِ سُخن میں غزل، نظم، آزاد نظم، مثنوی، مرثیہ، قصیدہ، قطعہ، رُباعی، حمد اور نعت کی تعریف اور پہچان بھی حصہ نظم و غزل کی مشقوں میں شامل کیے گئے ہیں۔ صوبہ بلوچستان کی اردو لازمی کی کتاب میں شامل کردہ قواعد کی فراہم کردہ تعریف اور مثالیں امتحانی نقطۂ نظر سے کافی ہیں۔ ان کی تیاری کے لیے طلبہ کو کسی رہنما یا معاون/گائیڈ بک کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اس کے برعکس صوبہ پنجاب کی اُردو لازمی کی مشقوں میں شامل کردہ قواعد کی تعریف اور مثالیں امتحانی نقطۂ نظر سے ناکافی ہیں۔ ان پر نظر ثانی اردو زبان کی ترویج وارتقا کے لیے اشد ضروری ہے۔

وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، اسلام آباد ''سرمایہ اُردو'' (لازمی) کا تنقیدی جائزہ

فیڈرل گورنمنٹ اسلام آباد، کے کالجوں میں ۲۰۱۸ء میں گیارھویں جماعت میں اردو لازمی کے لیے جس کتاب کا انتخاب کیا گیا ہے وہ خیبر پختون خوا ٹیکسٹ بک بورڈ، پشاور کی ۲۰۱۸ء کی طبع شدہ کتاب ہے جو خیبر پختون خوا کے کالجوں میں بھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب کا جائزہ اسی باب میں لیا جا چکا ہے۔ یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ یہ کتاب ۲۰۰۶ء کے قومی نصاب کے مطابق ہے۔ سب سے پہلی بات کہ فیڈرل کے کالجوں میں گیارھویں جماعت کے لیے، کے۔پی۔کے کی کتاب کا ہی انتخاب کیوں کیا گیا۔ دوسرا طلبا کے لیے وفاق میں اپنی کتاب کیوں نہیں مرتب کی گئی۔ اس امر کے پیچھے کون کون سے عوامل کارفرما تھے!؟ کیا سیاسی عوامل کی بنا پر کتب کا انتخاب کیا گیا۔ ۲۰۱۸ء میں مرکزی حکومت کی تبدیلی نے وفاق

کالجوں کی درسی کتب کے انتخاب کو بھی متاثر کیا۔ مقامِ حیرت ہے کہ وفاقی کالجوں میں جس صوبے کی کتاب کا انتخاب کیا گیا مرکزی حکومت کے عہدیدار، اُسی صوبے کے صاحبِ اختیار رہ چکے ہیں۔ پہلے کسی بھی زمانے میں وفاق میں ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کی اُردو لازمی کی کتاب نہیں پڑھائی گئی۔ وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، نیشنل بک فاؤنڈیشن کی طبع شدہ کتابیں ہی فیڈرل کالجوں میں پڑھائی جاتی رہیں۔ پچھلی دو دہائیوں سے فیڈرل کالجوں میں، وفاق کی اپنی مرتب کردہ کتابیں پڑھائی جاتی رہی ہیں۔ نصاب اور درسی کتاب تو وہ بنیاد ہے جس پر ملت کے نوجوانوں کا مستقبل تعمیر ہوتا ہے۔ نصاب کو کسی بھی بیرونی اختیار کے دائرہ کار سے باہر ہونا چاہیے۔ یہ بات درست ہے کہ نصاب، عمرانیات و نفسیات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو نیز تہذیبی و ثقافتی اقدار کا عکس نصاب میں جھلکتا ہو اور سب سے بڑھ کر قومی اقدار کا تحفظ نصاب کی اوّلیں ترجیح ہے، کُجا نصاب اور کجا سیاسی دباؤ یا سیاسی مفادات و اختیار سالِ اوّل میں پشاور کی اُردو لازمی کی کتاب پڑھائی جاتی ہے جو ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ جب کہ بارھویں جماعت میں فیڈرل کے کالجوں میں پڑھائی جانے والی کتاب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہے یا تو مکمل طور پر دونوں جماعتوں میں خیبر پختونخوا کی کتابیں پڑھائی جاتیں یا پھر کسی بھی جماعت میں کتاب تبدیل نہ کی جاتی۔ ایسا برتاؤ کسی بھی شعبے میں قابل برداشت نہیں لیکن تعلیمی میدان میں، طلبہ کے ذہن و مستقبل کے ساتھ ایسا برتاؤ کسی بھی باشعور انسان کی سمجھ سے باہر ہے۔ تعلیمی نظام بھی کٹھ پُتلی کا تماشا ہے جس اربابِ اختیار واقتدار نے جدھر چاہا اپنی انگلیوں کے اشاروں سے اس نظام کی پُتلی کو اُدھر گھما دیا۔ چاہے اُس سمت پر چلنے سے طلبا کے شعور کو نمو ملے نہ ملے، چاہے طلبا کی اخلاقی تربیت ہو یا نہ ہو اور چاہے قومی اقدار کا تحفظ مجروح ہوتا رہے اربابِ اختیار واقتدار کو اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں اور ان کے ساتھ نصاب مرتب کنندگان، مؤلفین و مصنفین کتب، اساتذہ اور طلبا بھیڑ چال کی طرح پیچھے پیچھے چل رہے ہیں نہ اس تبدیلی کا کسی کو احساس ہے اور اصل بات تو یہ ہے کہ کسی کو ان نصابی تبدیلیوں کا شعور ہی نہیں حتیٰ کہ قابل قدر اساتذہ کرام بھی ان سے بالکل ناواقف ہیں۔ اساتذہ کرام تو یہ حقیقت بھی نہیں جانتے کہ جو درسی کتب، کالجوں میں پڑائی جاتی ہیں وہ کس نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں۔ سیاسی حکمرانی، نصاب مرتب کنندگان، مؤلفین کرام اور اساتذہ کرام اور اساتذہ ایک ہی شطرنج کے مہرے ہیں جو طلبا کے مستقبل کے ساتھ گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں۔

وفاق کے تحت آنے والے کالجوں میں بارھویں جماعت میں ۲۰۱۸ء میں جو کتاب پڑھائی جارہی ہے وہ ۲۰۰۲ء کے قومی نصاب کے مطابق ہے اور نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد کی طبع شدہ ہے۔اس کی فہرست کچھ یوں ہے:

فہرست مضامین

(حصہ نثر)

(الف)

نمبر شمار	عنوانات	مصنفین	صفحہ نمبر
مضامین			
۱۔	ہجرت مدینہ	علامہ شبلی نعمانی	۱
۲۔	ظہیرالدین بابر	محمد آزاد	۱۰
۳۔	شاہ عبداللطیف بھٹائی	غلام رسول مہر	۱۸
۴۔	سائنس کا ارتقاء	ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی	۲۸
ناول			
۵۔	کلیم اور مرزا ظاہر دار بیگ	مولوی نذیر احمد	۳۵
۶۔	آنگین	خدیجہ مستور	۴۶
ڈراما			
۷۔	انار کلی	سید امتیاز علی تاج	۵۵
۸۔	اپنا اپنا راگ	میرزا ادیب	۷۰
سفر نامہ			
۹۔	سان فرانسسکو	بیگم اختر ریاض الدین	۸۸
۱۰۔	وادی ہنزہ کا چراغاں	مستنصر حسین تارڑ	۹۹
سوانح/شخصیت			
۱۱۔	ایک وصیت کی تکمیل	مرزا فرحت اللہ بیگ	۱۱۲
۱۲۔	مولانا ظفر علی خان	چراغ حسن حسرت	۱۲۲

۱۳۔ مولوی عبدالحق	شاہد احمد دہلوی	۱۳۲
۱۴۔ سر اقبال مرحوم	رشید احمد صدیقی	۱۴۴

(ب)

(حصہ نظم)

۱۵۔ خمستانِ ازل کا ساقی	مولانا ظفر علی خان	۱۵۶
۱۶۔ یاایھاالمزمل	حفیظ تائب	۱۶۰
۱۷۔ غزلیات	خواجہ میر درد	۱۶۴
۱۸۔ غزلیات	غلام ہمدانی مصحفی	۱۷۰
۱۹۔ غزلیات	میرزا اسد اللہ خان غالب	۱۷۶
۲۰۔ غزلیات	علامہ محمد اقبال	۱۸۲
۲۱۔ غزلیات	ناصر کاظمی	۱۸۸
۲۲۔ غزلیات	فراق گورکھپوری	۱۹۴
۲۳۔ غزلیات	تابش دہلوی	۲۰۱

منظومات

۲۴۔ عرضِ حال	مولانا الطاف حسین حالی	۲۰۸
۲۵۔ لندن میں عقد/فرضی لطیفہ	اکبر الہ آبادی	۲۱۲
۲۶۔ آزادی	احسان دانش	۲۱۸
۲۷۔ رات اور ریل	اسرار الحق مجاز	۲۲۳
۲۸۔ سورہ رحمٰن	جوش ملیح آبادی	۲۲۸
۲۹۔ ہری بھری فصلو	مجید امجد	۲۳۳
۳۰۔ کُرسی نامہ	نیاز سواتی	۲۳۷
۳۱۔ اے نسیمِ بہشت	جامِ درک	۲۴۱
۳۲۔ قطعات	انور مسعود	۲۴۶

کتاب کے آخر میں فرہنگ دینے کی بجائے حصہ نثر اور حصہ نظم کی ہر مشق میں فرہنگ شامل کر دی گئی ہے جب کہ ''حصہ قواعد'' بھی واضح طور پر شامل کیا گیا ہے۔ صُوبہ پنجاب کی اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی کتاب بھی ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ کسی سطح پر تو وفاق اور صوبے میں مماثلت نظر آتی ہے و گرنہ ہر سطح پر اور ہر معاملے میں وفاق اور صوبوں میں ایک واضح امتیاز نظر آتا ہے اور ایک جنگ و جدل کی کیفیت چھائی رہتی ہے۔ اگرچہ وفاق کا اور صوبہ پنجاب کا بارھویں جماعت کا نصاب ایک ہی ہے مگر درسی کتب کے مندرجات ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں، طریقۂ امتحان دونوں کا مختلف ہے۔ وفاقی طلبا اور ملازمین یا عہدیدار ہفتے میں دو تعطیلات مناتے ہیں۔ وفاقی عہدیداروں کے لیے مراعات بھی زیادہ ہیں اور اُن کی آمدن بھی کئی سطحوں پر صوبہ پنجاب کے سرکاری ملازمین سے کافی حد تک بڑھ کر ہے۔ ایک ہی ملک کا حصہ ہوتے ہوئے پنجاب اور وفاق دونوں علیحدہ علیحدہ طرز پر زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ تضاد، یہ دورنگی اور یہ تعصب بھی سیاسی اختیار کی دین ہے۔

صوبہ پنجاب اور وفاقی تعلیمی اداروں کا اُردو لازمی سالِ دوم کا نصاب تو ایک ہی ہے مگر دونوں کی کتابوں کے مشمولات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ فیڈرل بورڈ کی اردو کی کتاب کے مضامین؛ ناول، ڈراما، سفر نامہ اور سوانح/شخصیت کے حوالے سے منتخب کردہ اقتباسات ایک تو ضخامت کے لحاظ سے طویل ہیں۔ دوسرا کچھ مضامین جیسے ''شاہ عبداللطیف بھٹائی از غلام رسول مہر''، ''سائنس کا ارتقاء'' از ڈاکٹر حفیظ الرحمٰن صدیقی، سفر نامے میں ''وادی ہنزہ کا چراغاں'' از مستنصر حسین تارڑ اور سوانح میں ''مولوی عبدالحق'' از شاہد احمد دہلوی۔ ان میں اردو کی کتاب میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کا مضمون شامل کرنا صوبائی عصبیت کا خاتمہ کرتا ہے اور طلبا دیگر صوبوں کے عظیم شعرا و ادبا سے بھی واقفیت حاصل کرتے ہیں۔

''سائنس کا ارتقا'' سبق طلبا کو سائنس کے میدان میں مسلمانوں سے کارناموں سے آگاہ کرتا ہے۔ نیز سائنسی و تحقیقی ذوق پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کو شامل کرنا طلبا کے لیے دلچسپی کا عنصر پیدا کرتا ہے کہ ٹی۔ وی پر جس میزبان کی باتوں سے وہ بچپن میں حظ اُٹھاتے رہے ہیں اُس کی تحریروں کی خوبی سے بھی آگاہ ہو سکیں۔ اور سب سے بڑھ کر اُردو زبان کے حوالے سے ''بابائے اُردو مولوی عبدالحق'' کی شخصیت اور فکر کے حوالے سے اقتباس کا شامل کرنا ایک خوش آئند امر ہے۔ اُردو زبان و ادب کی تاریخ کے حوالے سے مواد کا شامل کرنا اور جن شخصیات نے اُردو کے تحفظ

کے لیے اپنا تن، من، دھن قربان کر دیا اُن شخصیات کے حوالے سے مضامین کو درسی کتب کی زینت بنانا، ایک تو اُن شخصیات کو خراجِ عقیدت پید کرنا ہے اور دوسرا اُردو کے فروغ وارتقا کے مختلف پہلوؤں سے طلبا آشنا ہوتے ہیں۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر نہ تو صوبہ پنجاب میں ایسا کوئی مضمون شامل ہے اور نہ ہی خیبر پختون خوا میں۔ یہ سہرا فیڈرل ٹیکسٹ بک بورڈ کے سر جاتا ہے کہ پہلی دفعہ اس کتاب میں اُردو زبان کے حوالے سے کوئی مضمون/خاکہ نظر آتا ہے۔ سب صوبوں کی درسی کتب (اُردو لازمی) میں ایسے مضامین/شخصیات کے فن وفکر کو شامل کرنا اُردو زبان کی ترویج کے لیے بے حد ضروری ہے۔

سالِ دوم کے قومی نصاب ۲۰۰۲ء کے مطابق ہر سبق و نظم کے آخر قواعد شامل کیے گئے ہیں اور تفصیلاً قواعد کی تعریف اور مثالیں درج ہیں۔ حالانکہ اسی نصاب کے تحت صوبہ پنجاب کی اُردو لازمی کی کتاب میں قواعد کی تعریف اور مثالیں مختصر دی گئی ہیں پھر طلبا اور اساتذہ کو معاون/گائیڈ بکس کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ فیڈرل بورڈ کی اُردو کی کتاب میں حروف کی اقسام اور مثالیں تفصیل سے مشقوں میں موجود ہیں۔ امدادی افعال کی وضاحت کے لیے عملی طریقہ استعمال کیا گیا ہے۔ پہلے چند جُملے دیئے گئے ہیں مثال کے طور پر:

۱۔ میں پہاڑ پر نہیں چڑھ سکتا

۲۔ اسے اندر آنے دو

۳۔ اچھی لکھائی کے لیے بارہا لکھتے رہو

۴۔ سپاہی کو دیکھ کر چور بھاگنے لگا

۵۔ اسلم کو لاہور جانا پڑا۔

ان جملوں کے افعال توجہ طلب ہیں:

چڑھ+سکتا	آنے+دو
لکھتے+رہو	جانا+پڑا
بھاگنے+لگا	

ہر فعل دو افعال پر مشتمل ہے۔ ایک اصلی فعل ہے مثلاً چڑھ۔ لکھتے۔ بھاگنے۔ آنے۔ جانا۔ جب کہ سکتا۔ رہو۔ لگا۔ دو۔ پڑا اصل افعال کے معنوں میں اضافہ کرتے ہیں انہیں امدادی فعل کہتے ہیں۔

مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامہ "وادی ہنزہ کا چراغاں" کی مشق کا ایک سوال لسانی اعتبار سے انتہائی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔

س۔اس سبق میں آنے والے پنجابی الفاظ و محاورات کی ایک فہرست بنائیں۔

وفاقی کالج، ضلع راولپنڈی کی حدود میں بھی واقع ہیں۔ ان کا زمینی بُعد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لیے وفاقی ٹیکسٹ بورڈ کی کتاب میں، پنجابی الفاظ کے حوالے سے اس سوال کا شامل کرنا سراہنے کے لائق ہے۔ ہر صُوبے کی اُردو لازمی کی کتاب میں اُردو زبان کے ساتھ دیگر صُوبائی اور علاقائی زبانوں کے اشتراک و امتزاج کے حوالے سے مضامین ضرور شامل کرنے چاہیئے۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

"علاقائی زبانوں کو "پوجا" کی چیز بنا کر نہ پیش کیا جائے بلکہ انہیں بھی دوسری زبانوں کے ساتھ ذریعۂ اظہار کا ایک نارمل وسیلہ بنا کر پیش کیا جائے۔"۱۸

مستنصر حسین تارڑ کی تحریروں کا شامل کرنا دورِ حاضر کے طلبا کے لیے از حد ضروری ہے کیونکہ تارڑ صاحب آج کے لکھنے والے ہیں۔ وہ اپنی تحریروں میں دورِ حاضر کے مسائل کا ذکر بخوبی کرتے ہیں اور روز مرہ استعمال کی اُردو لکھتے ہیں جس میں علاقائی زبانیں بھی شامل ہیں، عوام کے استعمال کردہ لباس بھی شامل ہیں۔ وہ لفاظی و تخیل سے بے جا کام نہیں لیتے۔ اس لیے اُن کو پڑھتے ہوئے طلبا کو نامانوسیت کا احساس بالکل نہیں ہوتا۔ اسی طرح دورِ حاضر کے لکھاریوں کو نصاب میں شامل کرنا طلبا کے لیے از حد ضروری ہے بہترین نصاب وہی ہے جو قدیم سے جدید کی طرف سفر کرے۔

فاعل اور فعل کی مطابقت، مفعول اور فعل کی مطابقت بھی مشق میں سمجھائی گئی ہے۔ حصہ نظم میں مطلع، مقطع، قافیہ، ردیف اور تراکیب کے مفہوم شامل کیے گئے ہیں۔ ہر مشق میں نظم کے حوالے سے مختصر سوالات، تراکیب کے مفہوم اور نظم کے خلاصے کے سوالات شامل کیے گئے ہیں۔

فیڈرل بورڈ کی اُردو لازمی کی بارھویں جماعت کی کتاب کے مندرجات، ادبی و لسانی نیز علمی و ثقافتی تقاضوں سے کئی سطحوں پر ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں کہ ہر صُوبے کی درسی کتاب میں کون سے موضوعات شامل کیے گئے ہیں بلکہ غور طلب بات یہ ہے کہ تمام صوبوں میں ایک جیسا نصاب لاگو کیا جائے کہ ہم جس صُوبے کی کتاب اُٹھائیں اُس سے ہمیں قومیت کے احساس کی خوشبو آئے اور یگانگی، تعصب اور لسانی تفاوت کا احساس تک اُجاگر نہ ہو۔ کیوں کہ چاہے ہم پنجاب سے ہوں، چاہے سندھ سے اور چاہے خیبر پختون خوا سے ہوں یا بلوچستان سے ہم سب پاکستانی ہیں اور ہماری قومی زبان اُردو ہے جس میں تمام صُوبائی زبانوں کا رنگ و آہنگ موجود ہے۔

مقالہ نگار کی سروے رپورٹ کے مطابق بیشتر اساتذہ کرام اور ماہرینِ مضمون نے تمام صوبوں میں ایک ہی نصاب، درسی کتاب اور امتحانی طریقہ کار رائج کرنے کی رائے دی ہے۔ اس صورت میں بین الصوبائی محبت و یگانگت بڑھے

گی اور قومی و ملی تشخص بھی برقرار رہے گا اور سب سے بڑھ کر اردو زبان کی تدریس کے مقاصد بآسانی پورے ہو سکیں گے۔ فرقہ بندی اور تعصب اور ذاتی پسند و ناپسند کے جھگڑے سے آزاد ہو کر ایک قومی زبان کی خوشبو ہر صوبے سے آئے گی۔

صوبہ پنجاب کے ابتدائی سطح کے قاعدے سے لے کر اعلیٰ ثانوی سطح کی اُردو لازمی کی کتب کا جائزہ اس بات میں لیا گیا ہے نیز خیبر پختونخوا، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان اور فیڈرل بورڈ، اسلام آباد کی اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو لازمی کی کتب کا بھی تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے نیز ان سب کتابوں کے تقابل اور موازنے سے یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ کے۔پی۔کے میں سالِ اول اور سالِ دوم، صوبہ بلوچستان کی سالِ اول اور فیڈرل بورڈ کی بھی سالِ اول کی اردو لازمی کی کتب ۲۰۰۶ء کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں اور رواں سال ۲۰۱۸ء میں ان صوبوں میں پڑھائی جا رہی ہیں۔ اس کے برعکس صوبہ پنجاب میں سالِ اول، سالِ دوم اور فیڈرل بورڈ اسلام آباد میں سالِ دوم کی کتب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں جب کہ صوبہ سندھ کی ''گلزارِ اردو'' لازمی کے مشمولات ۲۰۰۲ء کے مطابق تو ہیں مگر نصاب میں سالِ اول اور سال دوم کے تقسیم کردہ موضوعات کی ترتیب کو درسی کتب میں ملحوظِ خاطر نہیں رکھا گیا۔ اس تنقیدی جائزے کے بعد اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ پاکستان کے تمام صوبوں میں یکساں نصاب رائج نہیں۔ ہر صوبے کے اربابِ اقتدار و اختیار اور اراکین نصاب مرتب کنندگان اور مؤلفین کتب اپنی ہی مرتب کردہ کسی پالیسی یا پسند و ناپسند کی وجہ سے یا سُست روی کی وجہ سے یا سیاسی دباؤ اور تعصب کی وجہ سے نیا نصاب یکساں طور پر تمام صوبوں کی درسی کتب پر لاگو نہیں کرتے۔ اس روش کا نقصان ان افراد میں سے کسی کو بھی نہیں بلکہ نقصان تو قوم کے معماروں کا ہے اور سب سے بڑے نقصان کا سامنا قومی زبان کر رہی ہے کہ اس زبان کا مرتب کردہ نصاب، مکمل طور پر پورے ملک میں لاگو نہیں، ہر صوبہ اپنی من مانی اور سہل پسندی کی بنا پر نصاب کو درسی کتب پر لاگو نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ تدریسِ اردو کے مقاصد مکمل نہیں ہو رہے اور چاہے نصاب ۲۰۰۲ء کا ہو یا ۲۰۰۶ء کا، اس میں بھی اردو زبان کی ترویج اور فروغ کے حوالے سے عنوانات میں تبدیلی کی ضرورت ہے کیوں کہ منتخب کردہ مواد تدریسِ اردو کے مقاصد پورے کرنے سے قاصر ہے نیز درسی کتب کی ترتیب و تنظیم میں تبدیلی بھی اردو زبان کی ترویج کے لیے ضروری ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح کی درسی کتب چاہے وہ ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہو، چاہے ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق، اُس کی موجودہ ترتیب تدریسِ اردو کے مقاصد پورے نہیں کر رہی۔ چنانچہ مقالہ نگار کا یہ مفروضہ درست ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ ثانوی سطح کی درسی کتاب تدریسِ اردو کے مقاصد پورے نہیں کر رہی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ Https://books.google.com.pk 9:22am 22-10-2018

۲ Https:publicdomainreview.org 9:52am 22-10-2018

۳۔ معین الدین۔ ہم اردو کیسے پڑھائیں۔(نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۲۰۱۱ء)، ص ۱۶۲۔

۴۔ بختیار حسین صدیقی۔اقبال بحیثیت مفکرِ تعلیم۔(لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۸۳ء)، ص ۱۳۲۔

۵۔ ایضاً۔ ص ۱۶۴۔

۶۔ پرائمر (III) اردو قاعدہ،(لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۱۹۔۲۰۱۸)، ص ۲۰۔۲۲، ۲۳۔۲۶، ۲۷۔۳۰۔

۷۔ فوزیہ احسان فاروقی۔کلیاں۔(کراچی: آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۱۶ء)، ص ۱۶۔

۸۔ نصاب اردو (لازمی)۔ پہلی تا بارھویں جماعت۔(اسلام آباد: حکومتِ پاکستان، وزارتِ تعلیم، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۲۔

۹۔ ایضاً۔ ص ۶۸، ۶۹۔

۱۰۔ نصاب اردو (لازمی)۔ برائے جماعت یازدہم و دوازدہم۔(اسلام آباد: شعبۂ نصابیات، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۲۔۱۳۔

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۳۔

۱۲۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث۔(اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۴۴، ۱۴۵۔

۱۳۔ سلیمان اطہر۔ثانوی زبان کی حیثیت سے اردو کی تدریس۔(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء)، ص ۱۲۷۔

۱۴۔ عبدالستار ملک۔پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث۔(اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۲ء)۔ ص ۵۸

۱۵۔ نصاب اُردو (لازمی)۔ پہلی تا بارھویں جماعت۔ ص ۷۶ تا ۸۴۔

۱۶۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث۔ ص ۲۰۱۔

۱۷۔ اردو لازمی۔ گیارھویں جماعت کے لیے۔(پشاور: خیبر پختون خوا ٹیکسٹ بک بورڈ، ۱۹۔۲۰۱۸ء)، ص ۳۵۔

۱۸۔ ڈاکٹر وحید قریشی۔تعلیم کے بنیادی مباحث۔ ص ۲۰۱۔

چوتھا باب

صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح کے امتحانی طریق کار کا جائزہ

نصاب، تعلیمی نظام میں ایک بنیادی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے جس میں تدریسِ اردو کے بنیادی مقاصد، درسی کتب کا مواد، ترتیب و تنظیم نیز کتاب کے مؤلفین کے لیے ہدایات درج ہوتی ہیں۔ نصاب کی ہدایات کے مطابق مصنفین و مؤلفین، درسی کتب مرتب کرتے ہیں۔ اساتذہ، تدریسی مقاصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے درسی کتب کے مواد کو ایک مقررہ دورانیے کے اندر ختم کروانے کے پابند ہوتے ہیں۔ درسی کتاب، مکمل ہونے کے بعد ایک امتحان منعقد ہوتا ہے جس میں جائزہ لیا جاتا ہے کہ طلبا کس حد تک درسی کتاب سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر اس جائزے کے لیے ہر ایک سال کے بعد سالانہ امتحان منعقد ہوتا ہے۔ ہر ضلع کا اپنا ایک بورڈ ہوتا ہے جس کے تحت سالانہ امتحان منعقد ہوتا ہے۔ اُس ضلع کے دائرہ کار میں آنے والے تمام سرکاری کالجز بورڈ کے متعین کردہ طریقہ کار کے مطابق، طلبا کو امتحانات کی تیاری کرواتے ہیں۔ طریقۂ امتحان ترتیب دیتے وقت بورڈ اپنی حکمتِ عملی کو بروئے کار لاتا ہے۔ نصاب میں کیا موجود ہے؟ اور کیا موجود نہیں ہے اس سے بورڈ کے حکامِ بالا کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ آئے دن پیپر پیٹرن بدلتے رہتے ہیں جس سے اساتذہ کے ساتھ ساتھ طلبا بھی پریشان اور نالاں نظر آتے ہیں۔ پچھلے ابواب میں قومی نصاب ۲۰۰۲ء کے ساتھ اردو لازمی کی درسی کتاب کا موازنہ کیا گیا تو کافی حد تک کتاب کی ترتیب و تنظیم، نصاب میں مماثلت نظر آتی ہے۔ ابتدائی سطح سے ثانوی سطح تک صوبہ پنجاب کی اردو لازمی کی کتب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہیں۔ مگر اعلیٰ ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو لازمی کی کتاب ۲۰۰۲ء کے قومی نصاب کے مطابق ہے۔ گویا درسی کتابوں میں، نصاب کی ہدایات کے مطابق مشمولات ہیں مگر امتحانی طریقہ کار، کچھ حد تک درسی کتب کی مشقوں سے مماثلت رکھتا ہے مگر نصاب میں موجود تدریسِ اردو کے مقاصد پورا کرنے میں امتحانی طریقہ کار خلل انداز ہے۔ نصاب میں تدریسِ اردو کے مقاصد کا جائزہ پہلے باب میں لیا جا چکا ہے مگر جب امتحان میں نام آتا ہے تو نصابی مقاصد ہوا ہو جاتے ہیں۔ درسی کتب کا مواد بھی وہیں دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ کیوں کہ اردو لازمی کی درسی کتاب کی گیارھویں اور بارھویں جماعت میں موجود مشقوں کا کافی حصہ امتحان میں شامل نہیں ہے۔ اساتذہ کی بھی تمام تر توجہ امتحان کی کامیابی پر مرکوز ہوتی ہے اور طلبا کی صلاحیتوں کا تمام تر انحصار امتحان کی کامیابی پر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے املا کی درستگی، قواعد کو سیکھنا، یعنی تحریر و تقریر کی عمومی غلطیوں کو طلبا و اساتذہ دونوں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کیوں کہ مقصودِ نظر صرف امتحان کی کامیابی

ہوتی ہے۔ امتحانی طریقہ کار، طالب علم کی یادداشت جانچنا ہے۔ یہ طریقہ طالب علم کی ذہانت، تجربہ، تخلیقی و تنقیدی صلاحیتوں کی جانچ نہیں کرتا اور ظلم تو امتحانی طریقہ کار میں معروضی طرز کے پرچہ جات شامل کرنا ہے۔ انگریزی تہذیب کے زعم میں، ہمارے ہاں امتحانی طریقہ کار میں بھی انگریزی طرز کی تقلید نظر آتی ہے۔ وہ نظام امتحان جسے ہم جدید طریقہ کہتے ہیں دراصل طلبہ کی صلاحیتوں کا زوال ہے۔ جب تک طالب علم انشائیہ، بیانیہ، وضاحتی اور تشریحی طرز پر اپنے پرچہ جات کی تیاری کرتا رہا اُس کا علمی و ادبی ذوق بلند رہا۔ معروضی طرز، اردو لکھنے، پڑھنے، بولنے میں خلل انداز ہے۔ پہلے ایک سوال کا جواب لکھنے کے لیے طالب علم متعلقہ کتب سے رہنمائی بھی لیتا تھا اور تشریحی/وضاحتی، جملوں کی صورت میں جواب لکھ کر اردو لکھنے میں بہتر نتائج حاصل کرتا تھا مگر اب معروضی طرز کی وجہ سے وہ صرف ممکنہ جوابات رٹ کر، امتحان میں درست جواب کے دائرے کو مار کر سے پُر کر دیتا ہے۔ امتحانی طریقہ کار میں تبدیلی، اردو زبان کی تقریری و تحریری صلاحیتوں کو بہتر بنانے کے لیے بے حد ضروری ہے۔

اعلیٰ ثانوی سطح پر نصابی مقاصد کی جانچ کے طریقے

نصابی مقاصد کی ترتیب سے لے کر کمرۂ جماعت میں اُستاد و طلبا کے باہمی رابطے سے درسی کتاب کا مواد مکمل ہونے تک کا سفر ہی نصابی مقاصد کے حصول کا سفر ہے لیکن یہ مقاصد کس حد تک حاصل ہوئے ہیں اس کے لیے ایک جائزہ، جانچ، پیمائش اور عُرفِ عام میں امتحان لینا بے حد ضروری ہے۔ طلبا کا داخلہ امتحان کے ذریعے لیا جاتا ہے، دورانِ تدریس، اُستاد ساختہ ٹیسٹ لیے جاتے ہیں جو زبانی، معروضی اور مختصر کسی بھی طرز کے ہو سکتے ہیں۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر طلبا کے داخلے میرٹ کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ ہر کالج چند اصول و قواعد کے پیشِ نظر طلبا کے داخلے کرتا ہے۔ پنجاب بھر میں بورڈ کی جانب سے وصول کردہ تواریخ اور قوانین کے تحت داخلے کیے جاتے ہیں۔ تعلیمی دورانیہ زیادہ سے زیادہ آٹھ ماہ پر مشتمل ہوتا ہے جس میں سبقی خاکے مطابق اساتذہ اپنا کورس مکمل کرواتے ہیں۔ دورانِ تدریس کالجوں میں درج ذیل تحریری ٹیسٹ لیے جاتے ہیں۔

ا۔ ماہانہ ٹیسٹ

۲۰۱۸ء میں اعلیٰ ثانوی سطح پر کالجوں میں ماہانہ ٹیسٹ لیے جاتے ہیں جن کا انعقاد ہر ماہ کے آخر میں کیا جاتا ہے اور اساتذہ اس تحریری ٹیسٹ میں طلبا سے ہر ماہ کے سبقی خاکے کے تکمیل کردہ مواد کا تحریری ٹیسٹ لیتے ہیں۔ یہ ٹیسٹ پچاس (۵۰) نمبروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس ٹیسٹ سے حاصل ہونے والے نتائج طلبا کے حاضری رجسٹر میں درج کر دیئے جاتے ہیں۔ ان نتائج کا گوشوارہ علیحدہ بھی بنایا جاتا ہے۔ یہ ٹیسٹ معروضی اور موضوعی دونوں طرز کا ہوتا ہے۔ ماہانہ ٹیسٹ

نہ صرف طلبا کی یادداشت کی جانچ کرتا ہے بلکہ اُسے سالانہ امتحان کے لیے تیار بھی کرتا ہے۔ حکامِ بالا سے ہدایات موصول ہوتی ہیں جن کے تحت ٹیسٹ کے شیڈول اور نمبروں کی تقسیم میں تبدیلی کی جاتی ہے مگر تحریری ٹیسٹ ضروری لیے جاتے ہیں۔

۲۔ داخلہ ٹیسٹ

یہ ٹیسٹ سو (۱۰۰) نمبروں پر مشتمل ہوتا ہے اور امتحانی طریقہ کار کے مطابق یہ تحریری ٹیسٹ ترتیب دیا جاتا ہے تاکہ طلبا آنے والے سالانہ امتحان کی تیاری مکمل طور پر کر سکیں۔ سوالات کی ترتیب و تنظیم بورڈ کے مہیا کردہ پرچہ جات کے نمونے پر کی جاتی ہے۔ اس ٹیسٹ میں کامیاب ہونے والے طلبا گیارھویں/بارھویں جماعت کے سالانہ پرچہ جات میں شامل ہونے کے اہل قرار پاتے ہیں۔ اس کامیابی کے ساتھ طلبا کے ستر فیصد (۷۰ فیصد) حاضری بھی ضروری ہوتی ہے۔

۳۔ پری بورڈ ٹیسٹ

سالانہ امتحان کے انعقاد سے قبل جب کہ طلبا سبقی مواد مکمل طور پر پڑھ چکے ہوتے ہیں کالجوں میں ایک پری بورڈ ٹیسٹ منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ ٹیسٹ بھی بورڈ کے پرچہ جات کے نمونے پر ترتیب دیا جاتا ہے لیکن اس ٹیسٹ میں درسی کتاب کا سارا مواد شامل کیا جاتا ہے تاکہ طلبا پوری کتاب کی تیاری، سالانہ امتحان سے قبل کر لیں۔

یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ کوئی بھی امتحان زبانی طرز کا نہیں اور نہ ہی املا و خوش خطی کا کوئی امتحان اس سطح پر طلبہ سے لیا جاتا ہے۔ طلبا کے سالانہ امتحانات میں بھی معروضی/موضوعی پرچہ لیا جاتا ہے، زبانی امتحان اس سطح پر نہیں لیا جاتا۔ حالاں کہ قومی نصاب ۲۰۰۶ء میں زبانی امتحان کے لیے واضح ہدایات موجود ہیں:

> "تدریسِ اردو کے امتحانوں میں بول چال اور تقریری صلاحیتوں کا جائزہ لینے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زبان میں گفتگو اور تقریر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے لیکن اس کا امتحان نہ ہونے کی وجہ سے اساتذہ اس کی تربیت کے لیے مناسب توجہ نہیں دیتے۔ پہلی بار تقریر و گفتگو کا عنصر بھی امتحان کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ اس کے لیے ۲۵ فیصد نمبر رکھے جائیں تاکہ طلبہ کا تلفظ، لب و لہجہ، روانی، حسنِ بیان اور زورِ خطابت جانچا جا سکے۔ درسی کتاب کے اسباق میں بھی اس پہلو کا اہتمام کیا جائے کہ اس کا امتحان لیا جائے گا۔ زبانی امتحان میں بھی کم از کم ایک چوتھائی معروضی سوالات شامل ہوں۔ بورڈ کی سطح پر زبانی امتحان کا الگ سے پرچہ ہو۔"[۱]

زبانی امتحان کا پرچہ شامل کرنا ایک اچھی تجویز ہے لیکن اس میں صرف طلبا کا تلفظ اور لب و لہجہ یا روانی کی جانچ لی جائے تو بہتر ہوگا۔ ورنہ ہر طالب علم کے اندر خطابت کی خصوصیت موجود نہیں ہوتی لیکن یہ ایک بڑا المیہ ہے کہ ۲۰۰۶ء کا نصاب اعلیٰ ثانوی سطح پر تاحال لاگو نہیں ہو سکا۔

قومی نصاب ۲۰۰۲ء میں امتحانی نقطۂ نظر سے نمبروں کی تقسیم یوں کی گئی ہے۔ بورڈ کے پرچہ جات اسی تقسیم کے تحت بنائے جاتے ہیں:-

امتحانی نقطۂ نظر سے موضوعات کی تقسیم

سالِ اوّل

حصہ نثر

مضامین	۱۰ نمبر
طنز و مزاح	۱۰ نمبر
علاقائی ادب/افسانہ	۵ نمبر
مکاتیب	۵ نمبر

حصہ نظم

نظم	۱۵ نمبر
غزل	۱۰ نمبر

قواعد و انشا

روداد/مکالمہ	۱۰ نمبر
تلخیص	۱۰ نمبر
درخواست/رسید	۱۰ نمبر
قواعد	۱۵ نمبر

سالِ دوم

حصہ نثر

مضامین	۱۰ نمبر
سوانح/شخصیات نگاری	۱۰ نمبر
ناول/ڈرامہ	۵ نمبر
سفر نامہ	۵ نمبر

حصہ نظم

نظم	۱۵ نمبر
غزل	۱۰ نمبر

قواعد و انشا

مضمون	۲۰ نمبر
خط/آپ بیتی	۱۰ نمبر
قواعد	۱۵ نمبر

امتحانی نقطۂ نظر سے نمبروں کی تقسیم

سالِ اوّل		سالِ دوم	
دیے گئے اقتباس کی سیاق و سباق کے حوالے سے تشریح	۱۰ نمبر	دیئے گئے اقتباس کی سیاق و سباق کے حوالے سے تشریح	۱۰ نمبر
سبق کا خلاصہ	۱۰ نمبر	سبق کا خلاصہ	۱۰ نمبر
اسباق پر سوالات	۵ نمبر	اسباق پر سوالات	۵ نمبر
نظم کی تشریح	۱۰ نمبر	نظم کی تشریح	۱۰ نمبر
غزل کی تشریح	۱۰ نمبر	غزل کی تشریح	۱۰ نمبر
نظم کا خلاصہ	۵ نمبر	نظم کا خلاصہ	۵ نمبر

قواعد و انشا		قواعد و انشا	
روداد/مکالمہ/روزنامچہ	۱۰ نمبر	مضمون	۲۰ نمبر
تلخیص	۱۰ نمبر	خط/آپ بیتی	۱۰ نمبر
درخواست/رسید	۱۰ نمبر	قواعد	۱۵ نمبر
قواعد	۱۵ نمبر		

نوٹ: جہاں ممکن ہو معروضی طرز کے سوالات شامل کیے جائیں۔[۲]

صوبہ پنجاب کے تمام بورڈ بشمول راولپنڈی بورڈ، ملتان بورڈ، بہاولپور بورڈ، ڈی۔جی۔خان بورڈ، فیصل آباد بورڈ گوجرانوالہ بورڈ، لاہور بورڈ اور سرگودھا بورڈ سب کے امتحانی پرچہ جات ایک ہی طرز پر ترتیب دیے جاتے ہیں۔ راولپنڈی بورڈ، ۲۰۱۲ء کے اردو لازمی کے پرچے میں ۲۰ فیصد حصہ معروضی اور ۸۰ فیصد حصہ موضوعی ہے۔ اس پرچے کا معروضی حصہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

۱۔(الف) مختصر جواب تحریر کریں۔(۵)

۱۔ محمد بن قاسم کون تھا؟

۲۔ کلکتہ سے بیگم اختر ریاض الدین کا کیا تعلق تھا؟

۳۔ بیگم اختر ریاض الدین کا استقبال کس نے اور کیسے کیا؟
۴۔ کیا سبب تھا کہ مولانا توند سے محروم تھے؟
۵۔ صبحِ صادق کے وقت مولانا ظفر علی خان کے معمولات کیا تھے؟

(ب) مطابقت اور حروف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جملوں کو درست کیجیے۔ (۵)

۱۔ تیز چلو چنانچہ گاڑی سے رہ جاؤ گے۔
۲۔ جو لکھے وہی مٹائے۔
۳۔ آپ آؤ گے تو اُن کے گھر چلیں گے۔
۴۔ جو کمائے گا تو کھائے گا۔
۵۔ جب وہ چلا گیا سو میں نے دروازہ بند کر لیا

(ج) رابطہ کی تعریف کیجیے۔ علامت کی نشاندہی کرتے ہوئے دو مثالیں دیجیے۔ (۵)

(د) مصادر کو بطور امدادی افعال اپنے جملوں میں استعمال کیجیے۔

رہنا۔ ہونا۔ کرنا۔ رکھنا۔ پڑنا

مندرجہ بالا سوالات کے جوابات طلبا جملے کی صورت میں لکھتے یعنی اپنی تحریری صلاحیتوں کا استعمال کرتے تھے۔ دوسرے سوال میں مطابقت اور حروف کے صحیح استعمال کے پیش نظر جملوں کی درستگی شامل ہے۔ اس کا جواب بھی طلبا جملہ لکھ کر دیتے تھے۔ اگلا سوال رموزِ او قاف پر مشتمل ہے کہ کسی ایک علامت کی تعریف، علامت کی نشان دہی اور مثالیں تحریر کرنا شامل ہے اور اگلا جزو امدادی افعال کو جملوں میں استعمال کرنے سے متعلق ہے۔

اگر ان سوالات کا جائزہ لیا جائے تو اس میں طلبا کی ذہنی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ تحریری صلاحیتیں بھی استعمال ہو رہی ہیں۔ سوالات کے جوابات جملوں کی صورت میں تحریر کرنا، جملوں کی درستگی تحریری صورت میں کرنا، رموزِ او قاف کی تعریف تشریحی، وضاحتی یا بیانیہ انداز میں کرنا نیز امدادی افعال کو جملوں میں استعمال کرنا، پرچہ جات کا یہ انداز طلبہ کی اردو املا کی صلاحیتوں کو بھی بہتر بناتا ہے اور جملوں کی صورت میں جوابات تحریر کر کے طلبا اردو رواں لکھنے میں بھی مہارت حاصل کرتا ہے۔ ۲۰۰۲ء سے قبل جب کہ معروضی طرز کے سوالات امتحان میں شامل نہیں تھے طلبا وضاحت سے سوالات کے جواب تحریر کرتے تھے۔ مقالہ نگار نے بھی اُسی طرز پر پڑھا ہے۔ یہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ تشریحی و توضیحی جوابات لکھنے سے تحریری صلاحیتوں کو جِلا ملتی ہے جتنا قلم رواں چلتا ہے اُتنی تحریری استعداد بڑھتی ہے۔ اردو زبان کے پرچہ

جات میں معروضی سوالات کی شمولیت چاہے طریقِ تدریس کو آسان بنائے، چاہے اساتذہ اور طلبہ کی مشقت کم سے کم ہو لیکن یہ طریقہ اردو زبان کے امتحان کے لیے قطعاً موزوں نہیں کیوں کہ تدریسی عمل کی تمام تر مشقت صرف اور صرف امتحان کی تیاری پر مرکوز ہوتی ہے۔ تدریسی عمل میں اعلیٰ ثانوی سطح پر اردو زبان کی ترویج کے لیے کوششیں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ یہ المیہ نہ تو اربابِ اختیار کے لیے ہے اور نہ ہی نصاب مرتب کنندگان کے لیے، نہ تو اساتذہ کو اس کی فکر ہے اور نہ ہی طلبا اس کے لیے پریشان ہیں بلکہ یہ المیہ تو صرف قومی زبان کے لیے۔ یہ تو ۲۰۰۶ کے ایک پرچے کی تفصیل ہے اگلے چند سالوں تک پرچہ جات اسی طرز پر بنائے جاتے رہے لیکن پھر ۲۰۱۳ء میں بورڈ کے حکام اعلیٰ نے اردو کے پرچہ جات کے ۲۰ فیصد حصے کو مکمل معروضی طرز میں ڈھال دیا۔ پرچہ جات کا یہ طریقہ کار ابھی تک رائج ہے جس میں ہر سوال کے آخر میں چار ممکنہ جوابات دیئے جاتے ہیں اور طالب علم اُن سوالات میں سے درست جواب کے شروع میں (✓) کا نشان لگا دیتے ہیں۔ ایسے سوالات اردو لازمی گیارھویں اور بارھویں دونوں جماعتوں میں موجود ہیں۔ مثال کے طور پر سالِ اوّل کی اُردو کی کتاب میں شامل سبق کی مشق کا سوال یُوں ہے:- ''اپنی مدد آپ'' کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے جواب کے شروع میں (✓) کا نشان لگائیں۔

i۔ ''خدا اُن کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں'' یہ ایک نہایت عمدہ اور آزمودہ

(الف) کہاوت ہے　　(ب) مقولہ ہے

(ج) ضرب المثل ہے　　(د) محاورہ ہے [۳]

امتحان میں طلبہ کو سوال بھی دیا جاتا ہے اور ساتھ جواب بھی دیا جاتا ہے۔ اس طرز پر تیاری کرنے سے وقت کا ضیاع کم اور ذہنی صلاحیتوں کا استعمال بھی کم ہوتا ہے مگر معروضی طرز نے تو اردو زبان کے ساتھ سوتیلی ماں والا سلوک کیا بلکہ اردو زبان کی کایا ہی پلٹ دی۔

نصاب، درسی کتاب اور امتحانی طریقہ کار پر سیر حاصل بحث کے بعد یہ کہنا درست ہے کہ اصلاح کی ضرورت صرف امتحانی طریقہ کار میں نہیں۔ نہ ہی تنہا نصاب کو درست کرنے سے نظامِ تعلیم بہتر ہو گا اور نہ ہی درسی کتاب کی ترتیب و تنظیم میں تبدیلی کوئی انقلاب لا سکتی ہے بلکہ پورے معاشرے میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اصل چیز امتحانی طریقہ کار نہیں ہے بلکہ ہماری اخلاقی اقدار زوال پذیر ہیں۔ معیارِ اخلاق نہ ہمارے تعلیمی اداروں میں باقی رہا ہے اور نہ ہی افرادِ ملت میں۔ امتحانی نظام تو بے حد بگڑ چکا ہے۔ امتحانوں میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے، امتحانی مراکز میں نقل کا رجحان، بڑھ چکا ہے۔ کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے ایٹم بم کی ضرورت نہیں بلکہ طلبا کو امتحانات میں نقل کرنے کے وسائل مہیا و ارزاں کر دیئے

جائیں تو وہ قوم خود ہی زوال پذیر ہو جائے گی۔ مقامِ حیرت ہے کہ امتحانی مراکز کے منتظمین اور ممتحین کو رشوت اور سفارش کے ذریعے خرید لیا جاتا ہے۔ اپنی مرضی سے امتحانی مراکز کے اندر پرچے حل کروائے جاتے ہیں۔ لائق اور غریب ہونہار طلبا کا حق بھی مارا جاتا ہے۔ بااثر افراد، تعلیمی ادارے میں اپنے بچوں کی تعلیمی سرگرمیوں کی طرف توجہ نہیں دیتے بلکہ رشوت اور سفارش کے ذریعے اپنے بچوں کو کامیابی دلواتے ہیں۔

اعلیٰ ثانوی سطح پر پہلے دو سالوں بعد ایک امتحان لیا جاتا تھا اب ہر سال بعد ایک امتحان، بلکہ سمسٹر سسٹم بھی رواج پا گیا ہے۔ ماہانہ ٹیسٹ، پری بورڈ ٹیسٹ اور دسمبر ٹیسٹ جن سے طلبا ذہنی اور جسمانی تھکان کا شکار ہوتے ہیں۔ اساتذہ ماہانہ ٹیسٹ لیتے جاتے ہیں، پرچہ جات چیک کرتے ہیں اور لسٹوں پر لسٹیں بنائی جاتی ہیں۔ صرف یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ تعلیمی نظام بہت بہتر ہے۔ دراصل جب ایک امتحان پورے دو سال بعد لیا جاتا تھا اور سہ ماہی ٹیسٹ بھی منعقد ہوتے تھے تب اساتذہ کرام کو املا، تلفظ اور طلبا کی اخلاقی تربیت کے لیے بہت سارا وقت مل جاتا تھا اب ایک ٹیسٹ ختم ہوتا ہے اور اس کے نتائج مرتب ہونے تک دوسرے ٹیسٹ کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف کاغذ، سیاہی اور وقت کا ضیاع ہے۔ اس سے نظام بہتر نہیں بلکہ ابتر ہوتا جا رہا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

> ''معیارِ تعلیم کی اصل اور بنیادی جڑیں شعبۂ تدریس، نصاب اور کاپیوں کی جانچ پڑتال کے علاوہ ایک بڑی حد تک اس اخلاقی ڈھانچے پر منحصر ہیں، جو ہمارے ہاں بہت حد تک برباد ہو چکا ہے۔ اچھا معاشرہ ہی اچھے اُستاد پیدا کر سکتا ہے۔ اچھا معاشرہ ہی اچھے ممتحن اور اچھے نگرانِ امتحان پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے بغیر جو اصلاح بھی ہو گی وہ جزوی ہو گی اور اس کے اثرات بھی عارضی ہوں گے...... لیکن یہ ایک بڑا سوالیہ نشان ہے کہ اصلاح کہاں سے شروع ہو؟...... اصلاح کا عمل فرد کی ذات سے شروع ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے نہ تو کوئی دستخط کر کے بنا بنایا ضابطہ اخلاق نافذ ہو گا اور نہ امتحانوں کے نگرانوں سے حلف نامہ لے کر نیک نیتی کو بحال کیا جا سکتا ہے۔ اصلاح کی ابتدا تو ہر فرد کو اپنے آپ سے کرنا ہو گی۔''[۴]

صوبہ پنجاب کے ہر بورڈ کے پرچہ میں معروضی سوالات کے حل کے لیے ایک علیحدہ صفحہ دیا جاتا ہے جسے ''ببل شیٹ (Bubble Sheet) کہا جاتا ہے۔ معروضی سوالات کے لیے معروضی طرز کے پرچے پر جوابات کے لیے A,B,C,D میں سے درست جواب کو منتخب کرنا ہوتا ہے اور اس جواب کے لیے ببل شیٹ پر ہر سوال کے جواب کے لیے A,B,C,D کو دائروں میں لکھا جاتا ہے اور درست جواب کے دائرے کو مارکر سے بھرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ طلبا ایسے ہی دائروں کو جن میں صفر سے دس تک ہندسے لکھے ہوتے ہیں اپنے رول نمبر والے دائرے کو پُر کرتے ہیں۔ جب صوبہ پنجاب میں یہ طریقہ پہلی دفعہ متعارف کروایا گیا تو طلبا اور اساتذہ دونوں کو انتہائی دِقّت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ انداز اپنانا

ایک سیدھی سمت پر بہتے ہوئے دریا کے دھارے کا رُخ بدلنے کے مترادف تھا۔ ابھی بھی طلبا اور اساتذہ دورانِ امتحان ان کو پُر کروانے میں مشکل کا سامنا کرتے ہیں اور اکثر رول نمبر کا غلط اندراج کر دیتے ہیں۔ اس نئے طریقہ کار کو متعارف کروانے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔ کیوں کہ اس کے بغیر بھی تعلیمی نظام پہلے ہی چل رہا تھا اور بہتر طریقے سے چل رہا تھا۔ صوبہ پنجاب کے راولپنڈی بورڈ کے ۲۰۱۸ء کے اردو لازمی کے سالِ اول/دوم کے معروضی و موضوعی پرچہ جات نیز ببل شیٹ کا نمونہ بھی ذیل میں دیا جا رہا ہے۔ اُس کے بعد کے۔پی۔کے اور فیڈرل بورڈ، اسلام آباد کے ۲۰۱۸ء کے پرچہ جات بھی دیے جا رہے ہیں تاکہ اُن کے تقابل و موازنے سے امتحانی طریقہ کار کا جائزہ لیا جا سکے۔

راولپنڈی بورڈ معروضی اور موضوعی پرچہ ۲۰۱۸ء

راولپنڈی کا سالِ اول کا معروضی طرز کا پرچہ حسبِ ذیل ہے:

رول نمبر__________ اُمیدوار خود پُر کرے۔

کل نمبر:20	(معروضی طرز)	وقت:20منٹ

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A،B،C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں سے درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرہ کو مار کر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

1۔ کتاب سے کیا مراد ہے؟
(A) تحریر شدہ باتیں (B) بخاری شریف
(C) قرآن مجید (D) سرمایہ اردو

2۔ اگر تم فاتح ہو تو کس پر نظر دوڑاؤ؟
(A) محمد بن قاسم (B) محمود غزنوی
(C) صلاح الدین ایوبی (D) فاتح بدر و حنین

3۔ ابوالقاسم کس شہر میں پیدا ہوئے؟
(A) الزہرا (B) قرطبہ
(C) مدینہ (D) دمشق

4۔ افسانہ سفارش کا مصنف کون ہے؟
(A) غلام عباس (B) پریم چند
(C) احمد ندیم قاسمی (D) مشتاق یوسفی

5۔ لاہور تک پہنچنے کے کتنے راستے ہیں؟
(A) چھ (B) پانچ
(C) تین (D) دو

6۔ غزل اور قصیدہ میں:
(A) قافیہ ضروری نہیں (B) قافیہ ضروری ہے
(C) قافیہ کا استعمال شاعر کی مرضی ہے (D) قافیہ صرف ایک بار آتا ہے

7۔ کوئی امید بر نہیں آتی کوئی صورت نظر نہیں آتی اس شعر میں ردیف ہے:
(A) کوئی (B) اُمید بر
(C) نہیں آتی (D) ردیف استعمال نہیں ہوئی

8۔ مطلع کے لغوی معنی ہیں:
(A) آغاز کرنا (B) طلوع ہونے کی جگہ
(C) اطلاع کرنا (D) ختم کرنا

9۔ مقطع کے لغوی معنی ہیں:
(A) کاٹنے کی جگہ (B) طلوع ہونے کی جگہ
(C) اطلاع کرنا (D) ختم کرنا

10۔ قافیہ کے لغوی معنی ہیں:
(A)آگے جانے والا (B)پیچھے چلنے والا
(C)سبقت لے جانے والا (D)نکلنے کی جگہ

11۔ تلمیح کس زبان کا لفظ ہے؟
(A)فارسی (B)عربی
(C)اردو (D)ہندی

12۔ ارکانِ استعارہ کی تعداد کتنی ہے؟
(A)تین (B)دو
(C)چار (D)ایک

13۔ آ رہی ہے چاہِ یوسف سے صدا دوست یاں تھوڑے ہیں اور بھائی بہت چاہِ یوسف ہے:
(A)تشبیہ (B)استعارہ
(C)تلمیح (D)کنایہ

14۔ تشبیہ کے لغوی معنی ہیں:
(A)برابر قرار دینا (B)مانند قرار دینا
(C)مخالف معنی میں استعمال کرنا (D)ہم معنی ہونا

15۔ بلی کی کھال ریشم کی طرح ملائم ہے۔اس میں ملائم ہے:
(A)مشبہ (B)مشبہ بہ
(C)وجہ تشبیہ (D)حرفِ تشبیہ

16۔ مرض............جوں جوں دوا کی۔
(A)بڑھتے گئے (B)بڑھتی گئی
(C)بڑھتا گیا (D)بڑھتی رہی

17۔ اس کنوئیں کا پانی............ہے۔
(A)کھاری (B)کھارا
(C)کھارو (D)کھارے

18۔ مجھے پانچ روپے............زعفران دو۔
(A)کے (B)کی
(C)کا (D)کو

19۔ دو روپے............لونگ لے آؤ۔
(A)کی (B)کے
(C)کا (D)کو

20۔ ہمیں لالچ نہیں............چاہیے۔
(A)کرنا (B)کرنی
(C)کرنے (D)رکھنی

ببل شیٹ کا نمونہ درج ذیل ہے:-

بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن دستخط نائب ناظم رول نمبر (الفاظ میں)	For writing Your Roll Number fill the circles with blue marker or pen اپنا رول نمبر واضح کرنے کے لیے درج ذیل دائروں کو نیلے مارکر یا پین سے بھر دیں۔
دستخط امیدوار	ROLL NO. □□□□□□
امتحان □میٹرک □پارٹ I □سالانہ □انٹر میڈیٹ □پارٹ II □ضمنی گروپ □صبح □شام تاریخ مضمون پرچہ	⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ⓪ ① ① ① ① ① ① ② ② ② ② ② ② ③ ③ ③ ③ ③ ③ ④ ④ ④ ④ ④ ④ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑤ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑥ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑦ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑧ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑨ ⑩ ⑩ ⑩ ⑩ ⑩ ⑩

To answer the question, fill the relevant circles with blue marker or pen

سوال کا جواب دینے کے لیے متعلقہ دائرے کو نیلے مارکر یا پین سے بھر دیں:

1.	① ② ③ ④	11.	① ② ③ ④
2.	① ② ③ ④	12.	① ② ③ ④
3.	① ② ③ ④	13.	① ② ③ ④
4.	① ② ③ ④	14.	① ② ③ ④
5.	① ② ③ ④	15.	① ② ③ ④
6.	① ② ③ ④	16.	① ② ③ ④
7.	① ② ③ ④	17.	① ② ③ ④
8.	① ② ③ ④	18.	① ② ③ ④
9.	① ② ③ ④	19.	① ② ③ ④
10.	① ② ③ ④	20.	① ② ③ ④

راولپنڈی بورڈ سالِ اوّل موضوعی طرز کا پرچہ درج ذیل ہے۔

رول نمبر____________ اُمیدوار خود پُر کرے۔

وقت: 2:40 گھنٹے (انشائی طرز) کل نمبر: 80

(حصہ اول)

سوال نمبر 2: (الف) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے۔ 10=1+1+4+1

ان کواکب کے عوض، ہوں گے نئے انجم طلوع ان دنوں رخشندہ تر، یہ آسماں ہو جائے گا

پھر نئے محمود ہوں گے حامیِ دینِ متیں بچہ بچہ، غیرتِ الپ ارسلاں ہو جائے گا

(ب) درج ذیل اشعار کی الگ الگ تشریح کیجیے اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے۔ 10=1+(3x3)

یہ جو دو آنکھیں، مُند گئیں میری اس پہ وا ہوتیں، ایک بار اے کاش!

کن نے اپنی مصیبتیں نہ گِنیں رکھتے میرے بھی غم، شمار اے کاش!

جان آخر تو جانے والی تھی اس پہ کی ہوتی، میں نثار اے کاش!

(حصہ دوم)

سوال نمبر 3: سیاق و سباق کے حوالے سے کسی ایک جزو کی تشریح کیجیے۔ مصنف کا نام اور سبق کا عنوان بھی تحریر کیجیے۔

15=1+1+10+3

(الف) سیر چشمی اور فراخ حوصلگی سرسید کے خاص اوصاف میں سے تھے۔ انھوں نے کمائی سے نہ کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نہ اولاد کے لیے کوئی جائیداد خریدی بلکہ جو کچھ کمایا اس کو یا اپنی ضروری آسائش اور سچی عزت اور نیک نامی کے ذرائع میں صرف کیا یا کنبے کی خبر گیری، مستحقوں کی امداد، اولاد کی تعلیم، ملک اور قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت میں اُٹھایا۔ ابتدا سے ان کا یہ حال رہا کہ جس کام کی لہر ان کے دل میں اُٹھی اُس پر روپیا صرف کرنے میں انہوں نے کبھی پس و پیش نہیں کیا۔

(ب) تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کے واسطے فراہم ہوئے ہیں مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھارے ہی قصائد پڑے ہیں۔ نواب صاحب کی غزلیں بھی اسی طرح دھری ہوئی ہیں۔ برسات کا حال تمھیں بھی معلوم ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میرا مکان گھر کا نہیں ہے، کرائے کی حویلی میں رہتا ہوں۔ جولائی سے مینہ شروع ہوا۔ شہر میں سیکڑوں مکان گرے اور مینہ کی نئی صورت دن رات میں دو چار بار برسے اور ہر بار اس زور سے کہ ندی نالے بہہ نکلیں۔ بالا خانے کا جو دالان میرے اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، جینے مرنے کا محل ہے اگرچہ گرا نہیں لیکن چھت چھلنی ہو گئی ہے۔ مالک مرمت کی طرف متوجہ نہیں۔ کشتیِ نوح میں تین مہینے رہنے کا اتفاق ہوا۔ اب نجات ہوئی ہے۔ نواب صاحب کی غزلیں اور تمھارے قصیدے دیکھے جائیں گے۔

سوال نمبر 4: درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے۔ 10=1+9

(الف) اوورکوٹ (ب) اُسوۂ حسنہ ﷺ

سوال نمبر 5: میر انیس کی نظم "میدان کربلا میں صبح کا منظر" کا خلاصہ تحریر کیجیے 05

سوال نمبر 6: دو دوستوں کے درمیان بڑھتی ہوئی مہنگائی کے موضوع پر مکالمہ تحریر کیجیے۔ 10

(یا) کالج میں یومِ اقبال کی تقریب کی روداد تحریر کیجیے۔

سوال نمبر 7: چیئر مین بورڈ کے نام حصولِ سند کی درخواست لکھیے۔ 10

سوال نمبر 8: درج ذیل عبارت کی تلخیص کیجیے اور مناسب عنوان بھی تحریر کیجیے۔ 10=2+8

دراصل دنیا ایک عمل گاہ ہے جہاں انسان کا ایک ایک لمحہ قدرت کے زیرِ اثر ہے اور وہ دیکھتی رہتی ہے کہ انسان نے کیا سیکھا اور کیا فراموش کیا۔ انسان کی قدرت صرف عمل کے حسن کی وجہ سے ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کریں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مہلت میں سعی اور کوشش کر کے اپنی دنیا و آخرت سنواریں۔ جو انسان محنت کو اپنا نصب العین نہیں بناتا اور سعی و کوشش ترک کر کے تن آسانی کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے اور تیغ و سناں کو چھوڑ کر طاؤس و رباب کو اپنی زندگی بنالیتا ہے اور ہر وقت بے مصرف رہتا ہے تو ایسا انسان شیطان کا آلہ کار بن جاتا ہے اور وہ کسی بھی طرح فتنوں کی یلغار کا مقابلہ نہیں کر پاتا۔

راولپنڈی بورڈ سالِ دوم کا معروضی طرز کا پرچہ درج ذیل ہے:

رول نمبر__________ اُمیدوار خود پُر کرے۔

کل نمبر:20	(معروضی طرز)	وقت:20منٹ

نوٹ: ہر سوال کے چار ممکنہ جوابات A،B،C اور D دیے گئے ہیں۔ جوابی کاپی پر ہر سوال کے سامنے دیے گئے دائروں میں سے درست جواب کے مطابق متعلقہ دائرکو مارکر یا پین سے بھر دیجیے۔ ایک سے زیادہ دائروں کو پُر کرنے یا کاٹ کر پُر کرنے کی صورت میں مذکورہ جواب غلط تصور ہوگا۔

- (الف) درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

1۔ سبق "مولانا ظفر علی خاں" کس کتاب سے ماخوذ ہے؟
(A)چند ہم عصر (B)گنج ہائے گراں مایہ
(C)مردِ دیدم (D)دھنک پر قدم

2۔ قاضی یحییٰ بن منصور کے بیٹے کا نام تھا:
(A)عبداللہ (B)منصور
(C)علی (D) زبیر

3۔ شاہد احمد دہلوی نے مولوی نذیر احمد کو آخری بار کتنی عمر میں دیکھا؟
(A)پانچ برس کی عمر میں (B)سات برس کی عمر میں
(C)آٹھ برس کی عمر میں (D)دس برس کی عمر میں

4۔ اکبری کی شادی ہوئی تھی:
(A)محمد کامل سے (B)محمد عاقل سے
(C)محمد اکمل سے (D)محمد اجمل سے

5۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی پھوپھی تھیں:
(A)اُم عمر (B)اُم عمارہ
(C)اُم کلثوم (D)اُم حبیبہ

- مطابقت اور حروف کے صحیح استعمال کو پیش نظر رکھتے ہوئے درست جواب کا انتخاب کیجیے۔

6۔ قمیص شلوار یہاں.........
(A)رکھی ہے (B)رکھا ہے
(C)رکھے ہیں (D)رکھے ہو

7۔.........محنت کرو گے تو پاس ہو جاؤ گے۔
(A)چونکہ (B)خواہ
(C)اگر (D)کیونکہ

8۔ محنت کرو.........یہی کامیابی کی کنجی ہے۔
(A)کہ (B)جب کہ
(C)چونکہ (D)چنانچہ

9۔ "تعزیراتِ پاکستان" چھپ.........
(A)گئے ہیں (B)چکے ہیں
(C)گیا ہے (D)گئی ہے

10۔ ہم نے جتنے خربوزے خریدے سب کو........پایا:
(A) پھیکے
(B) پھیکے جیسے
(C) پھیکا
(D) پھیکا پن

• درست رموزِ اوقاف کا انتخاب کیجیے۔

11۔ ؟ علامت ہے:
(A) واوین کی
(B) سوالیہ کی
(C) سکتہ کی
(D) خط کی

12۔ ندائیہ کی تعریف ہے:
(A) جذبات کا اظہار
(B) فقرے کی تکمیل
(C) کسی کو پکارنا
(D) مختصر ٹھہراؤ

13۔ سکتہ کی تعریف ہے:
(A) سب سے کم ٹھہراؤ
(B) مکمل ٹھہراؤ
(C) وقفہ سے زیادہ ٹھہراؤ
(D) بات مکمل کرنا

14۔ علامت ختمہ استعمال ہوتی ہے:
(A) سکتہ سے زیادہ ٹھہراؤ کے لیے
(B) جملہ مکمل ہونے کے بعد
(C) مخاطب کرنے کے لیے
(D) بات کی وضاحت کے لیے

15۔ علامت ہے:
(A) رابطہ کی
(B) تفصیلیہ کی
(C) وقفہ کی
(D) ندائیہ کی

*درست امدادی افعال کا انتخاب کیجیے:

16۔ پانا:
(A) وہ ابھی کام ختم نہیں کر پایا
(B) محسن نے اپنا مقصد پالیا
(C) اُس نے انعام پایا ہے
(D) مزدور نے مہینے کے بعد تنخواہ پائی

17۔ ہونا:
(A) کاش! تم نے میری بات مانی ہوتی
(B) شیر جنگل میں ہوتا ہے
(C) تم کون ہو
(D) تمہارا کام ہو گیا ہے

18۔ ڈالنا:
(A) کپڑے بیگ میں ڈال دو
(B) تیری جدائی نے مار ڈالا
(C) پانی جگ میں ڈالنا
(D) ہم نے مل بھنگڑا ڈالا

19۔ رہنا:
(A) اسلم ملتان میں رہتا ہے
(B) اکرم یہاں آتا رہتا ہے
(C) مجھے بھی یہاں رہنا ہے
(D) تم یہاں رہو

28۔ کرنا:
(A) ابھی سبق یاد کرنا ہے
(B) یہ کام کرو
(C) وہ یہاں آیا کرتا ہے
(D) کچھ کام تم بھی کرو

راولپنڈی بورڈ سالِ دوم کا موضوعی طرز کا پرچہ درج ذیل ہے:

رول نمبر__________ اُمیدوار خود پُر کرے۔

وقت: 2:40 گھنٹے (انشائی طرز) کل نمبر: 80

(حصہ اول)

سوال نمبر 2: (الف) درج ذیل اشعار کی تشریح کیجیے۔ نظم کا عنوان اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے۔ 10,1,1,8

(حصہ نظم)

صدائے نغمۂ بلبل اٹھی بانگ اذاں ہو کر کیا پھولوں نے شبنم سے وضو صحنِ گلستان میں
ہوئی تسبیح میں مصروف ہر پتی زباں ہو کر ہوائے شوق میں شاخیں جھکیں خالق کے سجدے کو

(ب) درج ذیل اشعار کی الگ الگ تشریح کیجیے اور شاعر کا نام بھی تحریر کیجیے۔ 10=1+(3x3)

(حصہ غزل)

بس کہ دشوار ہے ہر کام کا آساں ہونا آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا
وائے دیوانگیِ شوق کہ ہر دم مجھ کو آپ جانا اُدھر اور آپ ہی حیران ہونا
عشرتِ قتل گہ اہلِ تمنا مت پوچھو عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

(حصہ دوم)

سوال نمبر 3: درج ذیل اقتباسات میں سے کسی ایک کی تشریح کیجیے۔ تشریح سے پہلے سیاق و سباق، سبق کا نام اور مصنف کا نام بھی لکھیے۔
15=1+1+10+3

(الف) محدث ابن جوزی نے بہ سند یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک جو خاندانِ بنی امیہ کا دست و بازو تھا، نے ایک گرجا کے متولیوں کے مقابلے میں دعویٰ دائر کیا۔ فریق مقدمہ جو عیسائی تھے، اجلاس میں حسبِ قاعدہ کھڑے تھے لیکن مسلمہ کو چونکہ خاندانی زعم تھا اس لیے بیٹھ کر گفتگو کرتا تھا۔ عمر بن العزیزؒ نے کہا، تمہارا فریق مقدمہ کھڑا ہے اس لیے تم بیٹھ نہیں سکتے، تم بھی اس کے برابر کھڑے ہو جاؤ یا کسی اور کو مقرر کرو جو تمھاری طرف سے مقدمے کی پیروی کرے۔ مقدمے کا فیصلہ بھی مسلمہ کے خلاف کیا یعنی زمین متنازعہ گرجا کے متولیوں کو دلا دی۔

(ب) ڈھلتے سورج میں بحر الکاہل کروٹیں بدل رہا تھا اور چاروں طرف زمرد کی آمریت مستحکم ہو چکی تھی۔ تاحدِ نظر سبزہ ہی سبزہ، یوں احساس ہوا کہ جزیرے اوواہو میں کہنہ مشق کائنات نئے سرے سے شباب پر آئی ہے۔ اس کے ننھے منے رقبے میں فطرت کا ہر رنگ ہر انگ پایا جاتا ہے۔ سمندر یہاں عمیق تر ہوتا چلا گیا ہے۔ یہ جنوبی یورپ کے آبی کناروں سے زیادہ نیلا اور چمکیلا ہے۔ دوپہر

کے وقت اس نیلم کی بھڑک کی آنکھیں خیرہ کر دیتی ہے۔ میں نے وجدانی حسن میں اس طرح ڈوبے ہوئے ساحل بہت کم دیکھے ہیں۔

سوال نمبر 4: درج ذیل میں سے کسی ایک نصابی سبق کا خلاصہ لکھیے اور مصنف کا نام بھی تحریر کیجیے۔ 10,1,9

(i) پہلی فتح (ii) مولوی نذیر احمد

سوال نمبر 5: مجید امجد کی نظم ''ایک کوہستانی سفر کے دوران میں'' کا خلاصہ تحریر کیجیے۔ 5

سوال نمبر 6: درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مفصل مضمون لکھیے۔ 20

(i) دہشت گردی اور اس کا علاج (ii) علامہ اقبال بطور شاعر

(iii) انٹرنیٹ اور اس کا مثبت استعمال

سوال نمبر 7: آپ نے تفریحی مقام کی سیر کی ہے۔ اپنے دوست کو خط میں اس سیر کے تاثرات بیان کیجیے۔ 10

پشاور بورڈ سال اول اور سال دوم (اردو لازمی) معروضی و موضوعی پرچہ (۲۰۱۸ء)

پشاور بورڈ کا اردو لازمی سالِ اول 2018ء کا معروضی و موضوعی پرچہ درج ذیل ہے:

ہر سوال کے سامنے چار دائرے دیے گئے ہیں، صرف صحیح جواب والا دائرہ بھر دیں۔ دائروں کو شیڈ (بھرنے) کے لیے نیلے یا کالے رنگ کا پن استعمال کریں۔ جواب میں ایک سے زائد دائرے بھرنے سے جواب غلط تصور ہوگا۔

وقت: 30 منٹ — سیکشن (الف)

سوال نمبر۱: مندرجہ ذیل سوالات کے لیے درست جوابات کا انتخاب کریں۔ اور اپنا انتخاب یعنی (الف، ب، ج، یا د) ہر جزو کے سامنے دیے ہوئے خالی خانہ میں لکھیں:

۱۔ نظیر اکبر آبادی کا اصل نام کیا تھا۔

(الف) سید محمد علی　(ب) سید ولی محمد　(ج) سید محمود علی　(د) سید نظیر حسین

۲۔ مثنوی سحر البیان کے مصنف کا کیا نام ہے؟

(الف) میر حسین　(ب) میر حسن　(ج) میر تقی میر　(د) مرزا غالب

۳۔ مرزا سلامت علی دبیر کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) لکھنو　(ب) دلی　(ج) حیدر آباد　(د) بنگلور

۴۔ الطاف حسین حالی نے کب وفات پائی؟

(الف) ۱۹۱۵　(ب) ۱۹۱۲　(ج) ۱۹۱۴　(د) ۱۹۱۰

۵۔ نصیحت اخلاق کس کی تصنیف ہے؟

(الف) میر حسن　(ب) غالب　(ج) اکبر الہ آبادی　(د) نظیر اکبر آبادی

۶۔ نظم "اخلاص" کے مصنف کا کیا نام ہے؟

(الف) طٰہٰ خان　(ب) اکبر الہ آبادی　(ج) عبدالرحمٰن بابا　(د) میر تقی میر

۷۔ مولوی صاحب کس محکمہ کے نام درخواست لکھوا رہے تھے؟

(الف) تعلیم　(ب) صحت　(ج) بہبود آبادی　(د) زراعت

۸۔ ابن انشاء کا اصل نام کیا تھا؟

(الف) شیر احمد جان　(ب) شیر محمد قیصر　(ج) شیر ولی　(د) شیر بہادر

۹۔ تخت جمشید میں سب سے رفیع الشان محل کس کا ہے؟

(الف) نوشیر واں　(ب) دارا　(ج) بزر جمہر　(د) کیکاؤش

۱۰۔ "روم: زندہ شہر اور مردہ شہر" کس کی تصنیف ہے؟

(الف) جمیل الدین عالی　(ب) اشفاق احمد　(ج) ڈاکٹر سید عبداللہ　(د) خدیجہ مستور

۱۱۔ علامہ اقبال کے والد گرامی کا کیا نام تھا؟

(الف) شیخ نور احمد　(ب) شیخ نور محمد　(ج) شیخ نور الدین　(د) شیخ جمال الدین

۱۲۔ ماہر القادری نے کب وفات پائی؟

(الف) ۱۳ مئی ۱۹۷۸　(ب) ۲۰ مئی ۱۹۷۸　(ج) ۱۲ مئی ۱۹۷۸　(د) ۱۰ مئی ۱۹۷۸

۱۳۔ ''نعت'' کے مصنف کا نام بتائیے:

(الف) محسن کاکوروی　(ب) ماہر القادری　(ج) حفیظ جالندھری　(د) خواجہ میر درد

۱۴۔ سر سید احمد خان کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) لاہور　(ب) کراچی　(ج) دلی　(د) حیدر آباد

۱۵۔ مجدد الف ثانی نے کس کے عہد میں سختیاں جھیلیں؟

(الف) جہانگیر　(ب) اکبر　(ج) اورنگزیب　(د) بابر

۱۶۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام کب عمل میں آیا؟

(الف) ۱۹۰۲　(ب) ۱۹۰۳　(ج) ۱۹۰۴　(د) ۱۹۰۶

(الف) شیخ نور احمد　(ب) شیخ نور محمد　(ج) شیخ نور الدین　(د) شیخ جمال الدین

۱۷۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کب پیدا ہوئے؟

(الف) ۱۹۲۰　(ب) ۱۹۱۵　(ج) ۱۹۳۰　(د) ۱۹۲۵

۱۸۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) دہلی　(ب) لاہور　(ج) لکھنو　(د) کراچی

۱۹۔ مشہور ناول ''آنگن'' کس کی تصنیف ہے؟

(الف) قرۃ العین حیدر　(ب) خدیجہ مستور　(ج) اشفاق احمد　(د) سر سید احمد خان

۲۰۔ ''خوبصورت بلا'' کے مصنف کا نام کیا ہے؟

(الف) ڈاکٹر سید عبداللہ　(ب) آغا حشر کاشمیری　(ج) ابن انشاء　(د) سر سید احمد خان

نوٹ: سیکشن (ب) اور سیکشن (ج) کے لیے کل وقت ۲ گھنٹے اور ۴۰ منٹ ہیں۔

سیکشن (ب)　　نمبر: ۵۰

سوال نمبر-II: درج ذیل میں سے دس (۱۰) اجزاء کے مختصر جوابات لکھیں ہر جزو کے پانچ نمبر ہیں۔

۱۔ سر سید کے خیال میں کون سی قوم ذلیل اور بے عزت ہو جاتی ہے؟

۲۔ سر سید کے خیال میں اصلی غلام کون ہے؟

۳۔ نظریہ پاکستان سے کیا مراد ہے؟

۴۔ مجدد الف ثانی نے اسلام کی کیا خدمت انجام دی؟

۵۔ درج ذیل الفاظ و تراکیب کو جملوں میں استعمال کریں۔ (متحدہ قومیت، مستحکم، نقطہ نظر، شکوک و شبہات، نیک نیتی)

۶۔ معیار زندگی سے کیا مراد ہے؟ اس کو کس طرح بلند کیا جا سکتا ہے؟

۷۔ شاعر نے رسول کریم ﷺ کے کیا کیا اوصاف بیان کیے ہیں؟ ان کی وضاحت کریں۔

۸۔ نظم "شہر آشوب" کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں لکھیں۔

۹۔ حضرت علی اکبرؓ نے اپنے خطاب میں کیا ارشاد فرمایا؟

۱۰۔ نظم "امید" کا خلاصہ لکھیں۔

۱۱۔ نظم "نصیحت اخلاقی" کا مرکزی خیال تحریر کریں۔

۱۲۔ تشبیہ اور استعارے سے کیا مراد ہے؟

۱۳۔ "ہما" پرندے کی کیا خصوصیت بیان کی جاتی ہے؟

سیکشن (ج) — نمبر: ۳۰

سوال-III: درج ذیل اجزاء میں سے کسی ایک جزو کی سیاق و سباق اور متن کے حوالے سے تشریح کیجیے۔

(الف) "آج شاگرد مدرسے میں بیٹھ کر بیڑی پیتے ہیں۔ چپڑاسی افسروں سے ماچس مانگتے ہیں۔ افسر رشوت لیتے ہیں۔ لیڈر قوم کو دھوکا دیتے ہیں اور لائق شاگرد پوچھتے ہیں۔ "یہ تنظیم کا گلا کس نے غائب کیا مولوی صاحب" ارے گلے تو تمہارے غائب ہونے تھے کم بختو"۔

(ب) "یہاں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ دنیا میں قومیت کی تشکیل کی دو بنیادیں ہیں: ایک وہ جو مغربی مفکرین نے قائم کی ہے اور دوسری وہ جو رسول مقبول ﷺ کی قائم کی ہوئی ہے۔ اہلِ مغرب نے خاندانی، نسلی اور قبائلی بنیادوں پر ذرا وسعت پیدا کر کے قومیت کی بنیادیں جغرافیائی حدود پر استوار کیں اور قوم وطن سے بنتی ہے اس نظریے کی وجہ سے دنیا کے انسانوں کے درمیان تباہی کا جو دروازہ کھلا وہ دو عالمی جنگوں کے ہونے سے بخوبی ظاہر ہے۔"

سوال-IV: درج ذیل اجزاء میں کسی ایک کی متن کے حوالے سے تشریح کیجیے۔

(الف) رخِ انور کا ترے دھیان رہے بعدِ فنا — میرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل
صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو تیرا مداح — ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ، یہ غزل

(ب) یارب! زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے — لوحِ جہاں پہ حرفِ مکرر نہیں ہوں میں
حد چاہیے سزا میں عقوبت کے واسطے — آخر گنہگار ہوں، کافر نہیں ہوں میں

سوال-V: کالج کے پرنسپل کو فیس معافی کی درخواست لکھیں یا

پشاور میں ٹریفک کے مسائل پر دو دوستوں کے درمیان مکالمہ تحریر کریں۔

سوال-vi: ایک پرانی سائیکل کی آپ بیتی تحریر کریں۔

پشاور بورڈ کا اردو لازمی سالِ دوم ۲۰۱۸ء کا معروضی و موضوعی پرچہ درج ذیل ہے:

ہر سوال کے سامنے چار دائرے دیے گئے ہیں، صرف صحیح جواب والا دائرہ بھر دیں۔ دائروں کو شیڈ (بھرنے) کے لیے نیلے یا کالے رنگ کا پن استعمال کریں۔ جواب میں ایک سے زائد دائرے بھرنے سے جواب غلط تصور ہو گا۔

وقت: ۲۰ منٹ سیکشن (الف)

سوال-I: مندرجہ ذیل سوالات کے لیے درست جوابات کا انتخاب کریں۔ اور اپنا انتخاب یعنی (الف، ب، ج یا د) ہر جزو کے سامنے دیئے ہوئے خالی خانہ میں لکھیں۔

۱۔ مولانا محمد حسین آزاد کے استاد کون تھے؟

(الف) مرزا رفیع الدین (ب) مرزا غالب (ج) الطاف حسین حالی (د) محمد ابراہیم ذوق

۲۔ نیرنگ خیال کس کی تصنیف ہے؟

(الف) فارغ بخاری (ب) سرسید احمد خان (ج) مرزا غالب (د) محمد حسین آزاد

۳۔ مرزا شہ زور کس مغل بادشاہ کے بھانجے تھے؟

(الف) بہادر شاہ ظفر (ب) بابر (ج) اکبر (د) ہمایوں

۴۔ افلاطون کس کے شاگرد تھے؟

(الف) ارسطو (ب) سقراط (ج) بقراط (د) ارشمیدس

۵۔ مولانا شبلی نعمانی کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) گجرات (ب) اعظم گڑھ (ج) لاہور (د) کراچی

۶۔ مضمون "فاقہ میں روزہ" کس کی تصنیف ہے؟

(الف) خواجہ حسن نظامی (ب) پطرس بخاری (ج) مہدی افادی (د) مشتاق احمد یوسفی

۷۔ مولانا محمد حسین آزاد کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) دہلی (ب) لکھنؤ (ج) بنارس (د) حیدر آباد

۸۔ کالی داس کون تھا؟

(الف) تاجر (ب) فوجی (ج) شاعر (د) مذہبی رہنما

۹۔ ڈاکٹر وزیر آغا کہاں پیدا ہوئے؟

(الف) کراچی (ب) ملتان (ج) سرگودھا (د) لاہور

۱۰۔ سعادت حسن منٹو کی وجہ شہرت کیا ہے؟

(الف)مضمون نویسی (ب)شاعری (ج)افسانہ (د)خاکہ نگاری

۱۱۔ غلام عباس کب پیدا ہوئے؟

(الف)۱۹۰۳ (ب)۱۹۰۴ (ج)۱۹۰۹ (د)۱۹۱۰

۱۲۔ طائرِلاہوتی کس کی تصنیف ہے؟

(الف)احمد ندیم قاسمی (ب)غلام عباس (ج)منٹو (د)فارغ بخاری

۱۳۔ منظور اور اختر کے کردار کس سبق میں ہیں؟

(الف)منظورا (ب)کنڈیکٹر (ج)طاہر لاہوتی (د)سقراط

۱۴۔ چوپال، کپاس کا پھول اور نیلا پتھر نامی کتابیں کس کی تصنیف ہیں؟

(الف)شوکت صدیقی (ب)احمد ندیم قاسمی (ج)غلام عباس (د)منٹو

۱۵۔ شریف حسین کس افسانے کا کردار ہے؟

(الف)کتبہ (ب)منظور (ج)مائیں (د)کنڈیکٹر

۱۶۔ ''ایک وصیت کی تعمیر'' کس کی تصنیف ہے؟

(الف)پطرس بخاری (ب)شبلی نعمانی (ج)فرحت اللہ بیگ (د)فارغ بخاری

۱۷۔ پطرس بخاری کہاں پیدا ہوئے؟

(الف)پشاور (ب)لاہور (ج)کراچی (د)مردان

۱۸۔ کتب میں موجود ''علامہ اقبال'' کے عنوان سے خاکہ کس نے تحریر کیا ہے؟

(الف)شوکت صدیقی (ب)پطرس بخاری (ج)فارغ بخاری (د)چراغ حسن حسرت

۱۹۔ نظم ''ستارے'' کا شاعر کون ہے؟

(الف)منیر نیازی (ب)میرا جی (ج)ن۔م۔راشد (د)احمد فراز

۲۰۔ بانگ درا اور بالِ جبریل کس کی تصانیف ہیں؟

(الف)مولانا حالی (ب)اختر شیرانی (ج)علامہ اقبال (د)میرا جی

نوٹ: سیکشن (ب) اور سیکشن (ج) کے لیے کل وقت ۲ گھنٹے اور ۴۰ منٹ ہیں۔

سیکشن (ب)

نمبر: ۵۰

سوال نمبر-II: درج ذیل میں سے دس (۱۰) اجزاء کے مختصر جوابات لکھیں ہر جزو کے پانچ نمبر ہیں۔

۱۔ مصنف نے روڈرولر کی رفتار پر کن خیالات کا اظہار کیا؟

۲۔ ایرانی شعرا کو دربار میں کیوں نہیں آنے دیا گیا؟

۳۔ ''بھوت'' کا سن کر محلے والوں نے کیا کیا؟

۴۔ دونوں بیگمات کے برعکس ان کے شوہروں کے تعلقات کیسے تھے؟

۵۔ میواتیوں نے مرزا شہ زور کے خاندان سے کیا برتاؤ کیا؟

۶۔ کسی شہر کا پانی تک نہ پینا، کس بات کی غمازی کرتا ہے؟

۷۔ شاعر نے بلندی کی طرف دیکھنے سے کیوں منع کیا ہے؟

۸۔ شاعر کے دل میں ہر وقت چبھن کیوں رہتی ہے؟

۹۔ دن کو نکلنے والے ستارے کی کون کون سی خوبیاں بیان کی گئی ہیں؟

۱۰۔ عام زندگی میں دیر کرنے کے کیا کیا نقصانات متوقع ہیں؟

۱۱۔ نظم ''شکست کی آواز'' کا خلاصہ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

۱۲۔ ''شکوہ'' سن کر فرشتوں نے کن خیالات کا اظہار کیا؟

۱۳۔ درج ذیل محاورات کو اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

(ہوائی قلعے بنانا، آسمان ٹوٹ پڑنا، چراغ سحر ہونا، طوطا چشمی کرنا، پہاڑ ٹوٹ پڑنا)

سیکشن (ج) — نمبر: ۳۰

سوال-III: درج ذیل اجزاء میں سے کسی ایک جزو کی سیاق و سباق اور متن کے حوالے سے تشریح کیجیے۔ ۱۰

(الف) ''تقدیر ان کو ٹھوکریں کھلواتی ہے جو تاجروں کی ٹھوکریں مارتے تھے۔ قسمت نے ان کو بے بس کر دیا، جو بیکسوں کے کام آتے تھے۔ ہم چنگیز کی نسل ہیں جس کی تلوار سے زمین کانپتی تھی۔ ہم تیمور کی اولاد ہیں جو ملکوں کا اور شہریاروں کا شاہ تھا۔ ہم شاہجہاں کے گھر والے ہیں، جس نے ایک قبر پر جواہر نگار بہار دکھادی اور دنیا میں بے نظیر مسجد دہلی کے اندر بنادی۔''

(ب) ''مدت سے ان کا یہ دستور تھا کہ رات کو کھانا نہیں کھاتے تھے صرف نمکین کشمیری چائے پر اکتفا کرتے تھے۔ دستر خوان پر ہمیشہ دو تین سالن ضرور ہوتے تھے۔ پلاؤ اور کباب انہیں بہت مرغوب تھے۔ شب دیگ بھی بہت پسند تھی۔ جاڑے کے دنوں میں بڑے چاؤ سے شب دیگ پکواتے اور خشکے کے ساتھ کھاتے تھے۔ پھلوں میں صرف آموں سے رغبت تھی۔ آموں کی فصل میں لگن اور سینیاں بھر کے بیٹھ جاتے۔ خود کھاتے احباب کو کھلاتے تھے۔''

سوال-IV: درج ذیل اجزاء میں کسی ایک کی متن کے حوالے سے تشریح کیجیے۔

(الف)
ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں — راہ دکھلائیں کسے؟ رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں — جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں

(ب)
جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے — یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں
میدانِ وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں — عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں

سوال-V: درج ذیل عنوانات میں سے کا کی ایک عنوان پر مضمون لکھیں۔ ۱۰

(الف) انٹرنیٹ کے فوائد اور نقصانات　　(ب) والدین کا احترام　　(ج) میری پسندیدہ کتاب

فیڈرل بورڈ اسلام آباد سالِ اول اور سالِ دوم (اردو لازمی) معروضی و موضوعی پرچہ (۲۰۱۸ء)

فیڈرل بورڈ ایچ ایس ایس سی-I، 2018ء

ماڈل سوالیہ پرچہ اردو (لازمی)

کل نمبر: 25　　(حصہ اول)　　وقت: 20 منٹ

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات الگ سے مہیا کی گئی او ایم آر (OMR) جوابی کاپی پر دیں۔ جوابی کاپی کو پہلے پچیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کریں۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر 1: مہیا کی گئی او ایم آر (OMR) جوابی کاپی پر دی گئی ہدایات کے مطابق ہر سوال کا درست جواب منتخب کر کے متعلقہ دائرہ پُر کریں۔ ہر جز کا ایک نمبر ہے۔

(i) شاملِ کتاب مضمون ''جھوٹے آدمی'' کس کی تصنیف ہے؟

الف۔ سر سید احمد خان　　ب۔ مولوی ذکاء اللہ

ج۔ ڈاکٹر غلام مصطفی　　د۔ ڈاکٹر سید عبداللہ

(ii) مشتاق صدیقی کا کون سا مضمون شاملِ نصاب ہے؟

الف۔ لمحہ فکریہ　　ب۔ اپنی مدد آپ

ج۔ پاکستانی قومیت کا مسئلہ　　د۔ کچھ ادب کے بارے میں

(iii) سر سید کے ایک دوست مولانا محمد قاسم نے مسلمانوں کی دینی تربیت کے لیے کس مدرسہ کی بنیاد رکھی؟

الف۔ ندوۃ العلماء　　ب۔ دار العلوم

ج۔ دیوبند　　د۔ دائرۃ المعارف

(iv) نیکی، بدی، توفیق کس ڈرامہ کے کردار ہیں؟

الف۔ تعلیمِ بالغاں　　ب۔ رستم و سہراب

ج۔ یہودی کی لڑکی　　د۔ خوب صورت بلا

(v) مائیکل انجلو کون تھا؟

الف۔ ادیب اور شاعر　　ب۔ مصور اور معمار

ج۔ افسانہ نگار　　د۔ نقاد

(vi) ''خطوطِ غالب'' میں قطب الملک سے کون سی شخصیت مراد ہے؟

الف۔ میر نصیر الدین　　ب۔ میر افضل علی

ج۔ میر سرفراز حسین　　د۔ میر اشرف علی

(vii) شامل نصاب ڈرامہ ''تعلیم بالغاں'' میں مولوی صاحب کس محکمہ کے نام درخواست لکھوار ہے تھے؟

الف۔ محکمہ صحت　　ب۔ محکمہ خوراک

ج۔ محکمہ ماحولیاتی آلودگی وصفائی　　د۔ محکمہ تعلیم

(viii) ''تخت فرس پہ علی اکبر کا خطاب'' کس کا مرثیہ ہے؟

الف۔ مرزا دبیر　　ب۔ میر انیس

ج۔ جوش ملیح آبادی　　د۔ میر حسن

(ix) شامل نصاب نظم ''نعت'' محسن کاکوروی کے کس مجموعہ سے ماخوذ ہے؟

الف۔ قصیدہ مدح خیر المرسلین　　ب۔ حسنت جمیع خصالہ

ج۔ بہارستان　　د۔ گلستانِ محمد

(x) شامل نصاب نظم ''شہر آشوب'' میں کس شہر کی تباہی و بربادی کا ذکر کیا گیا ہے؟

الف۔ دہلی　　ب۔ فیض آباد

ج۔ لکھنؤ　　د۔ آگرہ

(xi) ''لسان العصر'' اکبر الہ آبادی کس صدی کے شاعر ہیں؟

الف۔ اٹھارویں　　ب۔ انیسویں

ج۔ بیسویں　　د۔ اکیسویں

(xii) ''مسدس بدحالی'' کس شاعر کا شعری مجموعہ ہے؟

الف۔ سید ضمیر جعفری　　ب۔ الطاف حسین حالی

ج۔ مرزا محمود سرحدی　　د۔ سید محمد جعفری

(xiii) نظم ''پرانا کوٹ'' کس قسم کی ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے؟

الف۔ غلامانہ　　ب۔ امیرانہ

ج۔ حاکمانہ　　د۔ فقیرانہ

(xiv) میر تقی میرؔ نے سجدہ نماز میں کس چیز کو لازم قرار دیا؟

الف۔ محبت　　ب۔ عقیدت

ج۔ اخلاص　　د۔ عاجزی

(xv) میر درد کے کلام کا نمایاں وصف کیا ہے؟

الف۔ معاملہ بندی　　　ب۔ تصوف

ج۔ مقصدیت　　　د۔ سیاست

(xvi) غالبؔ کی واعظ سے کہاں ملاقات ہوئی؟

الف۔ مسجد　　　ب۔ مندر

ج۔ مے خانے　　　د۔ گھر

(xvii) علامہ اقبال نے کس شاعر کی وفات پر پُر تاثیر مرثیہ لکھا تھا؟

الف۔ میر تقی میرؔ　　　ب۔ خواجہ میر دردؔ

ج۔ غلام ہمدانی مصحفی　　　د۔ داغ دہلوی

(xviii) مضمون لکھنا، قرآن پڑھنا، سچ کہنا، بھک جانا قواعد کی رُو سے کیا ہیں؟

الف۔ مرکب توصیفی　　　ب۔ مرکب عطفی

ج۔ مرکب عددی　　　د۔ مرکب مصدر

(xix) "شیر لوہے کے جال میں ہے" اس جملے میں علم بیان کی کون سی خوبی پائی جاتی ہے؟

الف۔ استعارہ　　　ب۔ مجاز مرسل

ج۔ تشبیہ　　　د۔ کنایہ

(xx) کسی جملے میں دو افعال اکٹھے آئیں تو دوسرا فعل کیا کہلاتا ہے؟

الف۔ متعلق فعل　　　ب۔ متعدی فعل

ج۔ معاون یا امدادی فعل　　　د۔ فعل لازم

وقت:2:35 گھنٹے　　　کل نمبر:80

نوٹ: حصہ دوم اور سوم صفحات 2-1 پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی کاپی پر دیں۔ اضافی جوابی کاپی طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم　　　(کل نمبر:48)

سوال نمبر2: درج ذیل سوالات کے تین سے چار سطروں تک محدود جوابات لکھیں: (12x4=48)

(i) ولیم ڈراگن کے اصول کا مفہوم بیان کریں۔(بحوالہ اپنی مدد آپ)

(ii) مجدد الف ثانی نے اسلام کی کیا خدمت سر انجام دی؟

(iii) "رتن ناتھ سرشار" کا کردار "داروغہ جی" کس طرح کے معاشرے کی عکاسی کرتا ہے؟ یا غالبؔ اپنے کلام کو کیوں ترستا ہے؟

(iv) شیخ سعدی کے مزار پر مصنف کی کیا کیفیت ہوئی؟

(v) ''ساماں سے کوئی صاحبِ ایماں نہیں ہوتا'' مرزا سلامت علی دبیر نے حضرت علی اکبر کی زبانی اس مصرعے میں کیا پیغام دیا ہے؟ یا

سید ضمیر جعفری کے مزاحیہ کلام کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟

(vi) ''نصیحتِ اخلاقی'' کا مرکزی خیال تحریر کریں؟

(vii) میر تقی میر کی ''پرستش کیا رنگ لائی؟

(viii) ''مصحفی'' نے آدمی کے اچھا ہونے کی کیا دلیل پیش کی ہے؟ یا

''غالب'' شاہ کو کس بات پر دُعا دے رہے ہیں؟

(ix) ''داغ'' کے فنا ہونے پر محبوب کا ردعمل واضح کریں؟

(x) تلمیح کی تعریف کریں اور دو مثالیں تحریر کیجیے۔

یا

قافیہ کی تعریف اور دو مثالیں تحریر کریں۔

(xi) دی گئی تراکیب کو جملوں مین استعمال کریں۔

گل اندام، تہہ دام، حرفِ مکرر، گردشِ مدام

(xii) درج ذیل عبارت کی تلخیص کیجیے اور مناسب عنوان بھی تجویز کیجیے:

''اس میں شک نہیں کہ عزت و تکریم کا حتمی اور قطعی اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن اُسی اللہ نے انسان کو عقل و دانش اور فہم و ذکا سے بھی نوازا ہے۔ اُسے اختیار کا حامل بنایا ہے کہ ''خیر و شر'' میں کس کا انتخاب کرتا ہے۔ لہٰذا انسان پر بہت بڑی ذمہ داری آن پڑتی ہے کہ وہ زندگی اور آخرت دونوں میں کُلی کامیابی کے لیے اپنے کردار پر بھرپور توجہ دے، اعمال پر کڑی نظر رکھے اور حتی الوسع اپنے حقوق و فرائض میں اعتدال اور توازن کی فضا برقرار رکھے، اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یقیناً وہ ضمیر کی خلش اور انجان بے تابی کا شکار نہیں ہو گا۔''

حصہ سوم (کل نمبر:32)

سوال نمبر 3: سبق اور مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک جزو کی تشریح کیجیے: (6=4+1+1)

(الف) "(چڑانے کے انداز میں نقل کرتے ہوئے) اجّی میں تو بانس بریلی کا ہوں، بانس بریلی کا، کھاتے پاکستان کا، گاتے بانس بریلی کا۔ آج جس کو دیکھو کوئی سندھی ہے کوئی پنجابی، کوئی بلوچی ہے، کوئی پٹھان ہے، ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا رہا ہے اور لائق شاگرد پوچھ رہے ہیں کہ اتحاد کے ٹکڑے ٹکڑے کس نے کیے مولوی صاحب؟ ارے ٹکڑے ٹکڑے تو تمہارے ہونے تھے کم بختو۔"

(ب) "میں نے وہ اندازِ تحریر ایجاد کیا ہے کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہے، ہزار کوس سے بہ زبانِ قلم باتیں کیا کرو، ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو، کیا تم نے مجھ سے بات نہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔ اتنا تو کہو کہ کیا بات تمہارے جی میں آئی ہے۔ برسوں ہو گئے کہ تمہارا خط نہیں آیا۔ نہ اپنی خیر و عافیت لکھی، نہ کتابوں کا بیورا بھجوایا۔ ہاں مرزا تفتہ نے ہاترس سے یہ خبر دی ہے کہ پانچ ورق پانچ کتابوں کے آغاز کے ان کو دے آیا ہوں اور انھوں نے سیاہ قلم کی لوحوں کی تیاری کی ہے۔"

سوال نمبر 4: کسی ایک جزو کی بحوالہ شاعر تشریح کیجیے اور نظم کا عنوان بھی لکھیں: (7=5+1+1)

(الف)
توشہ مسافروں کا یہی، اور یہی ہے زاد
یہ خاک آبِ خضر سے رتبے میں ہے زیاد
طوفاں میں اس کو ڈالے گا جو مرد خوش نہاد
لے آئے گی ہوائے موافق دُرِ مراد
دیکھے گا یاس میں کرم کارساز کو
تھامے گا دستِ موج میں دریا جہاز کو

(ب)
دم بارانِ رحمت گرد کا گرداب ہو جانا
گڑھوں کا پھیل کر تالاب در تالاب ہو جانا
بپھر کر نالیوں کا "رستم و سہراب" ہو جانا
محلے کے گلی کوچوں کا زہرہ آب ہو جانا
مہینوں تک برنگ ہر چہ بادا باد یہ سڑکیں

سوال نمبر 5: کوئی سے تین اشعار کی تشریح کیجیے اور ہر شعر کے شام کا نام بھی لکھیں (9=3+3+3)

(الف)
اب جان جسم خاک سے تنگ آ گئی بہت
کب تک اس ایک ٹوکری مٹی کو ڈھوئیے

(ب)
ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغِ ستم نکلے

(ج) تم دل آزاد بنے رشکِ مسیحا کیسے

کم نہ ہونے دو مرادرد سوا ہونے دو

(د) افسوس کہ ہم تو رہے مست خواب صبح

اور آفتابِ عمر لبِ بام آ گیا

(ہ) محتسب آج تو مے خانے میں تیرے ہاتھوں

دل نہ تھا کوئی، کہ شیشے کی طرح چور نہ تھا

سوال نمبر6: ''کھیلوں کی افادیت'' کے موضوع پر دو طالب علموں کے درمیان مکالمہ تحریر کیجیے۔

سوال نمبر7: دوست کے نام خط لکھ کر اُسے موسمِ گرما کی تعطیلات اپنے ہاں گزارنے کی دعوت دیجیے۔

فیڈرل بورڈ ایچ ایس ایس سی-II، 2018ء

کل نمبر: 25 | اُردو (لازمی) | وقت: 20 منٹ

نوٹ: حصہ اول لازمی ہے۔ اس کے جوابات الگ سے مہیا کی گئی او ایم آر (OMR) جوابی کاپی پر دیں۔ جوابی کاپی کو پہلے پچیس منٹ میں مکمل کر کے ناظم مرکز کے حوالے کریں۔ کاٹ کر دوبارہ لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ لیڈ پنسل کا استعمال ممنوع ہے۔

سوال نمبر 1: مہیا کی گئی او ایم آر (OMR) جوابی کاپی پر دی گئی ہدایات کے مطابق ہر سوال کا درست جواب A,B,C,D منتخب کر کے متعلقہ دائرہ پُر کریں۔ ہر جزو کا ایک نمبر ہے۔

i) ڈاکٹر سارلے نے کس شخصیت کے متعلق کتاب لکھی ہے؟

(A) مولوی عبدالحق　　(B) شاہ عبداللطیف بھٹائی

(C) ظہیرالدین بابر　　(D) ظفر علی خان

ii) سبق آنگن کے مرکزی کردار عالیہ کی بڑی بہن کا کیا نام تھا؟

(A) نجمہ　　(B) کریمن

(C) چھمی　　(D) ساجدہ

iii) سبق اپنا اپنا راگ میں رقیہ بیگم کا ثریا سے کیا رشتہ تھا؟

(A) خالہ تھی　　(B) چچی تھی

(C) پھوپھی تھی　　(D) ممانی تھی

iv) سبق وادی ہنزہ کا چراغاں میں مطیع الرحمٰن کو کون سی بیماری تھی؟

(A) شوگر کی　　(B) ملیریا کی

(C) تپ دق کی　　(D) دل کی

v) بزم خوش نفساں کس کی تصنیف ہے؟

(A) رشید احمد صدیقی　　(B) چراغ حسن حسرت

(C) شاہد احمد دہلوی　　(D) محمد حسین آزاد

vi) نظم آزادی کس شاعر نے لکھی ہے؟

(A) احسان دانش　　(B) مجید امجد

(C) نیاز سواتی　　(D) جام درک

vii) الطاف حسین حالی کا سالِ وفات کیا ہے؟

(A) ۱۹۱۳ء　　(B) ۱۹۱۴ء

(C)۱۹۱۵ء (D)۱۹۱۶ء

viii) مندرجہ ذیل میں سے کون سی نظم مسدس ترجیع بند کی ہیئت میں لکھی گئی ہے؟

(A)ہری بھری فصلو (B)عرضِ حال

(C)اے نسیم بہشت (D)سورۂ رحمٰن

ix) کس شاعر نے جھومتے کھیتوں اور ہستی کی تقدیروں کو رقص کرنے کا کہا ہے؟

(A)ناصر کاظمی نے (B)مجید امجد نے

(C)انور مسعود نے (D)اسرار الحق مجاز نے

x) جام ورک کس زبان کے شاعر ہیں؟

(A)بلوچی کے (B)سندھی کے

(C)پشتو کے (D)پنجابی کے

xi) ہجرت، ماضی کی یاد کس غزل گو شاعر کی شاعری کے اہم عناصر قرار دے جا سکتے ہیں؟

(A)خواجہ میر درد (B)ناصر کاظمی

(C)نیاز سواتی (D)حفیظ تائب

xii) فراق گورکھپوری کے شعری مجموعے کا نام کیا ہے؟

(A)شعرستان (B)بہارستان

(C)نوادر (D)بانگِ درا

xiii)شاملِ نصاب علامہ اقبال کی دوسری غزل ان کے کس شعری مجموعے سے لی گئی ہے؟

(A)ضربِ کلیم (B)ارمغانِ حجاز

(C)بالِ جبریل (D)بانگِ درا

xiv) غالبؔ کے خیال میں پرتوِ خور کس کے لیے فنا کی تعلیم ہے؟

(A)عاشق کے لیے (B)آہ کے لیے

(C)شبنم کے لیے (D)گرمی بزم کے لیے

xv) کس شاعر نے زندگی کو طوفان سے تشبیہ دی ہے؟

(A)مرزا غالب نے (B)میر درد نے

(C)ناصر کاظمی نے (D)ظفر علی خان نے

xvi) حذیفہ سبق پڑھ چکا ہے اس جملے میں ''چکا'' کون سا فعل ہے؟

(A)تام (B)ناقص

(C)امدادی　　(D)اصل

xvii) "اگر" قواعد کی رُو سے کون سا حرف ہے؟

(A)حرفِ شرط　　(B)حرفِ علت

(C)حرفِ جار　　(D)حرفِ اضافت

xviii) سوال پوچھنے کے لیے کون سا حرف استعمال ہوتا ہے؟

(A)حرفِ فجائیہ　　(B)حرفِ ندائیہ

(C)حرفِ استفہامیہ　　(D)حرفِ استعجابیہ

xix) ، کس کی علامت ہے؟

(A)رابطہ　　(B)وقفہ

(C)تفصیلیہ　　(D)سکتہ

xx) مطابقت کے اصول کے مطابق جملہ مکمل کریں۔ ایمان کی جائیداد، زمینیں، مکان، گاڑی، سب کچھ لُٹ گیا.......

(A)گئی　　(B)گیا

(C)گئے　　(D)گئیں

وقت: 2:35 گھنٹے　　کل نمبر حصہ دوم اور سوم: 80

نوٹ: حصہ دوم اور سوم صفحات 2-1 پر مشتمل ہیں۔ ان سوالات کے جوابات علیحدہ سے مہیا کی گئی کاپی پر دیں۔ اضافی جوابی کاپی طلب کرنے پر مہیا کی جائے گی۔ آپ کے جوابات صاف اور واضح ہونے چاہئیں۔

حصہ دوم (کل نمبر 44)

سوال نمبر 2: درج ذیل سوالات کے تین سے چار سطروں تک محدود جوابات لکھیں:　　(12x3=36)

(i) کلیم کو زبردست بیگ کو توالی پکڑ کر لے گیا تو اس وقت کلیم کی ظاہری حالت کیسی تھی؟

(ii) مولوی عبدالحق صاحب کھانے کے کن آداب کا بہت خیال رکھتے تھے؟

(iii) مصر اور عراق کے لوگوں نے اپنی معلومات کس طرح محفوظ کیں؟ یا
اکبر کی خواب گاہ کی آرائش کن چیزوں سے کی گئی تھی؟

(iv) نظم "ریل کا سفر" میں مورچہ بندوں سے شاعر کی کیا مراد ہے؟

(v) حفیظ تائب نے شامل نصاب "یا ایہا المزمل" میں اپنی دعا کی قبولیت کی التجا کی ہے؟

(vi) احسان دانش نے کس بات کو آزادی کی تحقیر کہا ہے؟ (یا)

لندن میں عقد کرنے پر شاعر کو کون کون سے طعنے سننے کو ملے؟

(vii) غلام ہمدانی مصحفیؔ کے مطابق ناوک کا مژگان سے کیا تعلق ہے؟

(viii) تابش دہلوی کے مطابق زمین بوسی کی کوشش کون کرتا ہے اور کیوں؟

(ix) مرزا غالب کے نزدیک غمِ ہستی کا علاج کیا ہے اور کیوں؟(یا)

آدابِ فرزندی کی تربیت حضرت اسماعیل نے کہاں سے پائی؟(بحوالہ علامہ اقبال)

(x) پانا، رکھنا، رہنا کو بطور امدادی فعل جملوں میں استعمال کریں۔

(xi) حرفِ جار کی تعریف لکھیں اور استعمال کی دو مثالیں دیں۔(یا)

علامتِ ختمہ کہاں کہاں استعمال ہوتی ہے؟ مثال دے کر واضح کریں۔

(xii) فاعل اور فعل کی مطابقت کے اصول کو پیشِ نظر رکھ کر جُملے درست کریں۔

الف۔ گھر عورت کی سلطنت ہوتی ہے۔

ب۔ نوشین نے کلیاتِ اقبال خریدے۔

ج۔ علی نے جنگ اخبار خریدی۔

سوال نمبر 3: چھوٹے بھائی کے نام خط لکھ کر اُسے سوشل میڈیا کی اچھائیوں اور برائیوں سے آگاہ کریں۔(8)

(یا)

ایک پرانے مکان کی آپ بیتی لکھیں۔

حصہ سوم (کل نمبر 36)

سوال نمبر 4: سبق اور مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے کسی ایک جزو کی تشریح کیجیے۔(6=4+1+1)

الف۔ اس ہمت والے نے کہا کہ اے میرے رفیقو! جو فتح تم نے کی ہے، اس کی عالم میں دھوم مچ گئی ہے، مگر اس حرکت کو سن کر ملک ملک کے بادشاہ یہی کہیں گے کہ اتنا بڑا ملک لے کر یہ خزانے اور جواہرات مارے اور جب تلوار مارنے کا وقت آیا تو سرداروں کو آگے رکھ کر آپ سرک گیا۔ تیمور و چنگیز کے نام پر داغ لگانے سے مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ خیر اب جو تمہارا حال، سو میرا حال۔ یہ سن کر تمام سرداروں نے دُعا کی اور فوج مع توپ خانے کے روانہ ہوئی۔

ب۔ سان فرانسسکو میں امریکنیت سب سے کم ہے۔ اس لیے یہ شہر مجھے سب سے زیادہ بھایا۔ امریکہ میں مجھے رہنے کی کوئی تمنا نہیں۔ لیکن اگر مجبوراً رہنا پڑے تو یہ ایک شہر ہے جہاں میں دو تین سال گزار سکتی ہوں۔ اس شہر کا نہ تو نیویارک کی دم بخت مخلوق سے تعلق ہے جو فلک پیما شکنجوں میں تجارتی دل رکھتی ہے نہ واشنگٹن کی سرکاری فضا سے مشابہت جہاں عموماً دفتری حبس اور سیاسی بیوپار چلتا ہے۔

سوال نمبر 5: کسی ایک جزو کی بحوالہ شاعر تشریح کیجیے اور نظم کا عنوان بھی لکھیں: (6=4+1+1)

الف۔ تمہاری بھینس کیسے ہے کہ جب لاٹھی ہماری ہے

اب اس لاٹھی کی زد میں جو بھی آئے سو ہمارا ہے
مذمت کاریوں سے تم ہمارا کیا بگاڑو گے
تمہارے ووٹ کیا ہوئے ہیں جو ویٹو ہمارا ہے

ب۔ ہر اک ذرہ فضا کا داستان اس کی سناتا ہے
ہر اک جھونکا ہوا کا آ کے دیتا ہے پیام اُس کا
میں اس کو کعبہ و بُت خانے میں کیوں ڈھونڈنے نکلوں
مرے ٹوٹے ہوئے دل ہی کے اندر ہے مقام اُس کا

سوال نمبر 6: درج ذیل میں سے تین اشعار کی تشریح کیجیے۔ ہر شعر کے شاعر کا نام بھی لکھیں۔(9=3+3+3)

الف۔ ڈھونڈتے ہیں آپ سے اس کو پرے
شیخ صاحب چھوڑ گھر، باہر چلے

ب۔ ترے وعدے پہ جیے ہم، تو یہ جان، جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے، اگر اعتبار ہوتا

ج۔ پھر کئی لوگ نظر سے گزرے
پھر کوئی شہر طرب یاد آیا

د۔ بیخود سے تھے تو وقت کا یہ بھی فریب تھا
ہم اور تجھ کو دل سے بھلا دیں کبھی نہیں

ہ۔ سعیٔ پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات
تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

سوال نمبر 7: درج ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر مفصل مضمون لکھیں۔(۱۵)

الف۔ معاشرے کا ناسور۔ کرپشن
ب۔ قومی معیشت اور سی پیک منصوبہ
ج۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
د۔ میری پسندیدہ ادبی شخصیت

مقالہ نگار کی سروے رپورٹ کے مطابق اساتذہ کرام اور ماہرینِ مضمون میں سے اکثر اگرچہ معروضی طرز اور موضوعی طرز دونوں طریقہ کار شامل کرنے کی رائے دی ہے مگر ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ معروضی طرز کے نمبر کم کر دیئے جائیں اور کثیر الانتخابی سوالات کی بجائے مختصر سوالات شامل کیے جائیں تاکہ املا، فقرہ سازی اور لکھائی میں بہتری

لائی جاسکے۔ معروضی طرز کی تائید کرنے والے اساتذہ نے معروضی طرز کی تائید اس لحاظ سے کی ہے کہ اس کے ذریعے زیادہ مواد تیار کیا جاسکتا ہے لیکن یہ طرز امتحان میں نقل کو فروغ دے رہا ہے اور طلبہ کے اندر کم کوشی پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ موضوعی طرز کی تائید کرنے والے اساتذہ کرام نے یہ رائے دی ہے کہ معروضی طرز کسی بھی زبان کی تدریس میں معاون ثابت نہیں ہو سکتا۔ معروضی طرز تخلیقی صلاحیتوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ یہ طریقہ کار اردو زبان کے مضمون کے لیے مناسب نہیں ہے۔

راولپنڈی بورڈ، کے۔پی۔کے اور فیڈرل بورڈ اسلام آباد کے پرچہ جات کے جائزے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ صرف پنجاب کے پرچہ جات سے وہ سوال ختم کیے جن کے جوابات جملوں کی صورت میں تحریر کیے جاتے تھے۔ کے۔پی۔کے پرچے میں ۱۳ تیرہ سوالات اور فیڈرل بورڈ کے پرچے میں ۱۰ دس سوالات ایسے ہیں جن کے مختصر جوابات تحریر کیے جاتے ہیں۔ دونوں پرچہ جات میں دائرہ کو پُر کر کے جوابات دینا بھی شامل کیا گیا ہے۔ کے۔پی۔کے پرچہ جات میں سیکشن بی اور فیڈرل بورڈ کے پرچہ جات میں حصہ دوم میں وہ سوالات موجود ہیں جو ۲۰۱۳ء کے امتحانات سے قبل صوبہ پنجاب کے امتحانی پرچے کا بھی حصہ تھے دراصل یہ وہ منتخب مختصر سوالات ہیں جو معروضی ہوتے ہوئے بھی ترویج اردو کی راہ میں حائل نہیں ہوتے۔ اسی طرز کو اگر صوبہ پنجاب میں اپنایا جائے تو پرچہ جات ترویج اردو میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ یعنی ان پرچہ جات میں ۲۰ فیصد نمبر کثیر الانتخابی سوالات کے ہیں اور باقی ۴۴ نمبر حصہ دوم کو دیے گئے ہیں۔ یہ سوالات نہ صرف بہتر طریقے سے نصابی مقاصد کی جانچ کرتے ہیں بلکہ بلومز ٹیکسانومی کے دائرہ کار کا بھی کافی حد تک احاطہ کرتے ہیں۔

اس وضاحت کا مقصد یہی ہے کہ صوبہ پنجاب کے امتحانی پرچہ جات کے طریقہ کار کو بھی بدلنے کی ضرورت ہے بلکہ تمام صوبوں کے پرچہ جات کو از سر نو ترتیب دینا بے حد ضروری ہے۔ پرچہ جات میں ترمیم اور مکمل طور پر انشائیہ طرز میں بدلنا اردو زبان کی ترویج وارتقا کے لیے اشد ضروری ہے۔

نصاب اور درسی کتب میں کسی حد تک ربط نظر آتا ہے۔ مگر امتحانی پرچہ جات کا طریقہ کار اردو کی ترویج کے لیے موزوں نہیں ہے۔ امتحانی پرچہ جات میں نمبروں کی تقسیم کے لیے، قومی نصاب میں ہدایت واضح موجود ہے مگر پرچہ جات کس طرز پر ترتیب دیئے جائیں نصاب کا اُس سے کوئی تعلق نہیں۔ پرچہ جات کی ترتیب کے لیے بورڈ کے لیے واضح ہدایات نصاب میں شامل کی جائیں جو اردو کی ترویج میں مددگار ثابت ہوں۔ نصاب ۲۰۰۲ء میں واضح ہدایت موجود ہیں: ''درسی کتاب کی تیاری کے وقت قومی نصاب کمیٹی کے کم از کم ایک رکن کو شامل کیا جائے اور اس سے رہنمائی حاصل کی جائے۔''[۵]

یہ ہدایت امتحانی پرچہ جات مرتب کرنے والے اراکین کے لیے بھی ہونی چاہیے کہ پرچہ سازی میں بھی قومی نصابی کمیٹی کے اراکین کو شامل کیا جائے بلکہ اس کمیٹی میں اساتذہ اور ماہرین مضمون کی شمولیت بھی ضروری ہے۔ نصاب کا تعلق درسی کتاب سے جڑا ہوا ہے۔ درسی کتاب کو کافی حد تک نصابی تجاویز کے مطابق ترتیب دیا جاتا ہے مگر نصاب اور امتحان کے درمیان فاصلہ بہت دُور کا ہے۔ بورڈ اپنے اصول و قوانین کے تحت پرچہ جات ترتیب دیتے ہیں۔ نصاب میں کون سے تدریسی مقاصد موجود ہیں، اُردو کی ترویج کے لیے کیا ہدایات ہیں؟ پرچہ جات ترتیب دیتے وقت اس بات سے کوئی سروکار نہیں رکھا جاتا۔ نصاب کے مطابق درسی کتب کے مواد کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ درسی کتابیں تدریسِ اردو کے مقاصد کے پیشِ نظر نہیں پڑھائی جاتیں بلکہ امتحانی پرچہ جات کے نمونے کے مطابق پڑھائی جاتی ہیں گویا تدریسِ اردو کے نصابی مقاصد پسِ پُشت ڈال دیے جاتے ہیں۔ اس طرح امتحانی طریق کار نصاب کے مقاصد پورے کرنے میں مُخل ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہی ہے کہ نصاب، درسی کتاب اور امتحانی طریقِ کار کی باربط مثلث ہی تدریسِ اردو کی کامیابی کی ضامن ہے۔ نصاب، درسی کتاب اور امتحانی طریقِ کار کے جائزے کے بعد مقالہ نگار کا پیش کردہ مفروضہ درست ثابت ہوتا ہے کہ "اعلیٰ ثانوی سطح کی درسی کتب اور امتحانی طریقِ کار، تدریسِ اُردو کے نصابی مقاصد پورے نہیں کر رہے ہیں۔"

✦✦✦

حوالہ جات

۱۔ قومی نصاب برائے اردو (لازمی)۔ پہلی تا بارھویں جماعت۔ (اسلام آباد: وزارتِ تعلیم، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۶ء)، ص ۹۳۔

۲۔ نصاب اردو (لازمی)۔ برائے جماعت یازدھم و دوازدھم۔ (اسلام آباد: قومی شعبہ نصابیات، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۲ء)، ص ۱۵،۱۴۔

۳۔ سرمایۂ اردو۔ (لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۲۰۱۷ء)، ص ۹۔

۴۔ ڈاکٹر وحید قریشی، تعلیم کے بنیادی قریشی۔ (اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء)، ص ۱۶۷،۱۶۸۔

۵۔ نصاب اردو (لازمی)۔ برائے جماعت یازدہم ودوازدہم۔ ص ۱۹۔

ماحصل

تعلیم ایک فعال، متحرک اور ناگزیر معاشرتی عمل ہے۔ تعلیم ہی قوموں کی ترقی کا زینہ ہے۔ تعلیم کا مقصد معاشرے کو ہر اعتبار سے آگے بڑھانا ہے۔ اس لیے تعلیمی نظام کو معاشرتی اقدار کا عکاس اور ملک و ملت کے نظریات کا محافظ ہونا چاہیے۔ ملکی نصب العین اور امنگوں کے مطابق جو بھی نظامِ تعلیم ہو گا وہی قابلِ قبول ہو گا۔ ذریعۂ تعلیم کے لیے بھی قومی زبان کا انتخاب اور وحدت ایک زبان ہی سے عیاں ہوتی ہے۔ پاکستان کی قومی زبان اُردو ہے یہاں وہی نظامِ تعلیم کامیاب ہو گا جس میں درس و تدریس کے لیے قومی زبان کو استعمال کیا جائے گا۔ مغربی نظامِ تعلیم اور انگریزی زبان کی بالادستی کی بجائے ہمیں ایک ایسے نظامِ تعلیم کی ضرورت ہے جو نظریۂ پاکستان کا تحفظ کر سکے۔ پاکستان میں اردو زبان کی موجودہ صورتِ حال کا طائرانہ جائزہ لینے کے بعد ذہن میں ایک سوال اُٹھتا ہے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ طلبا ابتدائی درجے سے لے کر اعلیٰ سطح تک مسلسل پڑھنے کے باوجود بھی اُردو زبان میں وہ مہارت حاصل نہیں کر سکتے جس کی اردو زبان متقاضی ہے۔ اسی سوال کا جواب حاصل کرنے کی غرض سے ایک موضوع چُنا گیا:

> ''صوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریسِ اُردو: نصاب، درسی کتب اور امتحانی طریقہ کار کا تجزیاتی مطالعہ''

اس موضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے قومی نصاب برائے اردو لازمی ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۲ء، درسی کتب اردو لازمی ۲۰۱۸-۲۰۱۷ء اور امتحانی طریقہ کار کا جائزہ مجوزہ تحقیقی کام کا ہدف مقرر کیا گیا۔ اس تحقیقی مسئلے کے پیشِ نظر مفروضہ قائم کیا گیا کہ اعلیٰ ثانوی سطح کی درسی کتب اور امتحانی طریقہ کار تدریسِ اردو کے نصابی مقاصد پورے نہیں کر رہے ہیں۔ زیرِ تحقیق مسئلے کے حل اور قائم کردہ مفروضے کی جانچ کے لیے درج ذیل سوالات تحقیق ترتیب دیئے گئے:

۱۔ اردو نصاب کن مقاصد کے تحت ترتیب دیا گیا ہے؟

۲۔ درسی کتب کی ترتیب میں نصابی مقاصد کو کس حد تک نبھایا گیا ہے؟

۳۔ کیا درسی کتب کا مواد، تدریسِ اردو کے مقاصد پورے کر رہا ہے؟

۴۔ امتحانی طریقہ کار، تدریسِ اردو کے مقاصد کی تکمیل میں کیا کردار ادا کر رہا ہے؟

ان سوالات کے پس منظر میں جو مقاصد تھے وہ یہ تھے کہ نہ صرف نصابی مقاصد کا جائزہ لیا جائے گا بلکہ نصاب اور درسی کتب کے مندرجات کے موازنے اور امتحانی طریقہ کار سے ان کے تقابل کے بعد اس مسئلے کا جواب ڈھونڈا جائے گا کہ

تدریسِ اردو کے نصابی مقاصد پورے نہ ہونے کی اصل وجہ کیا ہے؟ نیز کون سے ایسے عوامل ہیں جو اُردو زبان کی ترویج و ارتقا میں خلل انداز ہیں؟ پاکستان کے تینوں دساتیر ۱۹۵۶ء، ۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۳ء میں اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ اردو کو پاکستان کی قومی زبان بنایا جائے گا۔ اردو زبان کی حیثیت مسلمہ ہے۔ اس زبان نے سنگاپور سے مراکش تک اپنی ساکھ بٹھائی ہے۔ یورپ، امریکہ، چین، جاپان اور عرب ممالک کے ساتھ ساتھ افغانستان، کشمیر، بھارت، بنگلہ دیش، سری لنکا اور ایران میں بھی اردو زبان بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ کم و بیش ۲۳ ممالک میں اردو کی تدریس جاری ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو کے دورِ حکومت کے پیش کردہ آئین ۱۹۷۳ء کی شق ۲۵۱ کے مطابق ادارہ مقتدرہ قومی زبان قائم کردہ ۱۹۷۹ء نے اردو زبان کو ملکی سطح پر بطور سرکاری اور دفتری زبان رائج کرنے کے اقدامات شروع کیے۔ اس ادارے کے سربراہان نے مختلف شعبوں مثلاً دارالتصنیف، دارالترجمہ، دارالّلغات، دارالاشاعت اور اردو اطلاعیات کے تحت نہایت جانفشانی سے کام کیا۔ ان تمام اقدامات کے باوجود تاحال اُردو مکمل طور پر سرکاری و دفتری زبان کی حیثیت سے نافذ نہیں ہو سکی۔ اس کے نفاذ کے لیے کاغذی کارروائی کی بجائے عملی جدوجہد اشد ضروری ہے۔ تعلیم کے اعلیٰ درجوں میں بعض مضامین میں اردو ذریعہ تعلیم ہے اور بعض میں انگریزی۔ یہ دو عملی، تعلیمی نظام کے لیے بڑی تشویشناک ہے۔ اس کے لیے ایسی پالیسیاں ترتیب دینا بے حد ضروری ہیں جو اردو کا تحفظ بطور زبان کر سکیں۔ ماہرینِ تعلیم، حکومتی پالیسیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نصاب ترتیب دیتے ہیں۔ نصاب وہ راستہ ہے جس پر چل کر طلبا اپنی منزلِ مقصود تک جا پہنچتے ہیں۔ قومی نصاب برائے اردو لازمی پیش کردہ ۲۰۰۲ء میں گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے الگ الگ کتب ترتیب دینے کی ہدایات دی گئیں۔ اردو کی تدریس کے مقاصد میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ طلبا میں یہ شعور پیدا کیا جائے کہ اردو، تحریکِ پاکستان کے اہم عوامل میں شامل ہے اور اس زبان میں تمام علوم و فنون سے نمٹنے کی صلاحیت موجود ہے۔ اس زبان کا دامن اتنا وسیع ہے کہ یہ دوسری زبانوں کے الفاظ و تراکیب کو اپنا لیتی ہے۔ اس زبان کے ذریعے طلبا سائنس و ٹیکنالوجی سے بطور احسن آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام مقاصد سے طلبا کو آگاہ کرنے کے لیے اساتذہ کو محنت شاقہ کی ضرورت ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ صوبہ پنجاب میں ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق مرتب کردہ اردو لازمی کی کتاب ۱۸۔۲۰۱۷ء پڑھائی جا رہی ہے۔ حالانکہ ۲۰۰۶ء کا نصاب بھی موجود ہے مگر ۲۰۰۲ء کے بعد اربابِ اقتدار و اختیار نے اس امر کو ضروری نہیں سمجھا کہ کتاب بھی ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی جائے اور نیا نصاب بھی ترتیب دیا جائے یعنی بارہ (۱۲) سالوں کے بعد قومی نصاب (اردو لازمی) پیش نہیں کیا گیا۔ دورِ حاضر میں پڑھایا جانے والا اردو لازمی کا نصاب قدیم اور روایتی ہے جو تدریسِ

زبان کے جدید امور سے مطابقت نہیں رکھتا۔ نصاب سازی، جدید تحقیق سے دُور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ حاضر کے طلبا اردو زبان میں قابلِ قدر استعداد حاصل نہیں کر سکتے۔

۲۰۰۲ء میں جو نصابی مقاصد موجود ہیں اگر ۱۸۔۲۰۱۹ء کی اردو لازمی کی کتاب کا موازنہ اُن سے کیا جائے تو کتاب کو مواد، تدریسِ اردو کے مقاصد پورے کرنے سے کافی سطحوں پر قاصر نظر آتا ہے۔ اگر درسی کتاب کو تدریسِ اردو کے خصوصی مقاصد کے تحت ترتیب دیا جائے تو اس بنیادی آلہ کار کی مدد سے اساتذہ، اردو زبان کی اہمیت سے طلبا کو بہ آسانی آگاہ کر سکتے ہیں۔ درسی کتب کی اہمیت مسلم ہے کیوں کہ نصاب کے تمام مقاصد، درس و تدریس کے تمام نظریات، طلبا کی املا و تلفظ، تحریر و تقریر، امتحانات کی تیاری حتیٰ کہ پورے تعلیمی نظام کا انحصار درسی کتاب پر ہے۔ چنانچہ کتاب کی ترتیب و تدریس کے لیے محنتِ شاقہ درکار ہے۔

سرمایہ اردو (لازمی) ۱۸۔۲۰۱۷ء کو قومی نصاب ۲۰۰۲ء کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس صوبہ پنجاب میں ابتدائی سطح، وسطانی سطح اور ثانوی سطح کی اردو لازمی کی کتب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں۔ ۲۰۰۶ء کا نصاب کے منتخبات ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مقابلے میں تدریس اردو کے لیے کسی حد تک موزوں ہیں۔ ۲۰۰۶ء کے نصاب میں بھی تبدیلی، اردو زبان کی ترویج کے لیے ضروری ہے لیکن فی الوقت، صوبہ پنجاب کی اردو لازمی کی کتاب ۱۸۔۲۰۱۷ء کی تبدیلی بمطابق نصاب ۲۰۰۶ء وقت کی اہم ضرورت ہے۔

ایک ہی صوبے میں ابتدائی سطح سے ثانوی سطح تک نیا نصاب پڑھایا جائے اور اعلیٰ ثانوی سطح پر پُرانا نصاب۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے جس کا احساس نہ تو اربابِ اقتدار و اختیار کو ہے اور نہ ہی نصاب مرتب کنندگان کو اس کی فکر ہے۔ درسی کتاب کے مرتبین و مؤلفین بھی اس سے لاپرواہی برت رہے ہیں اور اساتذہ کی اس ضمن میں کوئی شنوائی نہیں۔ اور تو اور امتحانی پرچہ جات ترتیب دینے والوں نے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد ہی الگ بنائی ہوئی ہے جن کو نہ نصاب کے مقاصد کے پرواہ ہے اور نہ اُردو زبان کی ترویج سے کوئی واسطہ ہے۔

اس مقالہ کو بنیادی موضوع صُوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اردو لازمی کی کتاب کا نصاب اور امتحانی طریقہ کار سے موازنہ ہے۔ مگر اس مقالے میں ابتدائی سطح، پہلی جماعت، یا پانچویں جماعت، آٹھویں جماعت اور نویں اور دسویں جماعت کی اردو لازمی کی کتب (۲۰۱۸ء) کا بھی جائزہ لیا گیا ہے جس کا مقصد اس امر کی وضاحت ہے کہ ابتدائی درجے سے دسویں جماعت تک کی کتب جدید نصاب کے مطابق ہیں اور ان کتب میں مندرجات اور قواعد کا انتخاب، تدریسِ اردو کے مقاصد کے حصول کے لیے موزوں ہیں۔ ابتدائی سطح سے لے کر ثانوی سطح تک کی تمام اردو لازمی کی کتب میں

۲۰۰۶ء کے قومی نصاب کی ہدایات کے مطابق سبق کی ابتدا میں تدریسی مقاصد بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں اور کتاب کے سرورق پر بھی یہ تحریر کر دیا گیا ہے کہ یہ کتب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہیں جو کتاب کے لیے سند کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن اعلیٰ ثانوی سطح کی درسی کتب کے سرورق پر نصاب کے متعلق کوئی معلومات فراہم نہیں کی گئیں۔ ابتدائی سطح سے میٹرک کی سطح تک اردو لازمی کی کتب میں موضوع سے متعلقہ تصاویر بھی سبق کا حصہ ہیں جس سے طلبا نہ صرف متعلقہ جگہ/اشیا/شخصیت سے متعارف ہوتے ہیں بلکہ طلبا کی دلچسپی کا عنصر بھی بڑھتا ہے۔

جماعت نہم و دہم کی اردو لازمی کی کتب میں شعرا و ادبا کو شامل کیا گیا ہے۔ ابتدائی سطح، پرائمری سطح اور مڈل کی سطح پر ادبا و شعرا کو شامل نہیں کیا گیا۔ اردو زبان و ادب کی تاریخ سے ناواقفیت کی ایک بڑی وجہ یہی ہے۔ چند شعرا جیسے علامہ اقبال، صوفی غلام تبسم اور سید ضمیر جعفری کی ایک آدھ نظم کسی کتاب میں نظر آجاتی ہے۔ اس کے علاوہ نہ تو دکنی ادب کا ذکر ملتا ہے اور نہ ہی شمالی ہند اور دلی و لکھنؤ کے شعرا و ادبا کا ذکر ملتا ہے۔ اور نہ جدید ادب شامل کتاب کیا گیا ہے یعنی دس سالہ تعلیم کے بعد میٹرک کی سطح پر طلبا اردو ادب کی نامور شخصیات سے متعارف ہوتے ہیں۔ اگر ابتدائی سطح ہی سے بتدریج یہ معلومات درسی کتاب میں شامل کر دی جائیں تو طلبا تاریخ ادب اردو سے واقف ہو سکتے ہیں۔ اردو زبان کا تعارف کے نام سے ایک مضمون ہر جماعت میں شامل کر دیا جائے اور اس سے متعلق ایک سوال، پرچے میں لازمی کر دیا جائے تاکہ طلبا ہر صورت اس کو پڑھیں اور یاد کریں۔ اس کے علاوہ ''اردو زبان کے مختلف نام'' بھی پہلی جماعت میں شامل کیے جا سکتے ہیں اور ''اردو زبان کہاں پیدا ہوئی'' یہ موضوع ابھی ابتدائی سطحوں پر شامل کرنا بے حد ضروری ہے۔

مجموعی طور پر ابتدائی سطح سے میٹرک کی سطح پر شامل کردہ قواعد، طلبا میں اردو زبان کی استعداد پیدا کرنے کے لیے کافی حد تک معاون ہیں۔ اہم مسئلہ تدریس کا ہے اگر اساتذہ طلبا کو مشق کروائیں تو طلبا مہارت حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی مواد، صحیح طریقہ سے طلبا تک منتقل ہوتا رہے تو اُردو زبان کے حوالے سے طلبا کی قابلیت بڑھ سکتی ہے۔

میٹرک کی سطح کے بعد اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو لازمی کی کتاب کے منتخبات سے یہ بات بالکل واضح نہیں ہوتی کہ اردو ہماری مذہبی، تاریخی، تہذیبی اور سیاسی زندگی میں نقطۂ اتحاد و وسیلۂ اظہار رہی ہے۔ درسی کتاب کسی پہلو سے اردو زبان کی ابتدا و ارتقا کے متعلق ضروری معلومات فراہم نہیں کرتی۔ حافظ محمود شیرانی، سید سلیمان ندوی، رام بابو سکسینہ، گریرسن، ڈاکٹر شوکت سبزواری، مولانا نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر مسعود حسین کے اُردو زبان کی تاریخ وارتقا کے حوالے سے نظریات درسی کتاب میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔ اسلامیات اور تحریکِ پاکستان کے حوالے سے درسی کتب میں اسباق شامل کیے گئے ہیں۔

اردو لازمی کی کتاب اس طرح ترتیب دی جائے کہ اُس کو پڑھنے سے ہی پتہ چلے کہ یہ قومی زبان اردو کی کتاب ہے لیکن صوبہ پنجاب کی اردو لازمی کی کتاب میں اس حوالے سے تشنگی نظر آتی ہے۔املا قواعد اور فرہنگ کے اعتبار سے بھی اس کتاب کا دامن کافی جگہوں سے خالی ہے۔کتاب کے آخر میں مختصر سی فرہنگ درج ہے جو طلبا کی ضروریات کے لیے ناکافی ہے۔ یہ ذمہ داری مؤلفین کتب پر عائد ہوتی ہے کہ وہ نصاب کی ہدایات کے مطابق ایک علیحدہ فرہنگ ترتیب دیں جو نہ صرف روزمرہ و محاورہ کے مطابق ہو بلکہ سبقی مواد کے لیے خاطر خواہ الفاظ اس میں مفہوم کے ساتھ شامل کر دیے جائیں۔

درسی کتب کی اسباق و حصہ نظم و غزل کی تمام مشقوں میں قواعد کی تعریف اور مثالیں طلبا کی سبقی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہیں۔اس کی خاطر طلبا کو رہنما کتب جیسے آئینہ اردو، تفہیم اردو، سرمایہ اردو اور کئی اس سے ملتے جلتے ناموں والی مہنگی کتب خریدنی پڑتی ہیں کیوں کہ درسی کتب کی مشقوں میں کئی سوالات ایسے ہیں جن کا تعلق امتحانی پرچہ جات سے بالکل بھی نہیں۔اگر امتحانی پرچہ جات کی طرز میں تبدیلی کی گئی ہے تو درسی کتاب میں بھی تبدیلی ضروری ہے مگر درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کے طرز میں مماثلت کم نظر آتی ہے اور اُستاد و طلبا صرف وہی سوالات پڑھاتے ہیں جن کا تعلق امتحان سے ہوتا ہے۔اس طرح تدریس اردو کے مقاصد پسِ پشت ڈال دیے جاتے ہیں کیوں کہ طلبا و اساتذہ دونوں کا مرکز و محور امتحان میں کامیابی ہوتا ہے۔ ۲۰۰۲ء کے بعد اعلیٰ ثانوی سطح پر نہ تو نصاب بدلا ہے اور نہ ہی درسی کتاب کی ترتیب میں کوئی تبدیلی آئی ہے لیکن امتحانی طریقہ کار بار بار تبدیل ہو رہا ہے۔امتحانی پرچہ جات میں معروضی طرز کی شمولیت ہی اردو زبان کی ترویج میں خلل انداز ہے۔

درسی کتاب اردو لازمی کے مواد کے انتخاب میں تبدیلی بے حد ضروری ہے۔اس کے برعکس کے۔پی۔کے اور فیڈرل بورڈ اسلام آباد کی درسی کتب ۲۰۱۸ء کا مواد اردو زبان کی ترویج و ارتقا میں کافی حد تک معاون ثابت ہو رہا ہے۔ کے۔پی۔کے کی ۲۰۱۸ء کی اردو لازمی کی کتاب قومی نصاب ۲۰۰۶ء کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔اور فیڈرل بورڈ کے درسی کتب کے منتخبات اور امتحانی پرچہ جات کی ترتیب بھی صوبہ پنجاب سے بہتر نظر آتی ہے۔ خصوصاً کے۔پی۔کے کی ۱۹۔۲۰۱۸ء کی طبع شدہ اردو لازمی کی کتاب میں صفحات کی ترتیب و تنظیم، ہر سبق اور نظم و غزل سے پہلے شعرا و ادبا کا خصوصی تعارف، کتاب کے مشمولات اور کتاب کے شروع میں حاصلات تعلّم کا اندراج، ہر سبق کے شروع میں مقاصدِ تدریس دیکھ کر ایک تسلی بخش تاثر اُبھرتا ہے کہ اُردو زبان کی کتاب کی ترتیب و تنظیم اسی طرح ہونی چاہیے جس کو دیکھ کر ایک خوش گوار تاثر بھی اُبھرے اور جو اُردو زبان کی ترویج میں بھی معاون ثابت ہو۔سندھ میں بھی پُرانا نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔جب کہ بلوچستان میں سالِ اوّل میں پڑھائی جانے والی کتاب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ تمام صوبوں کی اردو

لازمی کی کتب کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام صوبوں میں پڑھائی جانے والی کتب ایک نصاب کے مطابق نہیں اور پرچہ جات بھی ہر صوبے کے دوسرے صوبے سے مختلف ہیں۔ یہ فرقہ واریت اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟ جب وزارتِ تعلیم نے سب صوبوں کے لیے یکساں نصاب پیش کیا ہے تو اسے یکساں طور پر سب صوبوں میں لاگو کرنا از حد ضروری ہے جو کتب ۲۰۰۶ء کے نصاب کے مطابق ہیں اُن میں اسباق، نظم و غزلیات میں بھی جدید عنصر نظر آتا ہے اور قواعد کے انتخاب میں بھی علمی لیاقت جھلکتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اب تمام صوبوں میں ایک ہی نیا نصاب ۲۰۱۹ء پیش کیا جائے اور ہر صوبے کو اپنی علاقائی زبان کے موضوعات بھی شامل کرنے کی اجازت ہو۔ نصاب ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۶ء میں بھی علاقائی موضوعات شامل کرنے کی ہدایات موجود ہیں۔ تمام صوبوں میں ایک جیسا نصاب لاگو کرنا بے حد ضروری ہے جس سے نہ صرف قومیت کا تاثر اُبھرے بلکہ اُردو زبان کی ترویج و ارتقا میں بھی یہ کتب ممد و معاون ثابت ہوں۔ فرقہ واریت اور لسانی امتیازات کو پسِ پُشت ڈال کر متحد ہونا ہی نظریۂ پاکستان کا اصل مقصد ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی ریاست کو تقسیم کرنا ہو تو اُس کی شناخت تقسیم کر دی جائے۔ ریاست خود بخود تقسیم ہو جائے گی۔ اسلام کے بعد ہماری سب سے بڑی شناخت اُردو زبان ہے۔ اردو نہ رہے تو ہم لوگ خود بخود پنجابی، سندھی، بلوچی اور پٹھان ہو جائیں گے۔ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ متحد ہو کر تمام صوبے اردو زبان کے تحفظ کے لیے کمربستہ ہو جائیں تاکہ بانیٔ پاکستان اور مفکر پاکستان کے خواب کی تکمیل ہو سکے۔

نصاب کے مقاصد سے طلبا کو آگاہ کرنا اور تدریسِ اردو کے مدعا کو طلبا تک پہنچانا، درسی کتاب کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ درسی کتب کا مواد طلبا تک مؤثر تدریس کے ذریعے پہنچانا ایک اُستاد کی ذمہ داری ہے۔ ایک اُستاد ہی طلبا کو قومی زبان کی اہمیت سے آشنا کروا سکتا ہے اور اُن میں احساس قومیت اُجاگر کروا کے نظریۂ پاکستان کی تکمیل کر سکتا ہے۔

دورِ حاضر میں روایتی طریق تدریس رائج ہے۔ مروج طریقِ تدریس کے تین طرح کے ہیں۔ ایک قواعدی ترجمہ طریق کار، دوسرا ڈائریکٹ طریق کار اور تیسرا سمعی لسانی طریق کار۔ اس روایتی طریق تدریس کی بنیاد رٹا ہے جس سے طلبا امتحان میں اعلیٰ نمبر بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کی بجائے جدید، عملی، فنکشنل اور ثقافتی طریقہ اختیار کرنے کی سفارش کی جاتی ہے جس میں پہلے مثال طلبا کے سامنے رکھی جاتی جو روز مرہ زندگی سے متعلق ہو۔ طلبا غور و خوض کے بعد اُستاد کی رہنمائی سے اس مثال سے اصل علامت اخذ کرتا ہے۔ اس کے لیے ذہنی مشق درکار ہے جو تفکر کو مہمیز کرتی ہے یہ مشق طلبا کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اسی مشق کے ذریعے وہ اپنی زندگی کے تمام مقاصد حاصل کر سکتے ہیں۔

اُردو زبان کی تدریس میں سب سے اہم نکتہ املا کا ہے۔ طلبا اردو املا میں بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ اُستاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ اعلیٰ ثانوی سطح پر بھی طلبا سے املا کروائیں کیوں کہ اس سطح پر طلبا کی املا میں کئی اغلاط سامنے نظر آتی ہیں جس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ابتدائی درجے سے ثانوی درجے تک تو املا، الفاظ/معانی پرچہ جات میں شامل ہیں مگر اعلیٰ ثانوی سطح پر املا اور مشکل الفاظ کے معانی امتحانات سے خارج کردیے گئے ہیں۔ املا اور الفاظ معانی کی مشق تو یونی ورسٹی کی سطح پر بھی کروانے کی ضرورت ہے بلکہ اُردو کی ایک جامع لغت بھی، اردو لازمی کے مضمون کے ساتھ لازم کردی جائے تاکہ طلبا الفاظ/معانی یاد کریں اور اردو زبان میں استدعا حاصل کرسکیں۔

املا کے ساتھ ساتھ طلبا کے لیے مطالعہ بہت ضروری ہے بلکہ مطالعہ ابتدائی سطح سے ہی ضروری ہے۔ املا اور مطالعہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں جو لفظ جتنی دفعہ پڑھا جائے گا اُس کی صحیح صورت طلبا کے ذہن میں بیٹھ جائے گی۔ درسی کتاب کا مطالعہ، گائیڈ بک کا مطالعہ، لائبریری سے متعلقہ کتب کا مطالعہ یا کسی بھی تاریخی یا اسلامی کتاب کا مطالعہ، کمپیوٹر اسکرین پر مطالعہ، کسی بھی صورت میں مطالعہ طلبا کے لیے بہت ضروری ہے۔ متنوع کتب کے مطالعے سے نہ صرف طلبا کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اسباق کی تشریح، شاعری کی تشریح اور مضمون نگاری و مکالمہ نگاری میں اس سے بہتری پیدا ہوسکتی ہے۔

اُستاد تدریسی معاونات تختی، قلم، روشنائی، چاک، تختہ سیاہ، تختۂ سفید، چارٹ، تصاویر اور ماڈلز کے ساتھ ساتھ ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر، کمپیوٹر اور پروجیکٹر کے ذریعے تدریس کے عمل کو دلچسپ بناسکتا ہے۔

انگریزی زبان کی بے جا مداخلت، اردو زبان کی ترویج میں خلل انداز ہے۔ اپنی قومی زبان کو اہمیت دینے والے ممالک آج دنیا کے ترقی یافتہ ممالک بن چکے ہیں۔ اردو زبان کے ساتھ یہ منافقانہ طرزِ عمل، اس زبان کو پستی کی طرف لے کے جانے کے مترادف ہے۔ امریکہ و برطانیہ کے تعلیمی تجربات ہم اپنے ملک میں اپنانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ غیر سرزمین کا بیج ہماری مٹی میں وہ رنگ نہیں لاسکتا جو اس سرزمین کے اُگے ہوئے پودے کا بیج لاسکتا ہے۔ امتحانی پرچہ جات کا معروضی طریقہ بھی غیر ملکی طریقہ کار ہے۔ اس طریقے کو اپنانا اردو زبان کے لیے بالکل موزوں نہیں۔ اُردو سیکھنے کے لیے طلبا کو تشریحی و توضیحی انداز اپنانے کی ضرورت ہے۔ یہ انداز ۲۰۰۲ء سے قبل رائج تھا۔ نہ جانے کس حکمتِ عملی کے تحت معروضی طرز کو شامل تدریس کردیا گیا ہے۔ اب ہمارا تعلیمی نظام بیرونی اثرات کے رحم وکرم پر ہے اور ظلم تو یہ ہے کہ اعلیٰ ثانوی سطح کے بعد اردو لازمی مضمون نہیں رہتا، مطالعہ پاکستان صرف چالیس (۴۰) نمبر کا پرچہ بن جاتا ہے جب کہ اسلامیات لازمی ساٹھ (۶۰) نمبروں تک محدود ہو جاتا ہے۔ گویا تعلیمی نظام نظریۂ پاکستان کی حفاظت کی بجائے اُس کی بیخ

کنی کر رہا ہے۔ اردو کا حالِ زار تو اس مقالے میں بیان کیا جا چکا ہے مگر یہ ستم مطالعہ پاکستان اور اسلامیات کے ساتھ بھی برتا جا رہا ہے۔ یعنی اردو اور اسلام جو نظریۂ پاکستان کی بنیاد ہے اُس بنیاد کو ہی اُکھاڑا جا رہا ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح پر اسلامیات پچاس (۵۰) نمبر کا مضمون ہے۔ اسی طرح مطالعہ پاکستان بھی پچاس (۵۰) نمبر کا ہے۔ جب کہ اس کے بر عکس انگریزی دو سو نمبر (۲۰۰) کا مضمون ہے۔ یہ تضاد، نظریہ پاکستان پر ایک کاری ضرب لگاتا ہے۔ اس لیے تعلیمی نظام میں اصلاح نہیں، ایک انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہے۔

نتائج و سفارشات

مجموعی طور پر نظامِ تعلیم میں اصلاح کی ضرورت ہے بلکہ اردو زبان کے تحفظ کے لیے ایک انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہے۔ حکومت، ماہرین تعلیم، نصاب مرتب کنندگان، طلبا، اساتذہ کرام، نظامِ امتحانات کے سر کردہ تمام افراد مل کر ہی ان مسائل سے بطورِ احسن نمٹ سکتے ہیں۔ تمام صوبوں کا اتحاد ہی نظریۂ پاکستان کے تحفظ کے لیے درکار ہے۔

۱۔ سب سے پہلے ایک جدید نصاب کی ضرورت ہے۔ وزارتِ تعلیم نصاب کو ایک ہی پیش کرتی ہے لیکن ہر صوبے کی درسی کتب کے مشمولات ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں۔ یکجہتی کے اظہار کے لیے اور اردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے کہ ایک ہی کتاب طبع کی جائے اور ملک بھر میں تقسیم کر دی جائے تاکہ علاقائی اور لسانی تعصبات سے چھٹکارا مل جائے۔ صوبہ پنجاب میں ۲۰۰۲ء کا نصاب پڑھایا جا رہا ہے تو کے۔ پی۔ کے میں ۲۰۰۶ء کا نصاب پڑھایا جا رہا ہے۔ سندھ میں بھی قدیم نصاب رائج ہے مگر بلوچستان میں جدید نصاب رائج ہے۔ ان چاروں صوبوں کے علاوہ ایک فیڈرل بورڈ بھی کام کرتا ہے۔ فیڈرل بورڈ اسلام آباد کا نصاب آدھا تیتر، آدھا بٹیر ہے۔ گیارھویں کی کتاب جدید نصاب کے مطابق ہے اور اردو کی بارھویں جماعت کی کتاب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ہے۔ اب ۲۰۱۹ء میں ایک ایسا نصاب پیش کرنے کی ضرورت ہے جو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، قدیم سے جدید کی طرف سفر کرتا ہو۔ وزارتِ تعلیم، شعبۂ نصاب (اسلام آباد) کئی مضامین میں قومی نصاب پیش کر چکا ہے۔ ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۱ء میں کئی مضامین کے جدید نصاب پیش کیے جا چکے ہیں۔ مگر اردو لازمی گیارھویں اور بارھویں جماعت کا جدید نصاب نہیں آیا۔ ۲۰۰۶ء کا پیش کردہ قومی نصاب بھی پہلی جماعت سے میٹرک کی سطح تک لاگو کیا گیا ہے مگر اعلیٰ ثانوی سطح (صوبہ پنجاب) میں اس کا اطلاق ضروری نہیں سمجھا گیا۔ درج ذیل مضامین کے لیے ۲۰۰۷ء، ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۱ء میں وزارتِ تعلیم کے تحت نصاب پیش کیے گئے ہیں جو سن وار، مضمون وار اور جماعت وار ترتیب سے دیے جا رہے ہیں:

S. No.	Year	Subject	Grade
1.	2007	Home-Economics	VI-VIII
2.	2007	H. Economics Elective	IX-X
3.	2007	Social Studies	IV-V
4.	2007	Computer	VI-VIII
5.	2007	Gen-Maths for Humanities	IX-X

6.	2007	Psychology and Hygene (Elec)	IX-X``
7.	2007	Food & Nutrition (Elec)	IX-X
8.	2007	G. Knowledge	I-III
9	2007	Arabic	VI-VIII
10	2007	Drawing	III-XII
11	2007	Textile and Clothing Elective	IX-X
12	2009	Introduction to technologies	VI-XIII
13	2009	Computer Science	IX-X, XI-XIII
14	2009	Stats	XI-XII
15	2009	Gen Math	XI-XII
16	2009	Islamiyat ALA	IX-XII
17	2009	Fine Arts	XI-XII
18	2009	Sindhi	I-X
19	2009	Pushto	VI-XII
20	2009	Arabic	IX-X
21	2009	Farsi	VI-VIII
22	2009	Civics	IX-X-XI-XII
23	2009	Arts and Model Drawing	IX-X
24	2011	Geography	VI-XII
25	2011	Education	VI-XII
26	2011	Chinese Language	VI-XII
27	2011	Advance Pakistan Studies	VI-XII
28	2011	Psychology	VI-XII

29	2011	Library Science	VI-XII
30	2011	Pakistani Culture	VI-XII
31	2011	Business Studies	IX-X
32	2011	Health and Physial Education	VI-XII
33	2011	English Literature	XI-XII
34	2011	History of Civilization	IX-X
35	2011	History of Modern World	IX-X
36	2011	Environmental Studies	XI-XII
37	2011	National Curriculum for Secretarial Practice	IX-X

مندرجہ بالا تفصیل دینے کا مقصد صرف یہی ہے کہ اگر سینتیس (۳۷) مضامین کا نصاب تبدیل ہو سکتا ہے تو اُردو لازمی کا نصاب کیوں تبدیل نہیں ہو سکتا؟ یہ سراسر لاپرواہی اور کوتاہ بینی ہے۔ جدید دور میں مندرجہ بالا تمام مضامین کی ضرورت ہے مگر قومی زبان کی حیثیت سب سے برتر ہے۔ نیا نصاب، پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے جو یکساں طور پر تمام صوبوں میں نافذ کیا جائے۔

نصاب سے علاقائی تشخص کے تمام مضامین خارج کیے جائیں۔ قومیت اور یک جہتی کا تاثر اُبھارنے کے مضامین شامل کیے جائیں۔ اُردو لازمی کی درسی کتاب میں چاروں صوبائی زبانوں کا ترجمہ شدہ مواد بھی شامل کیا جائے تاکہ فرقہ واریت بھی ختم ہو اور کتاب کو پڑھنے سے تمام زبانوں کی اردو کے ساتھ قربت کا احساس بھی ہو۔ اگر تمام زبانوں کا اصلی متن بھی شامل ہو اور ترجمہ بھی تو کوئی حرج نہیں۔

نصابی دستاویز یعنی وزارتِ تعلیم کے پیش کردہ نصاب کی ایک جلد ہر تعلیمی ادارے کو فراہم کی جائے تاکہ اساتذہ تدریس اردو کے مقاصد سے بھی آگاہ ہو سکیں اور نصاب میں پیش کردہ ہدایات کے مطابق سلسلۂ تدریس میں مناسب تبدیلیاں لا سکیں۔ اساتذہ کی اکثریت نصاب سے ناواقف ہے۔ نصابی دستاویز صرف شعبۂ نصاب میں ہی موجود ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ذمہ داری شعبۂ نصاب کے ذمے ہے کہ نصاب ترتیب دینے کے بعد اُس کی جلدیں تعلیمی اداروں کو بھی ارسال کی جائیں۔

اسی طرح رہنمائے اساتذہ بھی ترتیب دی جائے جو ہر سطح کے طلبا کی ذہنی استعداد کے مطابق ترتیب دی گئی ہو اور اُستاد سبق پڑھانے سے پہلے اس سے رہنمائی حاصل کر سکے۔ اساتذہ صرف اپنے ذاتی تجربے یا علم کی بنا پر طلبا کو پڑھاتا ہے۔ طریق تدریس کے حوالے سے کوئی رہنما کتب اساتذہ کو فراہم نہیں کی جاتیں۔

صوبہ پنجاب کی درسی کتب اُردو لازمی (۱۸۔۲۰۱۷ء) میں تبدیلی کے گنجائش موجود ہے۔ کتاب کی ترتیب و تدوین میں نصاب میں موجود تدریس اُردو کے مقاصد کو ملحوظِ خاطر رکھنا اشد ضروری ہے۔ ابتدائی سطح سے اعلیٰ ثانوی سطح تک اردو زبان کے حوالے سے مضامین شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔ ''اردو زبان کے مختلف نام''، ''اردو زبان کی تاریخ''، ''اردو زبان کا ارتقا؟''، ''نامور محققین اردو'' اور ''لسانیات'' کے حوالے سے موضوعات اردو لازمی کی کتب میں شامل کیے جائیں جن کو لازمی کر دیا جائے کہ ان موضوعات پر مبنی سوال، امتحان میں بھی آئے گا اور امتحانی پرچہ جات میں اس سوال کا حل کرنا لازمی کر دیا جائے۔

اعلیٰ و ثانوی سطح پر صوبہ پنجاب میں اردو لازمی کی درسی کتب کے آخر میں ایک مختصر سے فرہنگ الف، بائی ترتیب سے درج ہے جو طلبا کے لیے ناکافی ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ ایک لغت/فرہنگ علیحدہ مرتب کی جائے جو درسی کتب کے مواد کا بھی احاطہ کرے اور اعلیٰ ثانوی سطح پر طلبا کی ذہنی استعداد کے مطابق بھی ہے۔ اس لغت کو لازمی کتاب کے طور پر شامل کیا جائے اور الفاظ/معانی امتحان میں بھی شامل ہوں۔

درسی کتاب کی ابتدا میں تدریسی مقاصد درج ہوں اور سبقی شعرا و ادبا کا ایک تعارف دیا جائے تاکہ اساتذہ و طلبا دونوں تدریسی مقاصد سے بھی آگاہ ہو سکیں اور شعرا و ادبا کے تعارف کے لیے طلبا کو گائیڈ بک کا سہارا نہ لینا پڑے۔

حصہ قواعد میں اضافہ کیا جائے۔ کئی برسوں سے ایک ہی طرح کے قواعد پڑھ کر طلبا نہ صرف بوریت کا شکار ہوتے ہیں بلکہ یہ امر اردو زبان کی زندگی کے لیے ایک خطرہ ہے۔ اعلیٰ ثانوی سطح کے لیے ۲۰۰۶ء کے نصاب میں پیش کردہ قواعد موزوں ہیں۔ مشقوں میں قواعد کی تعریف اور مثالیں طلبا کی علمی استعداد اور اردو زبان کی ترویج کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر شامل کی جائیں۔ موجودہ درسی کتب میں قواعد کی تعریفیں بھی مختصر ہیں۔ پھر طلبا اس کی خاطر گائیڈ بک کا سہارا لیتے ہیں۔ رہنما کتب میں بھی اغلاط کی بھرمار نظر آتی ہے۔ کے۔پی۔کے کی اردو لازمی (۲۰۱۸ء) کی کتب جو گیارھویں اور بارھویں جماعت میں پڑھائی جاتی ہیں ان کتب کی مشقیں نہ صرف امتحانی ضرورت کو پورا کرتی ہیں بلکہ قواعد کے لحاظ سے بھی ترویج اردو کے مقاصد کی تشفی کرتی ہیں۔ صوبہ پنجاب میں بھی اس تبدیلی کی ضرورت ہے۔

صوبہ پنجاب کی اعلیٰ ثانوی سطح کی اردو لازمی کی کتب میں جدید امتحانی طرز کے حوالے سے کم سوالات نظر آتے ہیں۔ نصاب اور درسی کتب کے مندرجات میں تو مماثلت ہے مگر درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کے طریقہ کار میں مماثلت کئی سطحوں پر موجود نہیں۔ اس لیے درسی کتاب کو امتحانی پرچہ جات کے طریقے کے مطابق ترتیب دیا جائے تاکہ طلبا مہنگی گائیڈ بک نہ خریدیں۔

درسی کتب کا مواد صرف ادبی نہ ہو بلکہ طلبا کے لیے عملی زندگی میں بھی مُفید ہو۔ دُنیا کے کئی ممالک انگریزی نہیں بولتے مگر ترقی کی دوڑ میں سب سے آگے ہیں۔ جدید سائنسی مضامین کو اردو میں ترجمہ کیا جائے۔ اس کے لیے دارالترجمہ قائم کیا جائے۔

اردو کی ویب سائٹس بنائی جائیں۔ اردو کی کئی کتب اور نامور شعرا کا کلام انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔ تعلیمی ادارے میں کمپیوٹر کا استعمال تمام طلبا کے لیے لازمی کر دیا جائے۔ صرف کمپیوٹر رکھنے والا طالب علم ہی نہیں بلکہ ہر طالب علم کمپیوٹر استعمال کرے اور اس میں اردو کی ویب سائٹ کا استعمال طلبا کے لیے لازم کر دیا جائے۔ اس سے طلبا نہ صرف کمپیوٹر کے استعمال میں استعداد حاصل کریں گے بلکہ اردو زبان کو کمپیوٹر پر پڑھنا ایک دلچسپ سرگرمی ثابت ہوگا جس سے طلبا کو اردو زبان سیکھنے میں آسانی ہوگی۔ آج کے طالب علم کو، اسی دور کی ایجادات کے ذریعے پڑھایا جائے تو زیادہ بہتر نتائج نظر آئیں گے۔ کمپیوٹر، تقریباً ہر سرکاری تعلیمی ادارے میں بطور مضمون پڑھایا جا رہا ہے لیکن اُردو زبان کو کمپیوٹر پر پڑھنا طلبا کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اردو زبان کی لغت، مختلف انگریزی الفاظ کا ترجمہ اُردو میں یا اردو الفاظ کا مفہوم انگریزی میں انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ اساتذہ کی زیرِ نگرانی یہ عمل سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ صرف اِن ویب سائٹس کا معیاری ہونا ضروری ہے۔

دورِ جدید کے طلبا کو پڑھانے کے لیے اساتذہ کو بھی جدید طریقِ تدریس کو اپنانا ضروری ہے۔ روایتی طریقے کی بجائے عملی طریقۂ تدریس اپنایا جائے۔ اس ضمن میں اساتذہ کے لیے تربیتی کورسز کا اہتمام کیا جائے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ گزشتہ پانچ سالوں کے اندر اساتذہ کے لیے تربیتی کورسز کا انعقاد ایچ۔ای۔سی کی جانب سے کیا جا رہا ہے جو اساتذہ کو نظم و نسق سے آگاہ کر رہا ہے لیکن اردو زبان پڑھانے کے حوالے سے تربیتی کورسز کا انعقاد نہیں کیا گیا۔ فارسی زبان کے حوالے سے اگر تربیتی کورسز کروائے جاتے ہیں تو اردو کی بطور قومی زبان تدریس کے لیے بھی اساتذہ کی تربیت ضروری ہے۔

امتحانی پرچہ جات سے اردو کے وہ معروضی سوالات نکال دیے جائیں جن کو صرف ہاں یا نہ کرنا ہو یا صرف دائرہ مار کر یا پین سے پُر کرنا ہو۔ یہ قومی زبان ہے کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ داغ نے کئی سال پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اردو زبان کوئی کھیل نہیں۔ اس زبان کی اپنی ایک بھاری بھر کم تاریخ ہے، اپنے اصول و قواعد ہیں جن سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے

ایک جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ مختصر سوالات شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں جس کا جواب طلبا جملے کی صورت میں لکھیں۔

امتحانی پرچہ جات ترتیب دینے کا مکمل اختیار امتحانی بورڈ کو سپرد نہیں کیا جائے بلکہ نصاب کے اندر امتحانی پرچے کا مکمل نمونہ دیا جائے جو "تدریسِ اردو" کے مقاصد کے تحت ترتیب دیا جائے اور بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن اس پر عمل کرنے کا پابند ہو۔ حکومت نے امتحانی نظام کی ترتیب و تنظیم کا کرتا دھرتا بورڈ کو سپرد کیا ہے جو قطعاً غلط ہے۔ امتحانی پرچہ جات کی ترتیب، نصابی مقاصد کے پیشِ نظر ہو، درسی کتب کے مواد اور مشقوں میں سے سوالات دیے جائیں اور پرچہ جات کی طرز امتحان کے انعقاد سے قبل تعلیمی اداروں میں ارسال کر دی جائے بلکہ نئے تعلیمی سال کی ابتدا میں ہی امتحانی پرچہ جات کے طریقہ کار کا مراسلہ اسکولوں اور کالجوں میں بھیج دیا جائے تاکہ طلبا اور اساتذہ بروقت امتحانی نقطۂ نظر سے سبقی مواد سے مستفید ہوں۔

***

کتابیات

۱) اپ ٹو ڈیٹ پیپرز،انٹر میڈیٹ پارٹ I،لاہور ہمدرد دوانہ خانہ،اردو بازار،۲۰۱۸ء۔

۲) اپ ٹو ڈیٹ پیپرز،انٹر میڈیٹ پارٹ II،لاہور ہمدرد دوانہ خانہ،اردو بازار،۲۰۱۸ء۔

۳) اردو برائے جماعت اوّل،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۴) اردو پانچویں جماعت کے لیے،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۵) اردو آٹھویں جماعت کے لیے،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۶) اردو برائے جماعت نہم،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۷) اردو برائے جماعت دہم،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۸) اردو (لازمی) گیارھویں جماعت کے لیے،پشاور: خیبر پختون خوا ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۹) اردو (لازمی) بارھویں جماعت کے لیے،پشاور: خیبر پختون خوا ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۱۰) اردو (لازمی) برائے سالِ اوّل،کوئٹہ: بلوچستان ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۱۱) اطہر،سلیمان،ثانوی زبان کی حیثیت سے اُردو کی تدریس۔ پاکستان: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۲ء۔

۱۲) پرائمر(III) اردو قاعدہ،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۸ء۔

۱۳) دُرانی، عطش،تدریسیاتِ اُردو۔لاہور: اردو سائنس بورڈ طبع اوّل،۲۰۰۷ء

۱۴) سرمایۂ اردو، گیارھویں جماعت کے لیے،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۷ء۔

۱۵) سرمایۂ اردو، بارھویں جماعت کے لیے،لاہور: پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، جنوری۲۰۱۷ء۔

۱۶) سرمایۂ اردو، برائے جماعت ۱۲،اسلام آباد: وفاقی ٹیکسٹ بک بورڈ، پچیسویں اشاعت،۲۰۱۸ء۔

۱۷) شاہد،ایس،ایم۔نصاب و انسٹرکشن (باراول)۔لاہور: مجید بک ڈپو،اُردو بازار،۲۰۰۵ء۔

۱۸) شاہد،ایس،ایم۔نصاب سازی۔راولپنڈی: مجید بک ڈپو،اُردو بازار،۹۔ جنوری۱۹۹۸ء۔

۱۹) صدیقی،بختیار احمد۔اقبال بحیثیت مفکرِ تعلیم۔لاہور: اقبال اکادمی پاکستان،۱۹۸۳ء، ص ۱۳۲۔

۲۰) غنی،عطیہ۔غیر ملکیوں کے لیے تدریسِ اردو کے مسائل اور ان کا حل (تحقیقی مقالہ ایم فل اردو)، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۲۰۰۸ء۔

۲۱) فاروقی،فوزیہ احسان۔کلیاں۔ کراچی: آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس،۲۰۱۶ء۔

۲۲) فاروقی،فوزیہ احسان۔اردو خوش خطی۔ کراچی: آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس،۲۰۱۷ء۔

۲۳) قریشی، وحید۔ تعلیم کے بنیادی مباحث۔ اسلام آباد: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، ۱۹۹۸ء۔

۲۴) قومی نصاب برائے اردو (لازمی) پہلی تا بارھویں جماعت کے لیے۔ اسلام آباد: حکومتِ پاکستان وزارتِ تعلیم، ۲۰۰۶ء۔

۲۵) گلزارِ اردو (لازمی) حصہ اوّل۔ جام شورو: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۲۰۱۸ء۔

۲۶) گلزارِ اردو (لازمی) حصہ دوم۔ جام شورو: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، ۲۰۱۸ء۔

۲۷) ماہنامہ اخبارِاردو۔ اسلام آباد: ادارہ فروغِ قومی زبان، جلد ۳۵، شمارہ ۵۔۶، (۲۰۱۷ء)۔

۲۸) معین، الدین۔ ہم اردو کیسے پڑھائیں۔ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغِ اردو، ۲۰۱۱ء۔

۲۹) ملک، عبدالستار۔ پاکستان میں اردو زبان کی تدریس کے مسائل و مباحث (تحقیقی مقالہ پی۔ ایچ۔ ڈی اردو)، اسلام آباد: نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، ۲۰۱۲ء۔

۳۰) نصاب اردو (لازمی) برائے جماعت یازدھم و دوازدھم۔ اسلام آباد: شعبۂ نصابیات، حکومتِ پاکستان، ۲۰۰۲ء۔

۳۱) نثری ادب، بی۔ اے اردو انتخابی۔ مرتبہ ڈاکٹر سید معین الرحمٰن۔ لاہور: مکتبہ کارواں، کچہری روڈ، ۲۰۰۱ء۔

- https://book.google.com.pk, (9:22am, 22ndOct.2018)
- https://publicdomainreview.org (9:52am, 22ndOct, 2018)
- Shaheen Previous question papers, F.A/F.Sc Part 1 &II, Peshawar:Qissa Khawani, 2018.

ضمائم

سوالنامہ برائے تحقیقی مقالہ

تحقیقی مقالے کا موضوع "صُوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر تدریس اُردو نصاب، درسی کتاب اور امتحانی نظام کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" ہے۔ مقالے کے لیے تیار کردہ سوالنامے میں اپنی رائے کا اظہار "ہاں" یا "نہ" کی بجائے تفصیلاً کریں۔ آپ کی رائے میرے لیے قابل احترام ہے۔ سوالنامے کے آخر میں اپنی مُہر ثبت کریں۔

نوٹ: مقالہ صُوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اُردو لازمی کی کتاب (۱۸-2017) کے تحقیقی و تنقیدی جائزے پر مبنی ہے۔ یہ کتاب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔

سوالنامہ پُر کرنے والے اساتذہ/ماہرین مضمون کے کوائف

۱۔ ڈاکٹر محمد سہیل سرور، ڈپٹی ڈائریکٹر (شعبہ اُردو)، پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور۔

۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم، گورنمنٹ اسلامیہ کالج، لاہور

۳۔ پروفیسر ڈاکٹر مزمل حسین (شعبہ اُردو)، پرنسپل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کوٹ سلطان لیہ۔

۴۔ مختار حسین بلوچ، اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ بوائز کالج کوٹ سلطان لیہ۔

۵۔ محمد ارشاد لیکچرار اردو گورنمنٹ بوائز کالج کوٹ سلطان لیہ۔

۶۔ سید اقبال احمد شاہ (شعبہ اُردو)، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج کوٹ سلطان، لیہ۔

۷۔ مسز عاطفہ فیصل کیانی، اسسٹنٹ پروفیسر (شعبہ اُردو) گورنمنٹ کالج برائے خواتین، ڈھوک رتہ، راولپنڈی۔

۸۔ صلاح الدین، لیکچرار اردو، کامرس کالج، راولپنڈی

۹۔ پرنسپل گورنمنٹ کالج ہائر سیکنڈری سکول نمبر ا، کامرس، کوہاٹ۔

۱۰۔ مسز عاصمہ، سی ٹی، گورنمنٹ گرلز مڈل سکول، نور عالم، سیاب، کوہاٹ۔

۱۱۔ ترنم نشاط، ہیڈ مسٹریس، G.G.P.S بلی ٹنگ کوہاٹ

۱۲۔ فریدہ، ایس۔ ایس۔ اردو G.G.P.S، بلی ٹنگ، کوہاٹ۔

۱۳۔ محمد شفیع، ماہر مضمون (اردو)، گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول، راجہ بازار، راولپنڈی۔

۱۴۔ مبشرہ شبیر، لیکچرار اردو، خدیجہ عمر گورنمنٹ کالج ٹینچ بھاٹا، راولپنڈی۔

۱۵۔ مسز نبیلہ منظور اعوان، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، خدیجہ عمر گورنمنٹ کالج برائے خواتین، ٹینچ بھاٹا، راولپنڈی۔

۱۶۔ سعدیہ ممتاز، لیکچرار اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، ٹینچ بھاٹا، راولپنڈی۔

۱۷۔ لیکچرار اردو، گورنمنٹ کالج برائے خواتین، مری۔

۱۸۔ رقیہ کاظمی، ایچ ایس ایس سی معلمہ، جناح ایجوکیشن سسٹم، گلشن کالونی، ٹیکسلا کینٹ۔

۱۹۔ منظر عباس، لیکچرر ان لائبریری سائنس، گورنمنٹ کالج، کوٹ سلطان، لیہ۔

۲۰۔ آسیہ بی بی، ایچ ایس ایس سی ٹیچر، جناح ایجوکیشن سسٹم، گلشن کالونی، ٹیکسلا کینٹ۔

سوالنامہ

پیشہ / عہدہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

1973 کے آئین کا تقاضا ہے آئین پاکستان پر عمل نہیں ہو رہا۔
زندہ قومیں اپنی زبان اور ثقافت سے پہچانی جاتی ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک نے ترقی / مقام غیر ملکی زبان کے
توسط سے حاصل نہیں کیا۔ دفتری زبان وہ ہونی ضروری ہے جسے عوام سمجھتی ہو۔ اکثریت جانتی ہو۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح / انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

کافی حد تک مناسب ہے۔ زبان عمل پیرا ہونے اور پریکٹس سے آتی ہے۔
اگر دفتری، عدالتی، تدریسی، کاروباری، قومی امور، امتحانات وغیرہ سب کی زبان اُردو ہو تو،
بہت جلد سب سیکھ جائیں گے۔ بلکہ انگلش کی نسبت جلد دسترس حاصل کر لیں گے

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

ماہرین تعلیم نے ہر پانچ سال بعد ان کی تبدیلی ضروری قرار دی ہے
اس پر عمل درآمد ہونا چاہیئے تاکہ زمانے کے جدید تقاضوں سے، نصاب کتاب اور
امتحانی نظام ہم آہنگ رہے

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

درست اور مناسب انداز میں اُردو سیکھ سکے، بول سکے اور سمجھا سکے۔
اس کے توسط سے تاریخ، ادب، علوم و فنون اور روزمرہ کے معمولات انجام دے سکے۔
مافی الضمیر بیان کر سکے، تجزیہ کر سکے۔ باہمی ابلاغ پر دسترس حاصل کر سکے۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

کافی حد تک۔
جدید موضوعات اور جدید طریقہ ہائے تدریس و امتحانات کو اپنانا ضروری ہے

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

کم از کم نصف ضروری ہے۔

س۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہییں؟

دونوں کی اہمیت مسلم ہے۔ تاہم زبان کی تدریس میں موضوعی سوالات کو خصوصی اہمیت دینی چاہیے۔

س۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

معروضی حصہ مناسب حد تک ہونا چاہیے۔

تمام معروضی کرنے سے یا اس کی کثرت زبان کی تفہیم و تدریس کے لیے مناسب نہیں۔

س۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

کتاب اور امتحانی پرچوں کو یکساں طور پر ترتیب دینا، انتظامی لحاظ سے ممکن نہیں۔ اُردو یا کسی بھی مضمون کی بقا کے لیے یہ "قطعاً" ضروری نہیں۔ اس سے مضمون کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ البتہ نصاب کا قومی سطح پر یکساں ہونا، اتحاد و یگانگت اور شیرازہ بندی کے لیے بہت ضروری ہے۔

س۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

ایک آدھ عنوان ڈالا جا سکتا ہے۔ اُردو لازمی کو عملی زندگی سے مشروط رکھا جائے تو مناسب ہوگا۔ زبان کی تاریخ و ارتقا وغیرہ جیسے موضوعات اُردو ادب (اعلیٰ) کے مضمون میں پڑھانے چاہییں۔

س۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

شاگرد کی مرکزی ہو پھر موضوع کی۔

استاد تو شاگرد کی تربیت، موضوع کی تفہیم و تدریس کا ذریعہ ہے۔

استاد کی اہمیت مسلم ہے لیکن اصل مقصد اچھا طالب علم ہے اور اس اچھا موضوع پڑھانا ہے

س۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

اُردو سمیت کسی بھی مضمون کی تدریس کو جانچنے کے لیے امتحان ضروری ہے اور امتحان کے لیے پرچہ جات ناگزیر ہیں۔ اس لیے مضمون کی تفہیم جانچنے کے لیے پرچہ جات لازمی ہیں۔

س۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

قواعد کی تدریس اور قواعد کے سوالات یقیناً مفید ہوتے ہیں لیکن ان کا تناسب مناسب حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔

Sohail

ڈاکٹر محمد سہیل سرور
ڈپٹی ڈائریکٹر (اردو)
پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ
لاہور

Deputy Director
Punjab Curriculum and
Textbook Board, Lahore.

سوالنامہ

پیشہ / عہدہ

تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

اگر عوام دفتری کاروائی اور سرکاری فیصلوں سے با آسانی آگاہی حاصل کر سکیں۔ اور انہیں اپنے متعلق کیے گئے فیصلوں کا کما حقہ ادراک ہو سکے۔ مزید یہ کہ عوام الناس اپنی رائے با آسانی سرکاری دفاتر تک اردو میں تحریر کر کے پہنچا سکیں

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

مناسب ہے تاہم اُردو زبان کے قواعد اور مہارتیں تدریس اردو کا حصہ ہونی چاہیں۔ اُردو اعلیٰ ثانوی سطح پر بحیثیت زبان شناسی کے اقدامات کیے جائیں اور اردو ہر سال کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

نصاب کی تبدیلی، درسی کتاب، امتحانی نظام پر اس کے اطلاق کا عمل مسلسل رہنا چاہیے۔ ہر پانچ سال کے وقفے سے نصاب میں تبدیلیاں وقت کا اہم تقاضا ہے۔ تبدیلی زندگی کا نام ہے۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

۱۔ اردو میں مافی الضمیر بیان کر سکنا۔ ۲۔ ابلاغ کی اہلیت

۳۔ قومی سطح پر حب الوطنی کے جذبات اجاگر کرنا۔

۴۔ عوام کی مسئلوں تک رسائی۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

بالکل مناسب رائے دی ہے۔ تبدیلی کا تعلق صرف اردو زبان کے نصاب سے جوڑنا مناسب نہیں ہر میدان علم میں تبدیلی کو بین الاقوامی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں سے جوڑنا ضروری ہے

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

کم از کم 70٪ اساتذہ (اردو) کو نصاب ساز کمیٹی میں شامل کرنا ضروری ہے۔ (سطح کے لحاظ)

س ۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

دونوں طریقہ ہائے جائزہ کی اہمیت مسلم ہے تاہم 80% سوالات موضوعی اور 20% معروضی ہونے چاہئیں۔

س ۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

جی ہاں ۔
طلبہ میں تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے حوالے سے معروضی سوالات بہت بڑی رکاوٹ ہیں۔

س ۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

مقاصد کے حوالے سے یکسانیت ضروری ہے تاہم اُردو کے نصاب کے جزئیات اور عنوانات قومی و صوبائی ہم آہنگی کو یقینی بناتے ہوں۔ تمام صوبوں کو اپنی روایات، کلچر اور ادبی پس منظر کو مرکزی حیثیت دینی چاہیے۔

س ۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ و ارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

اعلیٰ ثانوی سطح پر مختصر تعارف دیا جا سکتا ہے لیکن ایسے موضوعات اعلیٰ ثانوی سطح پر زیادہ تعداد میں نہ دیے جائیں۔ اردو زبان کی تاریخ و ارتقا کے حوالے سے ڈگری کی سطح کے نصاب میں ایسے موضوعات شامل کیے جائیں تو مناسب ہوگا۔

س ۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

موضوع کی حیثیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ استاد اور شاگرد دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ دراصل نصاب میں استاد، موضوع، طریقہ ہائے تدریس اور جائزہ جیسے [illegible] کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

س ۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

کسی حد تک مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ تاہم مرکزی حیثیت تو نصاب اور اس کے جزئیات اور عنوانات کو حاصل ہے۔ درسی کتاب تو ایک مددگار عنصر ہے جبکہ اصل بنیادی اہمیت تو نصابی مواد کو حاصل ہے۔

س ۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

قواعد کے حوالے سے نصاب اور امتحانی پرچہ جات دونوں ہی اہمیت کے حامل ہیں لیکن ان کا تناسب متوازن ہو۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج لاہور

(پروفیسر ڈاکٹر محمد نعیم)

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ

تدریسی تجربہ

س۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

اس لیے کہ یہ ہماری "لنگوا فرانکا" ہے

س۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

نہیں، مزید وضاحت کی ضرورت ہے

س۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

جی ہاں.

س۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

قومی اور ملی شعور میں اضافہ، لکھنے پڑھنے کی صلاحیت، اپنی تاریخ، تہذیب، ثقافت اور اپنے بزرگوں سے آشنا کیا جاتا ہے۔ انسانی کردار اور جذبات و احساسات کو بہتر کرتی ہے

س۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نشست/و تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

سیاسی، قومی "will" کی کمی ہے۔ اور متعلقہ ادارے اس اہم اکائی کی اہمیت اور افادیت سے واقف ہی نہیں ہیں۔

س۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

5 – 1 کا

س۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہئیں؟

20% ، 80% [اگر حصہ انشاء تعبیر کہانیاں ہے تو]

س۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

جی ہاں ۔ کیونکہ لسانیات اور ادبیات بچوں میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کم کرتی ہیں

س۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

جی ــــ بہ صورت : تاکہ ملکی سطح پر قومی تشکیل ہو سکے

س۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی ، ناگزیر ہے

س۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

تینوں کی بہ تثلیث ہیں ۔

س۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی ، کیونکہ زیادہ ہیں سے بنتی ہے

س۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

یقیناً ــــ قواعد کے بغیر لسانی شعور ممکن نہیں

پروفیسر ڈاکٹر عزیز احسن
پرنسپل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج
سرور شہید سلطان پور لیہ

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

تاکہ ہماری پہچان برقرار رہے اور قومی زبان کی ترویج سے اپنے مافی الضمیر کو بیان کرنے اور سمجھانے میں آسانی پیدا ہو۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

ابھی ناکافی ہے۔ قدیم ادب کو زیادہ تفوق دیا گیا ہے۔ جدید ادب کی اس میں زیادہ ضرورت ہے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

ازحد لازم ہے۔ بغیر تبدیلی نصاب ذہنی ارتقاء نہیں ہو رہا ہے۔ اسی وجہ سے یہ تغیر عصرِ حاضر کا تقاضا ہے۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

ادب زندگی کا عکاس ہے۔ زندگی میں پیش آنے والے واقعات کو قومی معیار اور قومی یک جہتی کے لیے نئی نسل کو مستفید کرنا۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی بالکل رکاوٹ ہے۔ اس طرح عمدہ اور جدید لکھاری ہمیشہ نظر انداز کر کے قدماء تک محدود کرنا، دانشمندی نہ ہے۔ لہٰذا تبدیلی لازم ہے۔

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

اردو لازم حیثیت سے معمول ہے۔ اس لیے قومی اور ادبی طور سے ایک چوتھائی تناسب ہونا چاہیئے۔ سائنس و میڈیکل، انجینئرنگ، I.C.S، آرٹس، کامرس تمام طلباء و طالبات مستفید ہوتے ہیں۔ لہٰذا تمام طلباء کے لیے یہ تناسب ۲۵ فیصد ہونا ضروری ہے۔

س۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہئیں؟

MCQs کے بجائے مختصر سوالات کے جوابات کی شکل میں زیادہ بہتر ہے
تاکہ املاء، فقرہ بندی، لکھائی وغیرہ درست رہے۔ موضوعی درست ہے
یہ تخلیقی حیثیت رکھتا ہے

س۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

یہ رکاوٹ نہیں۔ بلکہ یہ تو وسعتِ علمی کا سبب ہے۔ پورے کورس کو یاد کرنے
اور پڑھنے کا ذریعہ ہے

س۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

نہیں۔ ہر صوبے کے علاقائی مسائل اور ضرورتیں مختلف ہیں۔

س۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی بالکل ضروری ہے۔ تاہم تاریخ ادب کا حصہ اس میں فقدان کا شکار ہے۔

س۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

تینوں اپنی حیثیت سے Inter linked ہیں۔ یہ مثلث ہے تینوں برابر ہونا ضروری ہیں
کسی ایک کو نظرانداز کرنا موت ہے۔ موضوع، شاگرد، استاد

س۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔

س۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

ادب کو سمجھنے کے لیے ادبی و شعری اصطلاحات میں اضافہ ہی مددگار ہو سکتا ہے۔

[signature] ممتاز حسین بلوچ
A.P گورنمنٹ بوائز کالج کوٹ سلطان

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

اردو ہماری قومی زبان ہے۔ اور اردو کو اس کا جائز مقام اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک اسے بطور دفتری زبان رائج نہ کر دیا جائے

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

درسی کتاب کا مواد اردو زبان سکھانے کیلئے قطعاً کافی نہ ہے۔ جدید اردو ادب کی مقدار بڑھانا ضروری ہے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

جی ہاں ضروری ہے کیونکہ نصاب میں بروقت مناسب تبدیلیاں کر کے اسے حالات حاضرہ کے مطابق ڈھالا جا سکتا ہے۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

قومی و ملی شعور اجاگر ہوتا ہے۔ اردو قومی رابطہ کی زبان ہے۔ اس کے ذریعے مختلف زبانوں اور ثقافتوں کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی ہاں اردو کے نصاب کی سست رو تبدیلی اردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب میں بروقت اور مناسب تبدیلیاں ضروری ہیں۔

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کم از کم 20% ہونا چاہیے۔

س ۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہئیں؟

دونوں طریقوں (معروضی + موضوعی) کی اپنی اپنی اہمیت ہے۔ اس لیے امتحانی پرچہ جات کا کچھ حصہ معروضی اور کچھ موضوعی ہونا چاہیے تاہم موضوعی طرز کے سوالات زیادہ ہونے چاہئیں۔

س ۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

موجودہ طرز امتحان میں معروضی حصہ کی شمولیت بہت زیادہ ہے۔ اسے کم کیا جانا ضروری ہے۔ اور موضوعی طرز کے سوالات کی زیادہ سے زیادہ شمولیت لازمی ہے۔

س ۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

یکسانیت کی اہمیت اپنی جگہ پر بجا ہے مگر تنوع بھی کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ ہم رنگی اور رنگا رنگی اُردو زبان کے فروغ اور نشوونما کیلئے اپنی جگہ بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

س ۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی ہاں کوئی بھی زبان پڑھانے اور رائج کرنے کے وقت اسکی تاریخ اور ارتقاء کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ اگر زبان کی تاریخ اور ارتقاء کا مناسب علم نہ ہو تو علمی تشنگی برقرار رہتی ہے اور اس زبان کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا اور اسطرح ترویج کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔

س ۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

نصاب میں موضوع کی اہمیت مرکزی ہو۔

س ۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریسِ اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی ہاں یہ سب چیزیں تدریس اردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔

س ۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

Muhammad Irshad
Lecturer Govt college Kot Sultan
District Layyah

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ

تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

بطور قومی و رابطے کی زبان، یہ اردو کا حق ہے کہ یہ دفتری زبان کے طور پر بھی رائج ہونی چاہیے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

درسی کتب میں شامل نصاب مواد اس قابل نہیں کہ یہ اردو زبان سیکھنے میں معاون ثابت ہو سکے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

جی ہاں۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

تدریس اردو کا مقصد بطور زبان اس کا فروغ، ترویج اور ترقی ہونا چاہیے۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی ہاں۔ ہمارے ہاں اردو کا درسی نصاب عرصہ دراز سے تبدیل نہیں ہوا۔

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

نصاب ساز کمیٹی میں شامل ہی صرف اردو پڑھانے والے اساتذہ کو ہونا چاہیے۔

س۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

اردو لازمی کے امتحانی پرچہ جات موضوعی طرز پر ترتیب دینے چاہئیں۔

س۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

جی ہاں۔

س۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

قومی زبان کے طور پر یہ انتہائی ضروری ہے کہ تمام صوبوں میں اسے یکساں اہمیت دی جانی چاہیے۔

س۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

ضروری نہیں کہ زبان کا تاریخ وارتقا ہی پڑھایا جا رہا ہے۔ ہمیں جدید دور کے تقاضوں کے مطابق زبان کو ہم آہنگ کرنا چاہیے۔

س۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

نصاب میں اساتذہ، شاگردوں اور موضوع کی اہمیت یکساں ہے۔

س۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

یہ کسی حد تک مددگار ثابت ہو رہے ہیں۔

س۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

زبان سے آگاہی کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے قواعد سے بھی آگاہی ضروری ہے۔

سید اقبال احمد شاہ
استاد شعبہ اردو
گورنمنٹ ڈگری کالج کوٹ سلطان لیہ

مسز عاطفہ سہیل کیانی

سوالنامہ

پیشہ / عہدہ اسسٹنٹ پروفیسر

تدریسی تجربہ 20 سال

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

کیونکہ اردو زبان پاکستان کی قومی زبان ہے۔ قومی زبان کسی ملک کی عزت و توقیر کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اردو کی پسماندگی ملکی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ اردو میں علمی، ثقافتی اور ادبی سرمایہ موجود ہے اس زبان میں سائنسی اور دفتری مقاصد کے اعتبار سے بہترین زبان بننے کی صلاحیت موجود ہے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

جی نہیں، میرے خیال میں اردو لازمی کی درسی کتاب کے مواد میں مزید اضافہ اور بہتری کی گنجائش موجود ہے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

ایک اچھے نصاب کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں اصلاح اور ترمیم کی گنجائش ہوتی ہے۔ وقتاً فوقتاً نصاب میں تبدیلی اور اضافہ بہترین نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ لیکن نصاب میں تبدیلی پانچ سال کی بجائے دس سال کے بعد ہونی چاہیے۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

تدریس اردو کے مقاصد یہ ہیں کہ طلبہ کو اردو پڑھنے، سمجھنے اور اس میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے کے قابل بنایا جائے اور انھیں اردو کے ادبی خزانے سے استفادہ کرنے کا موقع دیا جائے کیونکہ ادب زندگی کی بہترین اقدار کا ترجمان اور عکاس ہوتا ہے جن سے آگاہ ہونا نوجوان نسل کے لیے ازحد ضروری ہے۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

کسی بھی نظامِ تعلیم میں نصاب کی تشکیل اور ترتیب بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ نصاب تعلیم کی تدوین قومی سیرت کی تعمیر میں معاون ثابت ہوتی ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ نصاب کا جائزہ لے کر اس میں اصلاح و ترمیم کا عمل جاری رہے

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

میرے خیال میں نصاب ساز کمیٹی اردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب ستر تا اسی فیصد ہونا چاہیے

س۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

امتحانی پرچہ جات کی ترتیب معروضی کے بجائے موضوعی طرز پر ہونی چاہیے۔

س۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصے کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

امتحانی پرچہ جات میں معروضی حصے کی شمولیت نے طلبا و طالبات کے لیے نمبروں کا حصول تو آسان بنا دیا ہے لیکن معروضی طرز کے سوالات کی تیاری پر زیادہ توجہ مرکوز ہونے کی وجہ سے اردو میں لکھنے، پڑھنے اور بولنے کی صلاحیت بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔

س۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

اردو ہماری قومی زبان ہے اور چاروں صوبوں کے درمیان باہمی یگانگت کے فروغ میں اردو کا بطور قومی زبان نہایت اہم کردار ہے۔ تمام صوبوں میں نصاب تعلیم اور درسی کتب کی تشکیل اور ترتیب قومی امنگوں کی ترجمانی، قومی سپرٹ کی تشکیل اور اردو زبان کی بقا اور فروغ کے سلسلہ میں بے حد معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

س۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

اردو زبان پورے پاکستان میں مقبول ہے۔ اس کی ایک نہایت وسیع تاریخ ہے۔ تحریک پاکستان ہو یا استحکام پاکستان اردو کا کردار مسلّم ہے۔ سیاستدان ہوں یا مقررین، مفسرین ہوں یا ادبا و شعرا سبھی نے اس زبان کو اپنایا۔ اس کی تاریخ سے لاعلمی اردو کو اس کا درست مقام دینے کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لیے اردو کی تاریخ و ارتقا کا مطالعہ اردو کی ترویج میں مددگار ہو سکتا ہے۔

س۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

اگرچہ نصاب میں استاد اور موضوع کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں لیکن نصاب کی تشکیل کرتے ہوئے یہ مدنظر رکھا جائے کہ شاگرد کی حیثیت مرکزی ہو۔ کیونکہ اس کے ذریعے طالبعلم کی کردار سازی کر کے اس کی فکری، ذہنی اور تہذیبی تربیت کی جاتی ہے۔

س۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

اردو لازمی کی موجودہ کتاب کے نصاب میں ترمیم و اضافہ کی گنجائش اور ضرورت ہے۔ کیونکہ اچھے نصاب کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف طالبعلم کو خواندہ بنائے بلکہ طالبعلم کو ماحول سے مطابقت پیدا کرنے اور معاشی سرگرمیوں اور معاشرتی اقدار سے ہم آہنگ ہونے کے قابل بنائے۔

س۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

جی ہاں۔ کیونکہ گرامر کسی زبان کو سیکھنے میں بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ طالبعلموں کی اردو زبان لکھنے، پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت میں اچھے طریقے سے اضافہ کر سکتا ہے۔

Assistant Professor in Urdu
Govt. College for Women
Dhoke Ratta Rawalpindi

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ [illegible] تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

ہرگز ضروری نہیں ہے تاہم اگر کوئی اَمر مجبوری کے تحت یا مسائل [illegible] اردو کو ذریعہ دفتری زبان بنایا جائے تو اسے بھی قبول کیا جائے ۔ دونوں زبانیں [illegible] ۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹر میڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

کافی ہے بلکہ اسے مزید آسان بنایا جائے جو سہولت کے حوالے سے بھی [illegible] زبان کے حوالے سے بھی۔ اخبار، رسائل اور کتب سے طالب علم زندگی سے خارج ہو چکے ہیں اور ای بکس (E Books) نے [illegible] ۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

ضروری تو ہے لیکن ہر پانچ دس سال بعد جو نصاب ترتیب پاتا ہے اس میں "نیا" کچھ نہیں ہوتا بلکہ گزشتہ [illegible] سال میں جو نصاب ترتیب پاتے اُنہی موضوعات کو ادھر ادھر کر کے نیا نصاب بنا لیا جاتا ہے۔ اردو کی لفظیات [illegible] ۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

۱۔ ادب سے زندگی کے تعلق سے آگاہی

۲۔ زبان سے متعلق امور سے آگاہی

۳۔ جدید اردو ادب [illegible] سے آگاہی

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی نہیں [illegible] ہے

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

۱۰۰ فی صد — اور نصاب سے متعلق جو بھی کمیٹی سازی میں بھی صرف اردو کے اساتذہ کو رکھا جانا چاہیے ۔

س۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہییں؟

موضوعی کیونکہ اس کے بغیر مطالعہ و دیگر متعلقات کی پیمائش ممکن نہیں ہے

س۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصے کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

ہرگز نہیں کیونکہ متن سے متعلق طالب علم کیا ذہانت کے ذریعے طالب علم کی معلومات میں دلچسپی یا عدم دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے

س۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

ہرگز نہیں ہر صوبے کو اپنی اردو زبان کے حوالے سے اپنی علاقائی ثقافت اور [illegible] کو بروئے کار لانا چاہیے مثلاً پنجاب کے مقابلے میں سندھ اور بلوچستان میں اردو کی تدریس کا طریقہ کار کو آسان ترین رکھنا چاہیے اور نصاب کو ادق نہ بنایا جائے

س۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی صرف ایک یا دو اسباق، لغات کا مضمون کافی ہے۔

س۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

موضوع (TEXT) یا متن بنیاد ہے استاد اور شاگرد اس تعلیمی عمل کا [illegible]۔ موضوع کو نظر انداز کریں تو ضرورت سے [illegible] جائے گا۔

س۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

مکمل حصول کا باعث نہیں ہیں۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ جو طالب علم نوٹ نہیں دیا جاتا یا ایسی صورت میں مثلاً نمبر حاصل کرنے کے سبب استاد بھی [illegible] اپنا اضافی میٹریل بڑی آسانی اختیار کر لیتا ہے اور امتحان کی تیاری میں مددگار ہے

س۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

اعلیٰ ثانوی سطح پر پہلے ہی اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ قواعد میں اضافہ بوجھ بن جائے گا

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ پرنسپل　　　　تدریسی تجربہ 22 سال

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

چوں کہ دفاتر میں زیادہ تر سائلین عمومی افراد سے متعلق ہوتے ہیں لہٰذا ان کو ابلاغ ممکن بنانے میں قومی زبان ہی سب سے آسان ہو سکتی ہے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

جہاں تک زبان دانی کی بات ہے، جی ہاں، لیکن میرے خیال میں ادب کو خالص ادب ہونا چاہیے، زبان دانی اس کا ایک جز تو ہو سکتا ہے، کل نہیں۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

جی نہیں! نصاب کی تبدیلی سے معلم اور طلبا دونوں کے لیے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

تدریس اردو کا سب سے بڑا مقصد اپنی قومی زبان کی ترویج ہے۔ دوسرے مقاصد میں ابلاغ میں مدد اور عام انسان کے فہم و ادراک میں اضافہ شامل ہیں۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی نہیں! اس کی اور بھی کئی وجوہات ہیں جن میں سر فہرست حکام کی اس جانب تساہل پسندی اور بے اعتنائی ہے۔

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

تقریباً ۱۰۰ فی صد، غیر متعلقہ افراد کا نصاب سازی میں کیا کام!!

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہئیے؟

دونوں طرح کے ہونے چاہیں۔ موضوعی پرچہ جات کسی بھی انسان کی صلاحیتوں کو پرکھنے کا عمدہ طریقہ ہے۔ معروضی سوالات میں تو "تُکا" بھی چل جاتا ہے۔

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

جی ہاں!

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

ضروری نہیں! ہر علاقے کا اپنا ادبی ورثہ اور ثقافتی خزانہ ہوتا ہے۔

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی ہاں! اس کا ادراک ہمارے نصاب سازوں کو نہیں۔ حالانکہ اس کی ابتدا ثانوی جماعتوں سے ضمنی طور پر ہو جانی چاہیے۔

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

تینوں کی اپنی اہمیت ہے۔ یہ بحث پرانی ہو چکی ہے کہ موضوع اہم ہے یا دیگر اجزا۔

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

بہت حد تک!

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

دراصل قواعد سے پہلے زبان کو بولنے کی سہولت ہونی چاہیے۔ آج بھی ہمارے ہاں مادری زبان میں سہولت محسوس کی جاتی ہے۔ ایک بار زبان بولنے میں رواج پا جائے تو پھر قواعد کو سکھانے میں آسانی رہتی ہے۔

PRINCIPAL
Govt. Higher Secondary
School No.1, Kohat

(3) ١٢

گورنمنٹ گرلز مڈل سکول ڈھوک نورعالم (سباب)
سوالنامہ
کوہاٹ خیبر پختونخواہ

تدریسی تجربہ 21 سال — ASMA. — پیشہ/عہدہ C.T. C.T

س ا۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

اردو زبان چونکہ ہماری قومی زبان ہے۔ ہر پاکستانی اسے بول اور سمجھ سکتا ہے
اس لیے اردو کو دفتری زبان رائج کرنا ضروری ہے

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

جی ہاں۔ لیکن قدیم اردو زبان کو سمجھنے اور سکھانے کیلئے ناکافی ہے

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

جی ہاں ضروری ہے۔ دور حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے
نصاب میں رد و بدل کی ضرورت پڑتی ہے

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

قومی زبان کی بقا
ملکی یکجہتی
اپنی ثقافت اور تہذیب کی بقا

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی ہاں

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

100%
کیونکہ اردو ٹیچر ہی نصاب کو بہتر سمجھ سکتا ہے

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

کسی بھی طلبہ کی ذہنی سطح کی جانچ پڑتال کیلئے
معروضی اور موضوعی طرز ضروری ہوتے ہیں

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

جی نہیں

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

بالکل ضروری ہے۔ کیونکہ تمام صوبے پاکستانی ہیں
اور یکساں نصاب ملی یکجہتی کی علامت ہے

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

ضروری ہے۔

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

شاگرد کی۔ کیونکہ نصاب کا مقصد طالب علم کو سنوارنا اور سکھانا ہے

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی ہاں۔

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

جی ہاں
شاگرد قواعد سے زیادہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں اور بہتر سیکھ سکتے ہیں

20-12-2018

سوالنامہ

(۱۱)

(5)

پیشہ/عہدہ: ثمرہ نشاط PST/PST

تدریسی تجربہ: 26 سال

س ا۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

کیونکہ اُردو زبان ہماری قومی زبان ہے ہر شخص کو اسکی آسانی سے سمجھ آتی ہے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

جی ہاں،

ہر زبان دانی خالص ادب کا ایک جز ہے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

نہیں کیونکہ اساتذہ اور طلبا دونوں کیلئے بہت سی مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

* تدریس اردو کا سب سے بڑا مقصد اپنی قومی زبان کی ترویج ہے۔
* اپنی بات کو باآسانی دوسروں تک آسانی سے پہنچانا۔
* ملک کی ترقی اور بقا کیلئے اور باہمی [illegible] میں اضافہ۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

نہیں

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

100% کیونکہ غیر متعلقہ انسان کو اسکی کوئی سمجھ بوجھ نہیں ہوتی کہ نصاب کی کیا اہمیت ہے یہ کس طرح معلم اور متعلم پر اثر انداز ہوتا ہے۔

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیے؟

دونوں طرز کے پرچہ جات ترتیب دینے چاہئیے کیونکہ موضوعی پرچہ جات کے ذریعے طلباء کے ذہن کو پرکھا جاسکتا ہے۔

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

جی ہاں۔ کیونکہ معروضی سوالات کو طلباء ایک دوسرے سے پوچھ کر حل کر لیتے ہیں۔

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

جی ہاں کیونکہ ہم قوم ایک ہے ہماری زبان ایک ہے تو ہر صوبے میں یکساں ہو۔
بے شک ہر صوبے کی اور ان علاقوں کی اپنی اہمیت ہے لیکن ہمیں قومی یکجہتی کو سرفہرست رکھنا چاہیے۔

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی ہاں! نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کیلئے ضروری ہے کیونکہ اردو کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوتا ہے

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

نصاب میں ہر ایک اہمیت کا حامل ہے۔

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی ہاں کیونکہ درسی کتاب اور امتحان میں پرچہ جات کو حل کرکے اپنا مقصد پورا کیا جاسکتا ہے۔

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

جی ہاں۔ کیونکہ جب تک زبان کوئی نہیں آئے گی تب تک اسکو سمجھانا بہت مشکل ہے جب روانی سے بولنا آجائے گا سمجھ کو سمجھانا آسان ہوگا۔

HEAD MISTRESS
G.G.P.S
BILLITANG (KOHAT)

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ Farida (SS Urdu)

تدریسی تجربہ 15 سال

س ا۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا چاہیے۔ کیونکہ پاکستان کی قومی زبان اُردو ہے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

کافی ہے

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

وقت کی ضرورت کے مطابق ضروری ہے

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

کیونکہ پاکستان کی قومی زبان اُردو ہے۔ کیونکہ یہ ملک کے تمام علاقوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اور اُردو زبان ہی کی وجہ سے ہم اپنے معاشرے اور ثقافت کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

رکاوٹ ہے

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

سو فیصد

س ۷-اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

معروضی / موضوعی (دونوں)

س ۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

نہیں ہے

س ۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

ضروری ہے

س ۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

ضروری ہے

س ۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

نصاب استاد، شاگرد اور موضوع تینوں کو اہمیت حاصل ہونی چاہیے

س ۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

ہوتے ہیں

س ۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

ہو سکتا ہے

س ۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

معروضی کثیر الانتخابی طرز پر مناسب ہے جبکہ موضوعی طرز میں ضروری ترمیم [illegible] مناسب ہے
موضوعی بھی ہونا ضروری ہے

س ۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

نہیں معروضی حصہ لازمی ہے

س ۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

جی نصاب درسی امتحانی یکساں طرز پر تیار کیے جانے چاہیے

س ۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی اعلیٰ ثانوی سطح پر اردو زبان کی تاریخ و ارتقا کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے لازمی شامل ہونا چاہیے

س ۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

شاگرد کی حیثیت مرکزی ہو

س ۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

کسی حد تک مددگار ثابت ہوتے ہیں

س ۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

جی قواعد پر بھی [illegible] کیا جانا چاہیے

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ   تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

کسی بھی ملک کی زبان اس کی تہذیب و ثقافت کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ لوگوں کو اپنی زبان میں بات کرنے اور سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اس لیے دفتری زبان اردو ہونی چاہیے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

اردو زبان سکھانے کی بجائے ادب پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ یہ ناکافی ہے

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

کم از کم نئے تقاضوں کے عین مطابق ہر پانچ سال کے بعد نصاب میں تبدیلی لازمی ہے

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریسِ اُردو کے چند اہم مقاصد کون سے ہیں؟

طلباء کو درسی قومی زبان بول سکنے، پڑھنے، لکھنے، سمجھنے کی مہارت دینا (۲) اردو ادب سے روشناس کرانا، تلفظ کی درستی کرنا۔ (۳) اردو شعراء سے روشناس کرانا۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی ہاں تدریسی مقاصد کے حصول میں نصاب کی سست روی رکاوٹ ہے

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

کم از کم ۵۰ فیصد ہونا چاہیے

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ

تدریسی تجربہ

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

پاکستان میں اردو زبان کو دفتری زبان بنانے کی ضرورت ہے کیونکہ بہت سے لوگ انگریزی زبان سے ناواقفیت رکھتے ہیں۔ اردو زبان ہی ہماری شخصیت کی پہچان ہے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

اردو لازمی کی کتاب اردو زبان سکھانے کے لیے ناکافی ہے۔ طلباء زیادہ تر رٹنے کے چکر میں رہتے ہیں۔ کتاب کو یاد کر کے نمبر لینے کے لیے استعمال کیا جاتا نہ کہ زبان سیکھنے کے لیے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

گزرتے وقت کے ساتھ اور نئے دور کے تقاضوں کے مطابق نصاب کو بدلنا چاہیے۔ اسے درسی کتاب کا حصہ بھی بنانا چاہیے۔ نصاب کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ امتحانی نظام پر بھی اس کا اطلاق ہونا چاہیے۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کون سے ہیں؟

اردو زبان سے واقفیت حاصل کرنا۔ اس کی اہمیت کو سمجھنا۔ اردو کو اپنی شخصیت کی پہچان سمجھنا اور اس پر فخر کرنا۔ قومی زبان کی اہمیت کو سمجھے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

نصاب کی سست رو تبدیلی سے زیادہ ہماری اردو زبان سے دوری اس کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ طلباء اردو کو آسان سمجھ کر نظرانداز کرتے ہیں۔ جس کا نتیجہ اردو زبان کے تدریسی مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکامی کی صورت میں سامنے آتا ہے۔

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

نصاب ساز کمیٹی میں اردو اساتذہ کا ۷۰٪ تناسب ہونا چاہیے۔ جس قدر اردو کا تناسب نصاب میں ہے اساتذہ کی تعداد بھی اسی قدر ہونی چاہیے۔

س۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیے؟

معروضی اور موضوعی دونوں طرح سے ترتیب دینا چاہیے۔ ایسا امتحان ہونا چاہیے جس سے طلباء کے تصورات و نظریات کا صحیح طور پر اندازہ ہو۔ رٹا سسٹم کو ختم ہونا چاہیے۔

س۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصے کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

بہت حد تک رکاوٹ ہیں کیونکہ طلباء چند سوالات کو رٹ کر کامیاب ہو جاتے ہیں۔ نقل کا رجحان بڑھتا ہے۔ لیکن معروضی سوالات کی وجہ سے زیادہ نصاب کو کور کیا جا سکتا ہے۔

س۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

اردو قومی زبان ہے۔ تمام صوبوں کے لیے اس کی اہمیت یکساں ہے۔ کسی ایک صوبے کے لیے اس کی اہمیت زیادہ نہیں ہے۔ اس لیے نصاب کو یکساں طور پر ترتیب دینا چاہیے۔

س۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

اردو لازمی کے نصاب میں تاریخ وارتقا کے موضوعات کو شامل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اس کو سمجھے بغیر زبان کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

س۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

شاگرد کی حیثیت مرکزی ہونی چاہیے۔ استاد ایک رہنما کے طور پر راستہ دکھاتا ہے۔ موضوع کی اہمیت دونوں کے بعد کی ہے۔

س۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

بہت حد تک کامیاب ہیں مگر چند پر اضافہ جات کی بھی ضرورت ہے۔ اردو کو ٹائم ٹیبل میں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ دوسرے مضامین کے مقابلے میں اس کو کم اہمیت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے اردو کی تدریس کے مقاصد حاصل نہیں ہو پاتے۔

س۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

قواعد کا اضافہ ہونا ضروری ہے۔ طلباء کو قواعد سے روشناس نہیں کروایا جاتا جس کی وجہ سے اردو زبان صحیح طور پر سیکھ نہیں پاتے۔

LECTURER

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ ۔ اسسٹنٹ پروفیسر اُردو

تدریسی تجربہ ۔ بائیس سال

س۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

پاکستان میں شرح خواندگی ویسے بھی کم ہے جو خواندہ ہیں وہ بھی بمشکل اُردو پڑھ سکتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ بھی انگریزی زبان پر اطمینان بخش عبور نہیں رکھتے۔ ایسے حالات میں اُردو زبان کا عملاً دفتری زبان نہ ہونا عوام کے لیے پریشانی کن ہوتا ہے۔ اگر اُردو کو دفتری زبان بنا لیا جائے تو عوام کی غالب اکثریت سکھ کا سانس لے گی۔ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ اُردو کو اگر عملاً دفتری زبان بنا لیا جائے تو اُردو کو معیاری سطح اور عزت حاصل ہو سکے گا اور اُردو کی ترقی اور عروج کی نئی راہیں کھل سکیں گی۔

س۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

کافی تو بہرحال نہیں ہے۔ اصلاح کی گنجائش موجود ہے۔ اور ایسا ہونا بھی از حد ضروری ہے۔

س۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

یکسانیت چونکہ اکتاہٹ کا سبب بنتی ہے۔ لہٰذا ہر پانچ سال بعد نصاب میں تبدیلی کے اثرات مثبت ثابت ہوں گے۔ تاہم ناگزیر نہیں ہے۔ اور نصاب کی تبدیلی ایک سال قبل کی جانی چاہیے تاکہ طلباء کو کتب بروقت دستیاب ہو سکیں۔

س۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

اُردو زبان و ادب کی تاریخ اور ارتقائی مراحل کا تذکرہ نصاب میں شامل ہونے کا اُردو کی ترقی و ترویج سے تو کوئی خاص تعلق نہیں۔ تاہم ایسے حقائق اگر سامنے لائے جائیں کہ اُردو عرب یا ایران سے درآمد شدہ زبان نہیں بلکہ مقامی زبان ہے اور پنجابی، سرائیکی، سندھی اور پوٹھوہاری زبانوں سے اس کے مضبوط لسانی و تاریخی رشتے ہیں تو یہ بات اُردو کو ایک قومی اور باہمی رابطے کی زبان بنانے میں (جو کہ وہ ہے بھی) ممد و معاون ہو سکتی ہے۔

س۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

تدریسِ اُردو کا بنیادی مقصد تو یہی ہے کہ طالب علم کو اُردو زبان سمجھنے، بولنے اور لکھنے کے لائق بنایا جا سکے۔ اسی مقصد سے جڑا ہوا دوسرا مقصد یہ بھی ہے کہ اُردو کو قومی رابطے اور اس ذریعے سے قومی یکجہتی کو مستحکم کیا جا سکے۔ تاکہ تدریسی مقاصد میں جو رکاوٹیں ہیں ان کا سدباب ہو سکے۔

س۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

میرا خیال ہے کہ ایسے محققین و ناقدین کا تناسب کم از کم پچاس فیصد ہونا چاہیے۔

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

تدریس اُردو کا مقصد [illegible] ظاہر ہے [illegible] کی فراہمی [illegible] بلکہ اردو میں اظہار [illegible] کی صلاحیت کو اجاگر کرنا ہے [illegible] طلبہ و طالبات [illegible] کی صلاحیت کا امتحانی [illegible] سے ایک تو [illegible] طلبہ کی صلاحیتوں کو [illegible] معروضی کے نظام سے پوری [illegible] زبانوں پر [illegible] امتحانی نظام آسان [illegible]

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

کسی بھی زبان کی تدریس میں معروضی سوال بھلا ممد و معاون کیسے ہو سکتے ہیں۔

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

قومی یک جہتی کے لیے ایسا ہونا مفید ہو سکتا ہے۔ تاہم علاقائی زبانوں اور اُردو کے تعلق کو پیش نظر رکھنا بہتر ہوگا۔ مثلاً پنجابی، سرائیکی اور کسی حد تک سندھی زبانیں لسانی ساخت اور صرف و نحو کے اعتبار سے اُردو کی قریبی رشتہ دار ہیں۔ بلوچی اور پشتو سے دور کا رشتہ ہے۔ لہٰذا تدوین نصاب میں یہ نکتہ ملحوظ رہے تو زیادہ بہتر ہے۔

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

میری دانست میں اُردو زبان کی تاریخ یا ارتقاء کی داستان کے بیان کا نصاب میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اعلیٰ ثانوی درجے میں اُردو پڑھانے کا مقصد اُردو زبان میں قوتِ اظہار کا فروغ ہے۔ زبان کی تاریخ اس ضمن میں ممد و معاون نہیں ہو سکتی۔ البتہ اُردو زبان کا جو رشتہ علاقائی زبانوں مثلاً سرائیکی، پنجابی اور سندھی زبان سے جو اُردو کا رشتہ فی الواقع موجود ہے۔ اُسے اجاگر کرنا ہوگا اور اُردو سے مغائرت دُور کرنے اور لسانی تعصبات کو ختم کرنے نہایت معاون ہوگا۔

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

اُستاد، شاگرد اور موضوع تینوں کی اہمیت ہے۔ لیکن طالب علم کی اہمیت بہرحال زیادہ ہے کہ اسی کو تو سکھانا مقصود نظر ہے۔

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

نصابی کتاب بہرحال معاون ہوتی ہے۔ امتحانی پرچے اس معاونت کی سطح جانچنے کے کام تو بہرحال آتے ہیں۔

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

قواعد کا اضافہ بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

نبیلہ منظور اعوان
اسسٹنٹ پروفیسر اُردو
خدیجہ عمر گورنمنٹ کالج برائے خواتین ٹینچ بھاٹا راولپنڈی
Mrs. Nabeela Manzoor Awan
Asstt. Prof
Khadija Umar Govt. College (W)
Tench Bhatta, Rawalpindi

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ لیکچرار اردو　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　تدریسی تجربہ

ٹرانسس

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

پاکستان میں اردو زبان بطور دفتری زبان رائج ہونا اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ذریعے ملکی تشخص قائم کرنے میں مدد ملے گی۔ اس کے علاوہ دفتری امور بطریق احسن نبھائے جا سکیں گے۔

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

اردو لازمی کی درسی کتاب کا مواد اردو زبان سکھانے کے لیے ناکافی ہے کیوں کہ ان کتب میں زبان سکھانے کا مواد نہیں ہے۔ زبان کے بنیادی قواعد اور انشاء لکھنے کا طریقہ کار طلبہ کو نہیں سکھایا جاتا اس کے علاوہ عملی مشق کا بھی فقدان نظر آتا ہے۔

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

جی ہاں ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی ضروری ہے کیوں کہ بدلتے وقت اور تناظر کے ساتھ چلنے کے لیے تبدیلی ناگزیر ہے۔ اور یہ تبدیلی محض باتوں تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ اس کا عملی اطلاق بھی ہونا چاہیے۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریسِ اُردو کے چند اہم مقاصد کون سے ہیں؟

1- اردو زبان کی مبادیات کو سکھانا اور اس کو عملاً استعمال کرنے کی اہلیت پیدا کرنا۔
2- اردو زبان کی اہمیت و افادیت طلبہ کو ذہن نشین کروانا
3- اردو زبان کو تدریسی ذریعہ بنانے کی کوشش کرنا

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نسبت رد و تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

جی ہاں، پچھلے کئی برسوں سے اردو لازمی کے نصاب میں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ سے طلبہ کو وہی پرانا نصاب پڑھایا جاتا ہے اور انھیں اردو زبان سے قریب کرنے کے بجائے مزید دوری کا امکان پیدا ہو رہا ہے۔

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

~~۲۵ فیصد اراکین کا~~

نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب 20 فیصد ہونا چاہیے۔

س ۷- اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیئے؟

اردو لازمی کے امتحانی پرچہ جات میں 20 نمبر M.C.Q's، 20 نمبر مختصر جوابات اور 60 نمبر موضوعی حصے کے ہونا چاہیے۔

س ۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

امتحانی پرچہ جات اردو لازمی میں معروضی حصے کی شمولیت اردو سکھانے کے عمل میں رکاوٹ نہیں ہے۔ اصل رکاوٹ نصاب کی ترتیب ہے۔

س ۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

جی ہاں، اردو کی بقا کے لیے یہ عمل ضروری ہے۔

س ۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

جی ہاں، اردو کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اردو زبان کی ترویج کے لیے ضروری ہے تاکہ طالب علموں کو اردو کی تاریخ سے شناسائی حاصل ہو سکے۔

س ۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

نصاب میں شاگرد کی حیثیت مرکزی ہونا چاہیے کیوں کہ اس کی تعلیم وتربیت کرنا اصل مقصد ہے۔

س ۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی ہاں، اعلیٰ ثانوی سطح کے طالب علموں کی تدریس اردو کے لیے یہ دونوں عوامل مددگار ہیں۔

س ۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

بالکل، نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اہم پہلو ہے۔ اس کے ذریعے اردو لکھنے اور بولنے کے عمل میں بہتری پیدا ہوگی۔

Sadia Mumtaz
Lecturer Urdu
Government Degree College (W)
Tench Bhaataa Rawalpindi

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ لیکچرار اردو   تدریسی تجربہ چھ سال

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

ہر ترقی یافتہ ملک میں اسکی قومی زبان ہی بطور دفتری زبان رائج ہوتی ہے۔ پاکستان کی ترقی کے لیے بھی عملی طور پر اردو کا بطور دفتری زبان رائج ہونا ناگزیر ہے۔ غیر زبان ہی ذریعہ اظہار مشکل ہوتا ہے اور اسے سیکھنے میں طلبا کا وہ وقت بھی صرف ہو جاتا ہے جو وہ کسی اور مہارت کے لیے وقف کر سکتے تھے

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

انٹرمیڈیٹ کی اردو لازمی درسی کتاب کا مواد اردو زبان سکھانے کے لیے ناکافی ہے۔ ادب کا یہ انتخاب طلبا کو مزید ادب پڑھنے کی طرف راغب نہیں کرتا۔ امتحانی نظام ایسا ہونا چاہیے جو ان کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشے اور وہ شوق سے شعر و ادب کا مطالعہ کریں نہ کہ نصاب میں شامل شعر و ادب کو بھی بوجھ سمجھیں

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

چھ سال نصاب پر نظر ثانی کرنا اشد ضروری ہے۔ پرانے مروجہ لکھے لکھائے امتحانی نظام کو بدلنا بھی ناگزیر ہے جو طلبہ میں رٹے کی صلاحیت کو مضبوط کرتا ہے مگر تخلیقی صلاحیتوں پر بند باندھتا ہے۔ امدادی کتب پر مکمل پابندی ہونی چاہیے اور قدیم ادب کے ساتھ جدید شعر و ادب کا انتخاب بھی اردو درسی کتاب میں شامل کیا جائے تاکہ طلبہ جدید ادبی رجحانات سے بھی روشناس ہو سکیں۔

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

بچوں میں اردو زبان و ادب کے لیے لگاؤ پیدا کرنا، ان کی تخلیقی صلاحیتیں بیدار کرنا، ان میں زبان و ادب کا صحیح شعور پیدا کرنا اور صحیح زبان لکھنے کے قابل بنانا۔

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی سست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

موجودہ نصاب بہت سال پرانا ہے۔ اس پر نظر ثانی بلکہ باقاعدہ بنیادوں پر نظر ثانی بہت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ مروجہ امتحانی نظام بدلنا چاہیے یہ اردو زبان کے تدریسی مقاصد کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے اسکے باعث طلبہ اردو کو بوجھ سمجھ کر پڑھتے ہیں

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

اگر نصاب ساز کمیٹی میں منتظمین سے زیادہ اردو پڑھانے والے تجربہ کار اساتذہ شامل ہوں تو بہتر ہے کیونکہ وہ عملی طور پر طلبہ کی مشکلات اور ضرورتوں سے آگاہ ہوتے ہیں اور بہتر تجاویز دے سکتے ہیں

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہئیں؟

امتحانی پرچہ جات میں معروضی حصے کی شرح بڑھانی چاہیے اور موضوعی حصے میں طلبہ کی تجزیاتی اور تخلیقی صلاحیتوں کو جانچنے کے سوالات ہونے چاہییں۔ امتحانی پرچہ جات کا طریق کار جلدی جلدی بدلتے رہنا چاہیے

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

نہیں کیونکہ معروضی حصہ رکاوٹ نہیں ہے صرف اس کا انداز کثیر الانتخابی سوالات کی بجائے مختصر سوالات جوابات سے بدلنا بہتر ہوگا۔

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

تمام صوبوں میں یکساں طرز پر نصاب اور امتحانی پرچہ جات کا اطلاق زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس طرح سارے پاکستان کے طلبا کو یکساں مواقع ملیں گے اور ان کی صلاحیتوں کو یکساں معیار کے مطابق جانچا جا سکے گا۔ لیکن اس کی غیر موجودگی میں بھی اردو کی بقا کو خطرہ نہیں۔

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

نہیں لازمی کے طلبہ کو صرف زبان و ادب کا منتخب حصہ ہی پڑھانا چاہیے کہ وہ اردو کی طرف راغب ہوں۔ تاریخ و ارتقا کے موضوعات اختیاری طور پر اردو ادب پڑھنے والوں کے لیے مختص کرنا بہتر ہوگا۔

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

مرکزی اہمیت تو موضوع کی ہونی چاہیے۔ جسے طلبہ کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھ کر منتخب کیا جائے اور ان کی دلچسپی کا سامان ہو وہ شعر و ادب کے مختلف گوشوں اور اصناف سے متعارف ہو سکیں اور استاد کی مدد سے وہ اس کا بہتر شعور حاصل کر سکیں۔

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

موجودہ امتحانی نظام تدریس اردو کے مقاصد میں مقاصد تک مددگار نہیں ہے۔ درسی کتاب اور امتحانی نظام دونوں پر نظر ثانی ضروری ہے۔ امدادی کتب کی اشاعت پر پابندی ہونی چاہیے۔

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

حصہ قواعد کا نصاب اور امتحانی پرچہ جات میں موجودہ تناسب انتہائی مناسب ہے۔ صرف امتحانی پرچہ جات میں اس حصے کے سوالات کا انداز بدلنا چاہیے یعنی اس انداز سے سوال پوچھے جائیں کہ رٹے کی بجائے تخلیقی صلاحیتوں کی جانچ ممکن ہو

LECTURER
Govt College For Women
Murree

سوالنامہ

[illegible]

تدریسی تجربہ 18 سال

پیشہ/عہدہ [illegible] H.S.S.C

س ۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

ج۔ [illegible]

س ۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

ج۔ [illegible]

س ۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

ج۔ [illegible]

س ۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟ [illegible]

[illegible]

س ۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نسبتاً تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

ج۔ [illegible]

س ۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

ج۔ [illegible]

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہییں؟

ج: امتحانی پرچہ جات میں معروضی حصہ طالب علم کے ذہن، قابلیت اور اظہار کی پختگی کو جانچنے کا ذریعہ ہے۔ اور موضوعی حصہ طالب علم کی تخلیقی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے معروضی اور موضوعی حصہ دونوں ضروری ہیں

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

ج: جی نہیں۔ معروضی حصہ ایک مختصر وقت میں مختلف علوم اور پہلوؤں کو جانچنے کا ذریعہ ہے۔ اور یہ زبان سکھانے کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

ج: جی ہاں اردو لازمی کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اردو کی بقا کے لیے اور لسانی ہم آہنگی و یکجہتی کے لیے بہت ضروری ہے

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

ج: اردو زبان کی تاریخ اور ارتقا کے موضوعات طالب علم کی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان کا اردو زبان کی ترویج اور ارتقا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

ج: نصاب میں مرکزی حیثیت موضوع کی ہوتی ہے جو طالب علم کی ذہنی و تخلیقی، جسمانی و روحانی ضروریات کی تکمیل کے لیے مرتب کیا جاتا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے استاد کی ضرورت اگرچہ ثانوی نہیں بلکہ دوسرا ذریعہ حصول تعلیم میں ہے

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

ج: جی ہاں اردو لازمی کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے؟

ج: جی ہاں نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اردو زبان سکھانے میں بہت معاون اور مددگار ثابت ہوتا ہے۔ لفظی اور املائی اعتبار سے طالب علم کی زبان و بیان پر گرفت اور عبور ہوتا ہے۔

جناح ایجوکیشن سسٹم
گلشن کالونی ماڈل اکیڈمی

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ: آسیہ مجتبیٰ - ایچ۔ ایس۔ ایس۔ ٹیچر　　تدریسی تجربہ: ۱۸ سال

س ۱- پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

اردو پاکستان کے عوام کی بول چال کی زبان ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ سرکاری اور دفتری امور کی انجام دہی میں رکاوٹ نہ ہو اور عوام اپنے مسائل، دستاویزات وغیرہ کو اچھی طرح سمجھ سکیں تو ہمیں اردو رائج کرنا ہوگی۔

س ۲- کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

اردو کو دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے۔

س ۳- کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

نصاب کی تبدیلی ضروری نہیں اس میں ترامیم کی جائیں۔ درسی کتب میں تخلیقی اور فکری شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ امتحان میں قدیم اندازِ جائزہ کے برعکس جدید جانچ کے طریقے اختیار کریں۔

س ۴- آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

موجودہ درسی کتب کا زیادہ مواد تو ہماری نظریاتی سوچ کا عکاس ہے۔ مختلف صوبوں میں ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لئے اردو کو مؤثر ذریعہ سمجھا جاتا ہے مگر نصاب نہ تو لسانی ضرورتوں کے مطابق ہے اور قومی مقاصد بھی حاصل نہیں ہو رہے۔

س ۵- کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

ہم جتنی جلدی نصاب کو سمو لیں اور سترھویں صدی کے ادبی ذخیرہ سے نکال کر جدید زمانہ کے نئے ادیبوں، مصنفین اور موضوعات کو شاملِ نصاب کریں گے اتنی ہی تدریسِ اردو کے مقاصد کو پانا آسان ہوگا۔

س ۶- نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیئے؟

نصاب ساز کمیٹی میں اساتذہ کے ساتھ طلبہ کی آرا کو بھی مدِنظر رکھا جانا چاہیے۔ کم از کم چالیس فیصد اراکین ماہر اساتذہ ہوں۔

س ۷۔ اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیے؟

معروضی حصہ کم ہو اور موضوعی زیادہ۔ معروضی حصہ نقل کے رجحان کو فروغ دے رہا ہے۔ طلبہ میں کم کوشش پیدا ہو رہی ہے۔

س ۸۔ کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصے کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

کسی حد تک یہ بات درست ہے کہ طلبہ صرف امتحانی نقطۂ نظر سے معروضی حصے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں۔

س ۹۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

امتحانات کا معیار بلند ہو یکساں طرز سے تو فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ جائزہ کا طریقۂ کار بدلنا ہوگا۔

س ۱۰۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

تاریخ اور ارتقا ایسے موضوعات ہیں جو اردو اختیاری سے متعلق ہیں۔ ایسے طلبہ جنھیں یہ تک معلوم نہیں کہ انگریزی اور اُردو کی کے طالب علم کو اردو کیوں پڑھائی جاتی ہے انھیں ارتقا سے کیا دلچسپی ہوگی ہمیں پہلے تو تدریس اردو کی غایتیں طالب علم کو بتانے کی ضرورت ہے۔

س ۱۱۔ نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

نصاب میں معاشرہ سب سے اہم اکائی ہے استاد کو تو ترسیل علم سے غرض ہے۔ موضوعات البتہ ادب شناسی میں مددگار ہوں۔

س ۱۲۔ کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

موجودہ امتحانی نظام صرف رٹہ سسٹم ہے۔ یہ کم از کم تخلیقی اور فکری صلاحیتیں پیدا کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

س ۱۳۔ کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

قواعد کی موجودہ مشقیں تو رسائی ہیں البتہ قواعد کافی حد تک موجود ہیں۔ مزید قواعد کی ضرورت نہیں۔

جناح ایجوکیشن سسٹم گلشن کالونی ٹیکسلا کینٹ

سوالنامہ برائے تحقیقی مقالہ

تحقیقی مقالے کا موضوع "صُوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی
سطح پر تدریسِ اُردو: نصاب، درسی کتاب اور امتحانی نظام
کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ" ہے۔ مقالے کے لیے تیار کردہ
سوالنامے میں اپنی رائے کا اظہار "ہاں" یا "نہ" کی
بجائے تفصیلاً کریں۔ آپ کی رائے میرے لیے قابل
احترام ہے۔ سوالنامے کے آخر میں اپنی مُہر ثبت کریں۔

نوٹ:۔ مقالہ صُوبہ پنجاب میں اعلیٰ ثانوی سطح پر پڑھائی جانے والی اُردو لازمی کی کتاب (۱۸-۲۰۱۷) کے تحقیقی و تنقیدی جائزے پر مبنی ہے۔ یہ کتاب ۲۰۰۲ء کے نصاب کے مطابق ترتیب دی گئی ہے۔

مقالہ نگار: رابعہ بدر ایم۔ایس۔اُردو
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

منظور عباس رند
لیکچرار لائبریری سائنس
گورنمنٹ کالج کوٹ سلطان (لیہ)

8-12-208

سوالنامہ

پیشہ/عہدہ　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　تدریسی تجربہ

س۱۔ پاکستان میں اُردو زبان بطور دفتری زبان عملاً رائج ہونا کیوں ضروری ہے؟

ہماری قومی زبان اردو ہے ہمارا قومی تشخص ہماری زبان سے وابستہ ہے وہ قوم کبھی بھی ترقی نہیں کرتی جو اپنی زبان کو اپنی عملی زندگی میں رائج نہ کرے۔ ہمارے لوگوں کے مسائل اچھے انداز سے حل ہوں گے اگر اردو زبان کو دفتری زبان کا درجہ مل جائے

س۲۔ کیا اُردو لازمی کی درسی کتاب (اعلیٰ ثانوی سطح/انٹرمیڈیٹ) کا مواد اُردو زبان سکھانے کے لیے کافی ہے؟

اردو زبان سکھانے کے لیے درسی کتاب بالکل ناکافی ہے طلباء و طالبات صرف پاس ہونے کے لیے اردو کو پڑھتے ہیں زندگی کے ہر Aspect پر اردو کو لازم کریں مذاکرے، بحث و مباحثے، سیمینار، ورکشاپ کا انعقاد بہت ضروری ہے اردو بول چال کی ایک الگ کتاب ہو اس کا ٹیسٹ ہونا چاہیے ایک قانون پاس ہو کہ اس پر عمل ہو

س۳۔ کیا ہر پانچ سال کے بعد نصاب کی تبدیلی اور درسی کتاب اور امتحانی نظام پر اس کا اطلاق ضروری ہے؟

ہمارے مشاہیر کے اعلیٰ علمی ورثے کو اگلی نسلوں تک پہنچانا بہت ضروری ہے ثانوی ~~طلبا~~ ایک ہی مضمون کو بار بار پڑھنے سے اکتا جاتے ہیں نصاب کی تبدیلی ضروری ہے لیکن اپنی تہذیب و تمدن کو برقرار رکھا جانا چاہیے اردو زبان کا اطلاق بہت ضروری ہے۔ ہمارا ملک انگریزی کے چکروں میں پڑ کر اپنی قومی زبان کو بھلا بیٹھا ہے

س۴۔ آپ کے نزدیک تدریس اُردو کے چند اہم مقاصد کونسے ہیں؟

(1) طلباء و طالبات میں بہتر مستقبل کو سنوارنے کی جستجو پیدا کرنا۔ عادات مطالعہ پیدا کرنا۔ کتاب دوستی کو فروغ دینا ملک میں امن کی صورتحال پیدا کرنا۔ اردو کے ذریعے اچھی تربیت کو فروغ دیا جا سکتا ہے

س۵۔ کیا اعلیٰ ثانوی سطح پر اُردو لازمی کے نصاب کی نست رو تبدیلی اور درسی کتاب پر اس کا اطلاق، اُردو زبان کے تدریسی مقاصد کے حصول میں رکاوٹ ہے؟

رکاوٹ ہرگز نہیں ہے کیونکہ مسلسل ترقی کا عمل رک جاتا ہے جدت نہیں آتی ہے موجودہ اور پرانے طریقوں سے تدریسی مقاصد ترک نہیں ہوتے بلکہ ترقی اور فروغ کبھی نہیں رکتا

س۶۔ نصاب ساز کمیٹی کے اراکین میں اُردو پڑھانے والے اساتذہ کا تناسب کتنا ہونا چاہیے؟

نصاب ساز کمیٹی کے ممبران میں اردو پڑھانے کا تناسب 80% ہونا چاہیے کم سے کم تعلیمی قابلیت P.HD ہونی چاہیے۔ کالج یا یونیورسٹی سے لوگوں کو اٹھا کے کمیٹی میں شامل کرنا چاہیے

س ۷-اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے امتحانی پرچہ جات معروضی یا موضوعی کس طرز پر ترتیب دینے چاہیے؟

معروضی اور موضوعی مناسب ہیں لیکن موضوعی بہت ضروری ہے۔
موضوعی سوالات کی طرف زیادہ توجہ نہ ہو آسان ہو۔
معروضی کے options کم ہوں تو بہتر ہے

س ۸- کیا امتحانی پرچہ جات اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) میں معروضی حصہ کی شمولیت اُردو سکھانے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ ہے؟

اردو سکھانے میں معروضی حصہ بڑی رکاوٹ نہیں بلکہ ہمارے ادبی
ماحول میں یہ حصہ معروضی طلباء میں ایک دلچسپ معلومات کا حصول
ہوتا ہے اردو سیکھنے کے لیے ماحول کو اردو کے لیے سازگار بنانا ضروری ہے

س ۹- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب، درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات کو تمام صوبوں میں یکساں طرز پر ترتیب دینا اُردو کی بقا کے لیے ضروری ہے؟

یکساں نصاب کا اطلاق نصاب درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات
کے لیے ضروری ہے کیونکہ اس سے ملنا ملت قومی وحدت
جیسے اصول کو فروغ حاصل ہوگا تعصب، زبان، نسل سے بچا جا سکے
گا اور اس کا اثر پورے ملک پر ہوگا عوام میں شعور بیدار ہوگا

س ۱۰- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کے نصاب میں اردو زبان کی تاریخ وارتقا کے موضوعات کا اضافہ اُردو کی ترویج کے لیے ضروری ہے؟

تاریخ کسی بھی زبان کی ترویج و اشاعت درس و تدریس میں اہم سنگ میل
ثابت ہوتی ہے اردو میں ایسے نکات ہیں جنہیں پڑھ کر ہم ماضی
میں ہونے والے کام کو تاریخ کے ذریعے اجاگر کرنا اور ارتقائی منازل
کو درجہ بدرجہ بتانا بہت ضروری ہے

س ۱۱- نصاب میں استاد کی حیثیت مرکزی ہو یا شاگرد کی؟ یا صرف موضوع کی اہمیت مرکزی ہو؟

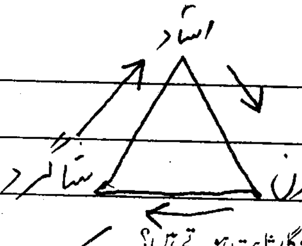

نصاب میں ان تینوں خاص Aspects
کو بہت ضروری ہے ان تینوں کو مرکزی
حیثیت حاصل ہونی چاہیے

س ۱۲- کیا اُردو لازمی (اعلیٰ ثانوی سطح) کی درسی کتاب اور امتحانی پرچہ جات تدریس اُردو کے مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں؟

جی ہاں کافی حد تک اس بنا پر پورا اترتے ہیں لیکن ابھی
بھی اس میں بہتری کی کافی گنجائش موجود ہے جس سے
کافی بہتری کی جا سکتی ہے۔ کتاب اردو لکھنے بولنے کا تمام عمل میں
لانا ضروری ہوگا۔

س ۱۳- کیا نصاب میں حصہ قواعد کا اضافہ اور امتحانی پرچہ جات میں حصہ قواعد سے سوالات کا اضافہ اُردو زبان سکھانے میں مددگار ثابت ہوسکتا ہے؟

جتنا عمل کریں AOD گے اتنا ہی زیادہ فائدہ ہوگا۔
حصہ قواعد ایک حد سے زیادہ ہیں تو ناطے بنیادی کا
مقصد بہت حد تک حاصل کر سکتا ہے